

هَذَا كِتَابُنَا يُنْطَقُ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ

لَهُ الْجَمْعُ كَرِيمٌ مَا نَسَاوَتْ أَقْصَرُ عِجَالُهُ مَا فَضَّلَتْهُ أَعْيُنُ الْمُتَوَكِّلِينَ

سَمَاءُ
رَبِّكَ
سَمَاءُ
٤٩١٢

مِنْ تَالِيفَاتِ سَيِّدِ سَاجِدِينَ لِي فِي حُسْنِ حُجُومِ كُنْزِ بَهْرَةِ سَادَةِ مُطَالَعَةِ

صَغِيرِ حَسَنِ مَطْبَعِ يَوْذَلِي قَحْطُو
سَفِيهِ مَبْنِي رَا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاس بخیر و حمد لا تعجب بحجابِ لم ید و لم یولد کہ جس نے اپنی قدرت کا ملہ اور حکمت
 بالقد سے انسان ضعیف البنان کی جدول زبانیہ چشمہ زلال مقال جاری فرما کر
 بوستانِ جانِ انوارِ دینِ ایمان کو مسکی آبیاری ہو تر و تازگی عنایت فرمائی۔ اور سلطان
 روح کو مملکتِ بدن میں سکن کر کے چار بالاش عناصر برتکیہ زن فرمایا۔ وزیرِ عقل کو
 جہتِ تمثیلتِ امورِ معیشت سے معاد قائم فرما کر اجزائے وجود انسانی کو رشتہ عمر و زندگی
 سے شیرازہ بند کیا۔ آئینہ قلوب عباد کو تختہ سینہ پر جہت ارتسام صور حقایق چسپان و
 آویزاں کر کے رنگِ ظلمت سے صاف و شفاف نورِ ہدایت سے معمور فرمایا۔ گیس
 شہلائے چشم کو کاسہ سر میں کہ ارفع ترین منازل و مقامات جسمیہ سے چہرہ دیگر
 وقف نظارہ صنایع و بدائع و محو تماشاے جہانِ جہانیاں و غنچہ و گلستانِ کیسا
 بین ہمارے کے و فرح حکمت کی دو فردہاں و خزان و بہار کتاب قدرت کی دو
 فصلیہ مشاطہ صنعت نے چہرہ عروس زمانہ کو نازہ شفق سے آراستہ کر کے شہر
 نصیب شب بجائے سوا و چشم چلایا اور نور روز کو کامطام سیاہ صیدہ بنایا۔ زلف

دراز روزگار کے اُلجھاؤ کو شانہ ماہ و سال سے سلجھایا ایسا حکیم علی الاطلاق
 کہ جس نے اپنی رحمت و اسعہ و شفقت واضح سے رہروانِ خالک ان عالم کو
 بار سال تو سطین جو کہ عبارت ہے انبیاء و مرسلین سے اپنی معرفت حقیقی کے
 سالک دکھلا کر صراطِ مستقیم و دینِ قوم پر پہنچایا۔ تاکہ خلائی و گروہ و عوام کی
 حجت اُسکے ذمہ ہمت سے منقطع ہو کر منکرین و حدانیت کے لئے باعثِ شکوت
 و جنبہ دہی ہو اگر ہدایت الناس کے لئے نزولِ کتب مقدسہ و ارسالی
 گروہ انبیاءِ خیرِ عمل میں نہ آتا تو سامعینِ ظلمت سرائے دنیا و دنی اُس بجز ذخار و
 دریائے ناپید اکتار کی معرفت فی الجملہ کیونکہ حاصل کرتے۔ اور افتراق
 رازق و مرزوق و عبد و معبود کے وسائلِ کس طرح بہم پہنچاتے پس اُنکا
 واکت اکت کاراگ گاتے بغرض اظہارِ قدرت و صنعت انسان ضعیف البنی
 کو ایسا مدرکہ عنایت فرمایا کہ عقولِ انسانی نے چکر کھایا بعض ایسے پہلو کہ نہیں
 ہجمنسون کو خدا سمجھا ہیئتِ بدنی و تناسبِ عضوی میں وہ صنعت نمایان کی کہ
 کہ جس کے کہنہ نوح و خوا مض کے اور اک میں عقلِ بشری باوصف دعویٰ ہندوئی
 باد یہ تہمتیں ٹھوکریں کھا رہی سہہ فقط ایک حقیقت چشم کے دریافت ہیں
 کہ جن کے فوائد اہل نظر کی نگاہ میں پیش پا افتادہ ہیں ایسے حیران و پریشان
 ہو رہے ہیں کہ تمام عقلاً زمانہ ہیئتِ مجموعی طبیعت پر زور دیکر نہیں تباہ
 کہ وہ کیا مادہ ہے جسکی وجہ سے الوان مختلفہ سرخ و سپید و زرد و سیاہ
 وغیرہ آن واحد میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں مقامِ غور و تامل ہے کہ ایک صناع
 زمانہ کی صنعت جو کہ ہماری ہی جنس سے ہے بعض عقول کے نزدیک خارج
 از امکان عقلی ہے تو صانعِ حقیقی کے حقائق و اقعہ کیونکر جاگزینِ خیالِ انسانی
 ہو سکتے ہیں۔ اسی ہمت سے محققین سابقین و متقدمین اولین نے یہ کہہ کر

کہ اسے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم اعتراف بعجز و قصور کیا ہے۔ پس مجھ
 ایسے جاہل و لاعقل کی کیا مجال ہے کہ شہادہات حضرت باری میان کر سکے
 لہذا اُس کو احاطہ قلم و زبان سے باہر سمجھ کر عزائم اشہب کلام لبوئے میدان
 مدحت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصف کر کے لغت ختمی آب و فصائل
 و مناقب آلِ طیب کے بیان کو بیروں حوصلہ و استعداد خود و سمجھ کر محض
 اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اے رحمت للعالمین و شفیع المذنبین پدر
 سیدۃ النورین جد المحسن و الحسین بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر
 اما بعد حقیر یہ تعصیب سید سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم مغفور غفر اللہ ذلہ
 و ستر عیوبہ ماکن موضع بہرہ سادات ضلع مظفر نگر اپنے برادران ایمانی و
 اخلائے روحانی کی خدمت باسعادت میں بہارِ عجز و ادب عرض کرتا ہے کہ اس
 نواح میں مولوی محمد قاسم صاحب قوم پیرا دگان ساکن سہیلپورہ نے بشورہ
 و اعانت قاضی ریاض علی صاحب ساکن میرا پور و مھے جولہ۔ نانی۔ تیلی و جلی
 تبولی۔ کچرے۔ قضاٹی۔ گاڑھی۔ جھو جھی۔ نیچہ بند اور نابانی وغیرہ جہائے مذہب
 خود کی نظر میں اپنا اقتدار علمی جانے کی عرض سے شیعیان حضرت مرتضوی کو جو کفر خارج
 ملک مناظرہ و قاطع بدعات خلفائے ثمانہ ہیں یا اس طرز چھیڑنا چاہا کہ تحفہ
 جناب شاہ عبدالغیر صاحب دہلوی سے جسکی دھجیاں اڑانے میں علمائے شیعہ
 نے اعلیٰ ورجہ کی چابک دستی دکھلائی ہے دو سوال جن کا آئندہ ذکر ہوگا جناب
 مولانا رفقہ انامولوی بادر علی شاہ صاحب پشاور و عالم شیعہ کی خدمت میں
 بہ غلبہ اب پیش کئے جس کے لئے بمقام سہیلپورہ مناظرہ ہو کر روبرو صدمہ
 سنی و شیعہ جواب دیا گیا۔ اتفاقات سے حقیر بھی اس جلسہ میں موجود تھا کل کاروائی
 کا ختم خود معائنہ کیا بعد ختم جلسہ مناظرہ مولوی محمد قاسم صاحب مقدم الوصف

نے چھوٹی فتویٰ کے مجمع میں کہ جس کی تفصیل مفصل اور پر ظاہر کی گئی بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے عالم شیعہ کو سپا کر دیا وہ لوگ چونکہ عموماً جاہل و ناخداوند محض ہیں اس بات پر متیقن ہو کر گھمسا رہے مولوی صاحب بھی کوئی چیز ہیں جگہ جگہ سُننے مارنے لگے بحیف نے اُن تمام باتوں کو خلاف واقعات و روئدادِ حلیہ سمجھ کر بحکم آنکھ گردہ نشتن روز اول جناب مولوی صاحب اور اُنکے ہم زبان لوگوں کا مُنہ بند کرنے کی غرض سے تنبیہ کیا کہ آپ جھوٹی باتیں بنا کر جہلا کی نظر میں اپنا رنگ نہ جائے مناظرہ بمبلیہ میں آپ ناکامی حاصل فرما چکے ہیں اور اگر کچھ مایائے کلام و شوق مناظرہ ہے تو میرے سوال کا جواب عطا فرمائے مولوی صاحب مدوح نے جیگر کے سوال کا جواب جیسا کہ اُن سے ہو سکا عنایت فرمایا مگر معاملہ سببہ کی نسبت جسکی شورش پر اُن کو تنبیہ کر کے حالات مناظرہ یاد دلانے لگے تھے قلم نہ اٹھایا میں نے بقدر حصول جواب اس کا جواب الجواب لکھ کر مع رقعہ نقلائی ایک ہزار روپیہ و اقرار نامہ تبدیل مذہب مشروط باس شرائط کہ اگر آپ اپنی ہی کتب سے میری تحریر کو رد کر دے گئی باطل کرا دیں تو نذر مذکور دے کر مذہب اہل سنت اختیار کروں اُن کی خدمت میں بھیج کر سید باضابطہ حاصل کی مولوی صاحب نے اس کا جواب مسیٰ یہ رد جواب الجواب لکھا ہر دو تحریر یعنی جواب الجواب مرتبہ حقیقہ و رد جواب الجواب محررہ جناب مولوی صاحب کی جانچ اور پرتال کے لئے ایک معاہدہ تراضی فریقین مرتب ہو کر ۲۔ جنوری ۱۳۹۴ عیسوی کو بغیر خانہ پر ایک بڑا بھاری جلسہ علمائے سنی و شیعہ کا ہوا جس کی مفصل کیفیت ملاحظہ ارباب نظر میں آئے گی اس رسالہ کا نام بحیف نے اپنے نام پر دو سالہ سچا دیدہ تجویز کر کے اُسکے دو حصے کئے ہیں پہلے حصہ میں مناظرہ بمبلیہ کی حقیقت اور جتا بختین کا بخاری و مسلم سے منافق ہونا ظاہر کیا ہے اور

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو علمائے شیعہ نے یہ حایت دین سین بڑی کوشش و
 جان نثا ہی کر کے کتب موصوفہ بالا کے ایسے دست بدست جواب دے کہ خود
 ان کے مصنفوں کے ہاتھ سے قلم گر گئے۔ امرا یا ان اہل سنت نے یہ پاس مذہب
 شاہ صاحب و مولوی حیدر علی صاحب کو بہت ہی کچھ صلہ اور انعام وادادینے
 کا وعدہ کیا مگر ان بزرگواران کی ہمت و جرات ہرگز مقتضی نہ ہوئی کہ کسی ایک ہی
 بات کا بھی جواب الجواب لکھتے۔ تحفہ اور منہتی الکلام کی دھجیاں اڑا لیں اور
 جناب شاد صاحب و حیدر علی صاحب بہ چشم حسرت معانے فرما کر مذہ درگور
 ہو گئے۔ مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظر تیشٹ ناظرین تحفہ وغیرہ کے
 جوابوں کا کچھ محقر حال بیان کر کے پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کیا جائے
 تحفہ موصوف کے بارہ باب ہیں ہر باب کے جواب میں جدا گانہ کتب ضخیم لکھتی
 گئی ہیں سب سے پہلے جناب مستطاب حکیم میرزا محمد صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ
 نے نزہۃ اثنا عشری ملقب بہ نصرت المؤمنین بارہ جلدوں میں رتسم فرما کر
 شاہ صاحب موصوف کو ایسا جلوہ دکھایا کہ تحفہ میں حسب قواعد مصنفین و مؤلفین
 و مترجمین اپنا نام نامی و اسم گرامی شائع کرنے سے رک گئے اور
 حافظ عبد الجلیل کے نام سے کہ جبکا کوئی پتہ و نشان صفحہ دینا پر نہیں وہ رسالہ
 موسوم ہوا کیفیت یہ ہوئی کہ اوہ دربار سلطانی میں اجزائے تحفہ پہنچے اور اوہ
 سہ عدد و سبب خیر گردن خواہد۔ باداد و دستگیری جناب حکیم شریف خان صاحب
 دہلوی سنی المذہب جن کو حضور شاہ صاحب سے من بعض الوجہ ذاتی مروت
 تھی من جانب جناب میرزا صاحب مدوح اس کار و

عرض کہ اعتراضات کے ساتھ ہی ساتھ جواب بھی بد یہ اہل دربار ہوتا
 رہا بسبب شاہ صاحب کو جرات نہ ہوئی کہ خیال بقائے نام و سیاچہ

کتاب میں اپنا اسم مبارک ظاہر فرماتے کیونکہ شانِ جوابات سے اصل کتاب کی حیثیت قاری برائے العین بذات خود ملاحظہ فرما چکے تھے لازم تو یہ تھا کہ ایسی پوری و سبب حقیقت و افہامی کتاب کے شائع و دست فرستادہ خلافت ہوئے میں کوشش نہ فرماتے مگر ایسا کیوں کرتے انکو تو بالطبع خاندانِ نبوت کی مخالفت پر لوگوں کا قائم رکھنا نظر تھا لہذا اسکی ایک شخص مجہول الحال سے نامزد کر کے اہل سنت کے لئے وظیفہ بنا دیا۔ کتاب موصوف نے حضرات اہل سنت کی نظر میں ایسا وقار پایا کہ تاحال عام حضرات کا یہی مقولہ ہے کہ نہ تحفہ کا کوئی جواب لکھ سکا اور نہ آئندہ لکھے گا اس کتاب سے قوربتا کچھ ایسا سخن ہو گیا ہے کہ انہیں مفاد میں مردود و مقدم کو لباسِ تازہ سے آراستہ کیے بدانت خود شائبہ و لظریب بنا کر بنظر شدید جلوہ گوناگون دکھاتے ہیں مگر ایسی جھڑکیاں کھاتے ہیں کہ منہ پھر جاتا ہے۔ زان بعد جناب غفرانِ آب مولانا و مقتدا اناسیہ ولد ار علی صاحب فلاح باب ایمان بارض ہندوستان صاحب عماد الاسلام نے باب دوازدہم کا جواب مسمیٰ بذوالفقار و باب ششم کا موسوم باجیہ السنۃ و باب پنجم کا مسمیٰ بصوامع الہیات و جواب باب ششم لمقرب بسالم السلام تحریر و ترقیم فرمایا۔ پس ازان اُس کے شاگرد و رشید علامہ کنوری جناب مفتی السید محمد قلی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے جواب باب اولیٰ معروف بہ سیفنا مصری و برہانِ سعادت و جواب باب دوم و سوم موسوم بہ تقلیب المکائد و جواب باب دہم معروف بہ تشبہ الماطن قلم برداشتہ کہ ہر سہ جلد بجائے خود جامع و فضیلت میں بینا میل ہے۔ ارقام فرمایا پھر جناب سلطان العلماء السید محمد محمد صاحب رضوان آجہ نے جواب

حدیث قرطاس وفدک کتاب سقراط طعن الراح اور مسئلہ متعہ کے متعلق
 بارقہ فیہمیتہ اور جواب باب ہفتم شہور بہ بوارق مولقہ تحریر فرمایا علاوہ
 حضرات موصوف بالادیکر علمائے اعلام و فضلاء کرام نے بھی بقدر گنجائش
 وقت قلم اوٹھایا چنانچہ اوجد الناس المفتی سید محمد عباس صاحب مرحوم
 نے جواب ہر عبقریہ لکھا۔ اور حسان زمانہ جناب سبحان علی خاں صاحب دزیر
 اعظم ریاست لکھنؤ نے ذخیرہ کہ جسکی نسل کا ممکن ہونا بالکل محال ہے ارقام فرمایا
 پھر فاضل جلیل مرزا محمد انصاری نے بقیہ ابواب تحفہ کا جواب بطرز جداگانہ
 تحریر و ترقیم فرمایا سب سے آخر آیتہ اللہ فی العالمین امام المتکلمین و سب
 المناظرین۔ قانع ماتریدین والا شعریں کا سراغناق المنافقین مولانا مولوی محمد
 مولوی السید حامد حسین صاحب نور اللہ مرقدہ نے صرف باب ہفتم متعلق
 امامت کا جواب جو کہ اہم مسائل اختلافیہ مابین شنی و شیعہ ہے مسنی عبقیات
 الانوار میں جلدوں میں بایں عز و شان لکھا کہ جمیع مدعیان علم کلام کے لیے
 مذقے ڈھیلے ہوئے کہ سب کی ناکوں میں نیکیں پڑ گئیں بذیل شاہ صاحب
 امام فخر رازی و غزالی و ابن حجر مکی و ابن روز بہان و قاضی عبد الجبار و انور
 و ابن تیمیہ وغیرہ متکلمین کے اقوال کو بایں پُر زوری مسترد فرمایا کہ آج دنیا
 میں کوئی عالم اہل سنت ایسا نہیں ہے کہ اُس کتاب کی جلالت کلام سے خوف
 زدہ ہو کر خواب میں نہ چونک پڑتا ہو بعد شاہ صاحب و جناب مولوی حید علی
 صاحب جس کسی نے سراو بہار را فوراً سیف زبان و قلم سے قطع کر کے صاحب
 تحفہ و منتہی الکلام کے قدم پر ڈال دیا دیکھتے جناب مولوی محمد ہمدی علی صاحب
 بہادر تازہ دستی ان کا مذہب نے آیات بنیات لکھی اُس کا جواب رمی بحجرات سے
 تین جلدوں میں لکھا گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ہدیۃ الشیعین

بتائید شاہ صاحب بہت کچھ زور دکھایا مگر تحفۃ الاشعریہ سے ایسا جواب پایا کہ
 یادگار عالم رہے گا۔ بلکہ جناب سیدہ علیہا السلام کے حق خدا داد مٹانے میں یہاں
 تک کوشش بلوغ و کھلائی کہ بجز تبدیل معانی قرآن حسب فتاوائے علمائے سنیان
 کافر محض بن گئے۔ دیکھو تحفۃ الاشعریہ کا ورق آخر حیرت خیز علمائے کی ان کے کفر پر
 مہریں لگی ہوئی ہیں رشید الدین احمد خاں صاحب شاگرد رشید جناب شاہ صاحب
 نے شوکت عمریہ لکھ کر زخم درون مقلدان کو کسی قدر مندمل کیا تھا کہ ضربت
 حیدر یہ نے پہر چاک چاک کر دیا مولوی جہانگیر خاں صاحب شکوہ آبادی نے
 بذریعہ انظار الہدیٰ مؤلف انوار الہدیٰ کا منہ چرانا چاہا تھا جو شرم و ج
 سے جناب امیر علیہ السلام کے خرق عادات و قوت احیائے اموات کو جو گلیا
 اور شعبہ بازوون کی افسوں گری سے تعمیر دیکھ اپنے ہی علمائے دست شفقت
 سے ایسا تازیانہ کفر کہا یا کہ ٹیڑھے ہو گئے۔ دیکھو معیار الہدیٰ کا ورق آخر
 غرضیکہ جس کسی نے گردن افراشتہ کر کے آسمان کی طرف منہ پھیلا کر تہو کا فوراً
 حلق میں آیا۔ صاحب ققاب نے ضرب کتاب سے وہ صدمہ اٹھایا کہ سر کھاتے
 ہوئے دروازہ عدالت پر مستقیماً نہ نالہ کُنان ہوئے۔ ناصر الایمان مؤلف
 جناب ڈپٹی مجد علی خان صاحب بہادر امر دہوی میں کوئی لفظ بلکہ ایک حرف
 ایجا و شیعہ نہ تھا کتب معتبرہ اہل سنت کی عبارتیں بجنسہ نقل کر کے حضرات
 کا عقیدہ ہدیہ ارباب نظر کیا گیا تھا فوراً کوٹھے پر جا کر بصدائے ہائے دلالت
 لغو نہ ہوئے کہ حضور ہمارا دل دکھایا گیا ہے آبروئی ہوئی ایسی کتاب
 کو شائع ہونے سے روک دیا جائے۔ اکااصل اہل سنت کو سمیت
 نہ ہوئی کہ اس بابرگراں کو جو کہ متعدد کتابوں کے کہنے سے ہمارے علمائے
 ان کے سروں پر ڈالا ہے قلم اٹھانے سے ہٹاتا یا کہ ان علمائے متذکرہ صدر

کے اقوال کی اصلاح میں جکار و صاحب مبعثات الماوار نے کیا ہے خوش کرتا یا ایک کافر شہ غلام کی تحریک کا سچا ہونا ثابت کر کے فتاوائے کفر کو مٹا کر اپنے تقدیرین کو دکھا دیتا کہ وہ دیکھو ہم نے مولوی محمد قاسم جیسے فاضل جلیل القدر کو نہ خیر کفر کی ہمدیج بندشوں سے کس طرح نکالا ہے بھلا اللہ کہ آج تک کسی کو اس پر قدرت نہ ہوئی اور نہ انشاء اللہ تا قیام قیامت بھی اگر ان تصنیف جدید کا خیال ایسا سایا ہوا ہے کہ انہیں مضامین رد شدہ کو جو کہ اب تحفہ مہدی الکلام و آیات بینیات و ہدایۃ الشیعہ وغیرہ میں بکرات و قرأت آچکے ہیں برنگ تازہ ظاہر کیے ناواقفوں کی نظریں موثر ہونا چاہتے ہیں۔ عام پچا رہے جو کہ کتب شیعہ کا دیکھنا بحکم علماء حرام جانتے ہیں اور ایراد شیعہ کی شوکت و صولت سے پڑھ کر ہلکا کرنا مثل بید کا نپتہ ہیں وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارے مولوی نے کوئی نیا مضمون نادر و نادر لکھا ہے اور پہلے ان معاملات کی نسبت کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا چنانچہ یہی رفتار مولوی محمد قاسم صاحب نے اختیار کی کہ ہاں اب یہ فریجی جیٹا میں اپنا رنگ جانے اور مناظر میں داخل ہونے کی غرض سے سوالات پیش کر دے اور یہ نہ سمجھے کہ اچو بہ تحفہ ہدایۃ شیعہ میں ہر دو سوالات کا جواب اس عنوان و نشان سے دیا گیا ہے کہ جس کا جواب نہیں چونکہ حضرات اہل سنت و خود مولوی محمد قاسم صاحب تحفہ و صاحب تحفہ کو انتہا درجہ کا معتبر جانتے ہیں لازم تھا کہ اس کے تمام جوابوں کو ملاحظہ فرما کر یہ نتیجہ نکالتے کہ اندراجات تحفہ کی بابت شیعہ کیا جواب دہ ہوئے ہیں محض تحفہ کو سچا جانکر بلا تحقیق و تحقیق قہر اٹھا بیٹھے ہم خیال اٹھا ہی عام کچھ تحفہ کا حال بیان کئے دیتے ہیں گو

راہل سنت کے نزدیک جمیع معاملات سدرجہ حق شاہ صاحب دہلوی کے
 افکار بالغہ کے نتائج ہیں اور اس بنا پر ان کا وہ عزادار احترام ہے کہ ہر شخص حق
 کی نسبت یہ گمان کئے ہوئے ہے کہ گویا ہم غیبی کے الہام سے جناب شاہ صاحب
 نے بمقابلہ شیعہ احتجاج فرمایا ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کتب
 صواعق خواجہ نصر اللہ کابلی سے استراق مضامین کر کے بسا مواقع پر بحکم
 ترجمہ کر دیا ہے اور بعض اکاذیب و افتراءات اپنی جانب سے اضافہ
 کئے ہیں جبکہ علمائے اعلام فرقہ حقہ امامیہ نے انکی فلعی کھولی تبناچار
 مولوی رشید الدین خان صاحب شاگرد عزیز دہلوی کو شوکت عمریہ میں نیت
 پیدا را الفاظ سے ہمیر ہمیر کر یہ توجیہ کرنی پڑی کہ چون کتاب صواعق بطور
 بدیع واقع است لہذا کتاب خود را بر نسق آن ترتیب کردہ ترتیب اکثر
 ابواب ذکرینچ از امامیہ بر نسق آن بچراوردہ لہذا بعض مضامین مختلف بعض
 مضامین مواقع محامل و دقیقہ بہ دیگر متشاقق شدہ نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ
 تحریر رشید الدین صاحب جناب شاہ صاحب بلا کسی وہم و گمان کے
 سیدھے طریقہ سے سارق مضامین تسلیم ہو کر کچے بادی جو روں میں داخل
 ہو گئے۔ پس ایسے سرقہ پیش کی تحریر کو معتبر سمجھ کر کام فرمائی سنازل مناظرہ
 ہو کر ٹھوکر کھا کے منہ کے بھل گردنا ہے جیسا کہ مولوی صاحب مہر وچ کا چوٹ کے
 کمر شکستہ ہونا ناظرین انتہاء اللہ معائنہ فرمائیں گے واضح راستے ارباب بصیرت
 ہو کہ نہانا زور و زحج و زکوۃ و جہاد وغیرہ کچھ کار آمد نہیں تا وقتیکہ انکا الف
 حب مضامین الہی نہ ہو ہر فرع اپنی اصل پر متفرع ہوتی ہے تا زور و زحج وغیرہ
 چونکہ فروع دین ہیں اور اسکی اصل صحت ایمان و اسلام لہذا لازم ہے کہ مختصر
 دانہمند و عاقبت اندیش پہلے اصول ایمان کو درست کرے اسکیا حضرات

اہل سنت نے عنانِ توجہ قطعاً منعطف کر کے محض نماز روزہ پر زور دے رکھا ہے ہاتے افسوس درعیانِ سنت سے اسوقت تک یہ ہنسکا کہ اُن اختراعاتِ شدید کو جو کہ اُن کی عدم حقیقت پر وارد کئے گئے ہیں اُٹھا سکیں میری اُنت میں بحالت موجودہ حضراتِ اہل سنت کا تراویح و قرآن کو بڑبکرنا حق جان کو فرسودہ کرنا اور قوتِ نظری کو گھٹانا ہے مثلاً لاکھا جاتا ہے کہ کلکتہ کا جانی والا بخیری و ناواقفیت سے اگر راہ پیمانے بادیہ پشاوریہ و اور راستیوں طرح طرح کے مصائب و شداید اُٹھا کر پہنچا تو اسکو پشاوریہ پہنچے تک جوازیت و تکالیف ہوئیں اُنہوں نے کیا نتیجہ دیا سفر کی سختیوں کا تحمل اُسوقت نفع بخش ہوتا ہے جبکہ منزل مقصود پر پہنچ کر ساحلِ مراد سے ہٹنا رہو۔ حاجیان بیت اللہ یہ چند کہ تکالیف بے انتہا اُٹھا کر وارد مکہ معظمہ ہوتے ہیں مگر بعد طوفِ کعبہ کہ وہی مقصود مرکزِ طبائع ہوتا ہے ایسے بٹاش و فرحناک ہو جاتے ہیں کہ جنگبایانِ خارج از امکان ہے چنانچہ اسی جہت سے کہا گیا ہے ۵

جہالی کعبہ گدے زور و روان دارد۔ کہ جان خستہ دلاں سوخت در بیابانش

اسی پر قیاس کر لینا چاہئے کہ اہل سنت جو فروعِ دین میں کوشاں ہو کر اپنی انقباسِ بزرگ پر مصائب و نوائب گوارا فرماتے ہیں چونکہ خلافِ اصول ہے اسکا نتیجہ کیا ہو گا لازمہ شانِ مسلمانی و ایمان داری یہ ہے کہ پہلے اصول مذہب کو درست کریں بعدہ اعمالِ صالحہ و بجا آوری احکامِ خدا و رسوا

اوس کو ترمین دیں اسوقت احکم اکامین سے مفادِ اخروی کے پوری امتیاز رکھیں۔ حقیقت مذہب کا اوراک و دریافت نماز و روزہ وغیرہ سے بدرجہا مقدم ہے۔ ملت کی اصلیت سے بخیر رہنا اور فروعیات میں کوشش ہاتے بلیغہ سے جان کو کاہیدہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کلکتہ کا سفری

پناہ و رکی تار یک گھاتیوں میں بے سود اپنی جان کو تلف کر دیوے با اعتقاد
اہل اسلام اگر غیر محمدی زہد و اتقا و راست کلامی و دیانت و امانت وغیرہ
اختیار کر کے جیسا کہ بعض صاحب کتے ہوئے ہیں تو کیا اس کو کوئی عرت و اختیار
آخر وی مل سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں بھی حال اہل سنت کا ہے کہ اندھا دھند
نمازیں پڑھے جاتے ہیں حفظ قرآن پشیمتہ و جائزادہ میں کشف و کرامات و
صفاتی بظن کا دعویٰ کر کے بچیلہ پیری گنہگاروں کی آمرزش کا شکیہ لے کر
شان و فخاری دکھاتے ہیں۔ مگر کبھی بچوٹے سے بھی یہ خیال نہیں آتا کہ تحقیقات
کا حلقہ کر کے بنیاد مذہب درست کر لیں بعد اصلاح اصول و فروع و تقویٰ
ہے ورنہ سب بیکار بقول سعدی ۵ خلف پیمبر کے رہا کریں گے ہرگز ہنر
نخواہد رسید۔ بظاہر یہ راہ نہایت پرخطر ہے جسکو حضرات اہل سنت نے
تعمیر و ترمیم مساجد و اذان و اعیاد و جموع وغیرہ کے بتدریج یا بعد نما ہر ہیں۔
ملع کار بنا رکھا ہے ۵ رسم نرسی بکعبہ اسے اسراہی۔ کہیں نہ کہ تو میری
بہ ترکستان است۔ اگر غیر اسلام والے شخص کے رو برو جس کو شنی و شنی
کوئی واسطہ نہیں یہ بیان کیا جاوے کہ اہل تشیع نے اہل سنت کو یہاں تک
عاجز کیا ہے کہ انکے مدوحین کا بحتی آل محمد ظالم و جابر ہونا تحت خلافت پر
بلا استحقاق جائزہ خاصانہ طریقہ سے ممکن کرنا حضرت امیر کے نزدیک منکاح کا
غادر و خائن و آثم ہونا خود بیان خلفائے امکا منافق رہنا انہیں کی ہندی
اور معتبر کتابوں سے مثل روز روشن دکھا دیا ہے ۱۔ اور معاملات مذکورہ
کی تشریح میں متعدد کتابیں لکھ کر اطراف عالم میں شائع کر دیں اور تا حال کسی
عالم اہل سنت نے ان اعتراضات شدید کے اٹھانے میں بلند ہمتی نہیں فرمائی تو
کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ وہ شخص ان جملہ معاملات کو منکر یہ فیصلہ کر دے کہ بائیں

مجبور و در ماندگی اہل سنت حق پر نہیں جاشا و کلا کبھی ممکن نہیں کہ جاہل سے
 جاہل شخص بھی ایسا فیصلہ صادر کرنے سے اپنی ذات پر الزام بد دیا تھی
 قائم کرائے افسوس ہے کہ مضامین تمہیدی نے جو کہ قلم روک کر بجایاں غلال
 ناظرین نہایت مختصر طور پر بیان کئے گئے ہیں بظاہر نہایت طوالت پکڑی
 اب عنانِ اشہب کلام بسوئے داستانِ مباحثہ سببِ پیرو منعطف کر کے اسکی
 حالت بیان کیجاتی ہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کتاب کشف الغمہ سے
 یہ سوال پیش کیا تھا۔ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ
 السیف هل يجوز قتال نعم قد حلیہ ابو بکر الصديق سيفه بالقضه فقال
 الراوى اقول هكذا وثبت لا ما عثرنا في قتال نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق
 الصديق فلو صدقوا في قتالهم والامام نعمه كلامه في الامام نعمه کسی نے پوچھا کہ تلوار
 پر چاندی کا کام کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس جائز ہے نبوت جوازمیں
 فعل ابو بکر سے استدلال کیا چونکہ آپ نے خلیفہ اول کو خلافِ معتقدات
 خاممان نبوت بلفظ صدیق یاد فرمایا لہذا راوی کو استعجاب ہوا اس نے
 متوجہ ہو کر پوچھا کہ کیا آپ اُن کو صدیق کہتے ہیں پس یہ منکر بنظر تنبیہ راوی
 امام علیہ السلام دفعتاً اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے کہ ان کو صدیق
 ہے۔ صدیق ہے صدیق ہے جو انکو صدیق نہ کہے خدا دنیا و آخرت میں اس
 کے قول کو تصدیق نہ کرے۔ اس حدیث کے پیش کرنے سے مولوی صاحب
 موصوف کا یہ فشار تھا کہ جب امام پنجم انکو سچا جانتے تھے اور جہوٹا سمجھنے
 والے کو دغا دے بد کرتے تھے تو شیعہ جو مکہ خلیفہ ابو بکر کو بُرا کہتے ہیں لہذا مخالف
 امام ہیں ڈپٹی سید الطاف حسین خان صاحب بہادر رئیس قصبہ بہاولپور ضلع مظفر
 کے مکان پر یہ سوال مع سوالِ ثانی جو کہ آئندہ مذکور ہوگا پیش ہوا تھا سستی

و شیعہ کا قریب پانچ سو دہائیوں کے مجمع ہوا مولوی سید بہادر علی شاہ صاحب
 پنجابی سے جواب لینا تجویز ہوا تھا لہذا مولوی صاحب موصوف حسب قواعد
 مقررین ملک پنجاب استادہ ہوئے مگر حضرت مدد و ج کو کشف الغمہ کے پڑھ
 کا جس کے حوالہ سے سوال مذکور پیش کیا گیا تھا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اُن کو عنوان
 سوال اور راوی کے طرز بیان سے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ روایت ساختہ
 و موضوعہ ہے ممکن نہیں کہ آئمہ دوازده گانہ سے کوئی امام خلفاء کو صدیق
 فاروق سمجھیں لہذا درپے تکذیب اصل روایت ہوتے اس بنا پر کہ صحاح
 ستہ میں چونکہ یہ روایت مندرج نہیں بلکہ بخلاف اُسکے ایسے مضامین کی۔
 روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ جن سے صدیق کا کاذب ہونا بلا کسی توہم کے
 ثابت ہوتا ہے۔ پس درحالیکہ حضرات خلفاء اپنے مریدان و مقلدان کی جناب
 میں یہ شان رفیع و مرتبہ بلند رکھتے ہیں تو کتب شیعہ میں کیونکر صدیق مانے گئے
 جنگو اپنے گہر میں عزت نہیں وہ غیر ملک میں کب وقعت پاسکتے ہیں اور فی الواقع
 جناب مولوی سید بہادر علی شاہ صاحب کا یہ سلف نہایت ہی صحیح اور قابل قدر
 تھا کہ انہوں نے بغیر است ذاتی یہ قیاس کر لیا کہ ہرگز م باور نمی آید زردے
 اعتقاد آل طاہر سے کوئی بزرگ ایسے شخص یا انتخاب کو جنکو سید الوصیین
 و امام المتقین جھوٹا و دغا باز جانتے تھے بخلاف طریقہ آباء کے کرام خود تپا
 جایش۔ خاتمہ کلام پر انشاء اللہ ناظرین کو پوری حقیقت واضح ہو جائیگی
 شاہ صاحب موصوف کذب و نفاق شیخین کے مضامین کو بہت طوالت کے
 ساتھ بیان کرنا چاہتے تھے اور بخالی طور پر تہید اچکھ کہا ہی تھا کہ مد مقابل یعنی
 مولوی محمد قاسم نے حقیقت مطلب کو سمجھ کر روک دیا اور بخلاف داب
 مناظرہ دائرہ کلام کو تنگ کر کے یہ کہا کہ میں صرف اس قدر پوچھتا ہوں

کہ کتاب کشف الغمہ شیعہ کی ہے یا نہیں اور اس میں مضمون مستفسرہ وسیع ہے
 یا کیا دیر تک اس بات پر بحث ہوتی رہی کہ شاہ صاحب کو بیان کرنے میں آہستگی
 دیکھائے نتیجہ بحث پر معلوم ہو جائے گا کہ جواب کس شان کا ہے۔ مگر مولوی
 محمد قاسم صاحب نے مجدد کو دکر لیا کہ فقط اتنا ہی بیان کر دو چونکہ مولوی
 بہادر علی شاہ صاحب نے اصل کتاب کشف الغمہ کو ملاحظہ نہ فرمایا تھا گو کہ مولوی
 محوۃ کتاب بوصوف کو من بعض الوجوہ کہ جنکا ذکر اوپر ہر جگہ ہے غلط قیاس
 کئے ہوئے تھے لہذا اُسکی رد و قبول پر احتیاط جو کہ لازمہ شان علماء شیعہ
 ہے مانع ہوتی اتفاقات حسنہ سے اُس جلسہ میں جناب مولانا و مقدمہ مجمع
 انام الیہ مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی برادر بزرگ جناب قبلہ و کعبہ
 سید محمد حسین صاحب مجتہد و ذاکر جناب امام حسین علیہ السلام ہی موجود
 تھے اور غالباً وہ اُسی وقت کسی سفر سے بخطِ ستقیم تشریف فرما ہو کر شریک
 جلسہ نہ ہوئے تھے لیکن انہوں نے سوالات کو پہلے نہ دیکھا تھا اور نہ
 مولوی سید بہادر علی شاہ صاحب کو اُن سے مشورہ کرنے کا موقع ملا تھا مولوی حبیب
 مدوح نے اول بہ طرفدار سی و حمایت مولوی صاحب پنجابی گفتگو کی اور اس
 بات میں بصد شدہ و مد کو شان ہوئے کہ اُنکے بیان میں دخل در معقولات نہ
 دیا جائے۔ مگر چونکہ مولوی محمد قاسم صاحب فقط مٹنے کی دہی ایک ٹانگ
 کہے جاتے تھے کہ کتاب و عبارت کا رد و تسلیم کر لیا جائے اور اس بنا پر وہ
 بجائے خود ایک نوع کا غلبہ سمجھے ہوئے تھے اُسوقت جناب مولوی محمد
 صاحب مقدم الوصف کو یارائے ضبط نہ رہا۔ فریق مخالف کو جری اور
 بہادر علی شاہ صاحب کو بظہر احتیاط تسلیم عبارت میں متفکر دیکھ کر فوراً
 درودین سے جواب دیا کہ فی الواقع کشف الغمہ ہمارے مذہب کی ایک

فاضل جلیل کی تالیف کردہ ہے اور یہ مضمون بذیل ایک طولانی عبارت کے اوسمیں درج ہے مگر صاحب کتاب نے لکھ دیا ہے کہ ہم اقوال مخالف و موافق سب لکھتے ہیں تاکہ خریق مخالف کو اُس کے دیکھنے سے کچھ باک نہ ہو پس صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی سے جو کہ کُبرائے علمائے اہل سنت سے گزرے ہیں نقل کی ہے۔ اور خاتمہ کلام پر بنظر توضیح لکھ دیا ہے کہ آخر کلام ابن ابی حوزی فی ہذا الباب اندرین صورت اہل سنت کا قول شیعہ کے مقابلہ میں یا شیعہ کا مقولہ بحق اہل سنت قابل احتجاج نہیں ہو سکتا۔ پس ہم شکر محض ہیں کہ یہ قول امام محمد باقر علیہ السلام کا نہیں اور نہ کسی کتاب شیعہ میں اُسکا وجود پایا جاتا ہے۔ ابن جوزی نے اپنے ہم طریق لوگوں کی تقویت عقیدت کے لئے یہ مضمون تراش لیا ہے اور مثل اسکے خلفائے ثلاثہ کی بڑی بڑی تعریفیں علمائے اہل سنت نے آئمہ علیہم السلام سے منسوب کی ہیں تاکہ اُن کے مریدوں پر ظاہر ہو جائے کہ خاندان نبوت کو حضرات خلفائے کوی بدظنی یا سوء المزاجی نہ تھی بلکہ ایسا اتحاد و اتفاق تھا کہ اُن کے مدائح و معارف رہتے تھے۔ ناظرین آپکی طبائع صافیہ پر غالباً یہ امر روشن و منجلی ہو گیا ہوگا کہ سوال پیش کردہ مولوی صاحب موصوف فرقہ حقہ امامیہ کے اس عقیدہ صحیح کو کہ جناب ابو بکر ابن خفافہ صدیق نہ تھے ہرگز مضرت رسان نہیں ہے۔ بلکہ اگر کار فرمائے انصاف ہوں و حضرت اہل سنت ہی روایت مذکورہ کی نسبت یہ خیال فرمائیے کی بہت آسانی کے ساتھ گنجائش رکھتے ہیں کہ جناب ابن جوزی نے اپنی جو دت طبیعت سے ایک مضمون بے سرو پا تراش کر امام باقر علیہ السلام سے منسوب کیا ہے تاکہ اتنا خالص ظاہرین کی نگاہ میں ایک نوع کی منزلت و مقدرت خلیفہ صبا کو حاصل ہو کر اہل سنت کی

عزت و وقعت کا سبب ہو۔ اگر بخاطر داشت اہل سنت ہم تسلیم ہی کر لیں
 کہ یہ کلام امام باقر علیہ السلام ہے تب بھی اُنکو یہ استحقاق حاصل نہیں ہو سکتا
 کہ شیعہ کے گلے پر جھڑی رکھ کر اُنکو مجبور کریں کہ آپ بھی بذل خواستہ و
 ناخواستہ ہمارے خلیفہ جی کو صدیق کہو کیونکہ قرینہ کلام خود شہادت ہے
 رہا ہے کہ اصل راوی سنی تھا ورنہ تعجباً دریا فیت کرنا کہ کیا آپ ہی اُنکو
 صدیق جلتے ہیں کیونکہ اگر کوئی شخص خواص شیعہ سے ایسا کلمہ خلیفہ صاحب
 کی شان میں زبان امام سے سماعت کرتا تو اُسکو کیا ضرورت لاحق ہوتی
 تھی کہ خلیفہ صاحب کی نسبت بایں لفظ اتقول ہلکذا امام علیہ السلام سے
 اُنکا اعتقاد دریا فیت کرتا اصحاب باختصاص پورے طور پر اس بات
 کا علم رکھتے تھے کہ معصومین شیخین اور اُنکے اتباع کو نفس الاحرار میں خارج
 الایمان جانتے ہیں مگر بوقت ضرورت حسب مصلح موقعہ تقیہ اُن حضرات
 کو با لفاظ دیگر یاد فرماتے ہیں۔ لیکن تابعین خلفاً چونکہ بخوبی جانتے اور زیر سنو
 رہتے تھے کہ اولاد علی کو حضرات خلفائے قاطبہ تمیز دے رہے ہیں اور اسوقت
 زبان امام سے صدیق مٹا جو کہ خاص معتقدات اہل سنت سے ہے بنا۔
 اُن کو تعجب ہوا لہذا بوجہ بیٹھا درحقیقت وہ زمانہ نہایت نازک تھا۔
 سلاطین جو برابر یہ کوشش کر رہے تھے کہ خاندان نبوت کو بالکل مٹا د
 جاوے اکثر آدمی منافقانہ بظاہر معتقد بنکر اماموں کے پاس کچا حال معلوم
 کرنیکی غرض سے آتے تھے اور حسب حال خود آئمہ علیہم السلام سے جواب
 پاتے تھے چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جلسہ واحدین مخالف موافق
 کی آمد و برآمد سے اُن بزرگواران نے حسب مصلحت و موقع وقت ایک سنا
 میں دو دو تین تین حکم بظاہر مختلف دے دیے ہیں اور حیکہ تخلیہ عن الاغیار ہوا اس

مسئلہ کا حکم اصلی اور سبب اختلاف کلامی و اشکاف فرما دیا۔ احوال بعض
صحبت کلام ابن جوزی مندرجہ کشف الغمہ چونکہ بقرائن ظاہری مسئلہ حلیہ عیض
کا پوچھنے والا سنی مذہب تھا۔ لہذا آپ نے اسی کے مذاق کے موافق فعل
ابو بکر سے استدلال کیا تاکہ اس کے ذہن نشین ہو جائے و آئمہ علیہم السلام
کا یہ کام نہ تھا کہ دینیات میں غیر لوگوں کے افعال و اقوال کو سند آبیان میں
اُن حضرات نے جو ارشاد فرمایا ہے اپنے آبا کرام سے سند لاتے ہیں اور عمر
و بکر کا حالہ نہیں دیا چنانچہ اعلیٰ نسبت کہا گیا ہے۔

و تعلم ان الناس في نقل اخبار	اذ اثبت ان ترضى بنفسك مذہبا
ومالك ونبوي عن كعب بن حبيب	فدع عنك قول الشافعي واحمد
روى جندب عن جابر عن ابي	دوان انا ساقولهم وحدثهم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر انسان مذہب اسلام اختیار کرنا چاہے اور جان
لیوے کہ سوائے آئمہ علیہم السلام اجنبی آدمی نقل احادیث میں شامل ہیں
پس اسکو لازم ہے کہ اقوال شافعی و احمد و مالک و مرویات کعب ابار کو ترک
کرے اُن بزرگواران کے ارشاد ہدایت بنیاد کی محبت و تاسی کرے جیسا کہ قول
یہ ہے کہ روایت فرماتے ہیں ہمارے جد بزرگوار جابر بن عبد اللہ علیہ السلام سے اور
وہ بارہی تعالیٰ سے پس یہ بات مسلم ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے سوائے
اپنے آبائے ظاہرین کے اور کسی کے قول و فعل کو علت جو از قرار نہیں
دیا انحضرت سے اگر کوئی یہود و عیسائی وغیرہ مسئلہ پوچھتا تو روایت بحال
کے احکام ارشاد فرماتے کیونکہ باعتبار جمیع امت مفتی ہر چار دفعہ
کے خلف الصدق تھے۔ بعنایت الہی مثل آفتاب نیمروز دکھایا کہ اگر
اس روایت کا بقول ابن جوزی کچھ وجود ہی ہے تو ساری سنی کے مقابلہ

جسپر احتمالات گوناگون وارد ہو سکتے ہیں دل چاہتا ہے کہ اربابِ خرد کو اس بات پر توجہ دلائی جائے کہ براہِ کرم گسری روایت مذکورہ کی سیاقِ کلام پر نظر فرما کر اُسکی گھڑت کو ملاحظہ فرمائیں مضمون روایت بصد زبان گویا ہے کہ مثل دیگر روایات و احادیث فضیلتِ شیخین اُسکو بہت سوچ سمجھ کر بنایا ہے غور کیجئے اول تو حلیہ سیف کا مسئلہ اہم نہ تھا کہ جس کے استفسار کی نوبت امام تک پہنچی ہو۔ کیونکہ حلیہ سیف کی کرنے یا نہ کرنے سے مر تکب پر کوئی الزام شرعی عائد نہیں ہو سکتا تلوار کی خوبی اور اُسکا زیور برّش ہے سو فی الواقع خلیفہ صاحب کی تلوار میں یہ بات کہان تھی کیونکہ فرار عن الزحف جسکا بیان انشاء اللہ حصہ دوم میں۔ بخوبی کیا جائیگا جناب ابو بکر کی تلوار سے اُن صفات کا دفع کرنے والا ہے جو کہ مردانِ نبرد آزما کی تیج کے لئے زیبا ہے۔ ایسی مفرد و رین جہاد کی تلوار واقعی ہی قابلیت رکھتی ہے۔ کہ اُسکو چاندی و سونے سے نقش و نگار کر کے صندوق میں رکھ دیا جائے تلوار کو مکمل و مذہب کر کے مصروفِ نیت رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مرد کو چوڑیاں پہنانا کہ بعض مردانِ شوآن مزاج کاسی کی ادا بہت پر پان کی سرخی کا استر حہ پانا سوائے انہیں جو جواب کہ امام علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ حسبِ دابِ کلام خلافِ قواعد معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ امام صاحب فوراً جگہ سے اُٹھ بیٹھے اور منکرِ حدیق کو ہاتھ پیلا پیلا کر عابدہ مینے لگے۔ سوچنا چاہتے کہ بقول جناب ابن جوزی مندرجہ کتاب صفوۃ الصفوہ سائل نے ہی کہا تھا کہ آپ بھی اُنکو حدیق جلتے میں اُسکا جواب بقاعدہ تہذیب و آدمیت یہ ہی تھا کہ اسیں کیا کلام ہے۔ وہ حدیق ہے پہلا یہ کیا قرینہ انسانیت تھا کہ ایسے

نرم استفسار پر امام مضطرب ہو کر دفعتاً چونک پڑے اور جگے اٹھ بیٹھے اور
 برو قبلہ ہو کر کوسنا شروع کر دیا۔ غرضیکہ اس روایت ساختہ موضوعین
 فقط ایک لفظ صدیق اہل سنت کے دل لگتا ہوا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
 اس صفت موصوف کی اصلیت ظاہر کر دیجائے کہ جناب ابوبکر کی ذات کو
 اُس سے کہاں تک تعلق ہے۔ واضح ہو کہ اسلام میں وہی خطاب تعذیمات
 و اقتدار سچا گیا ہے۔ جو کہ آنحضرت کی زبان معجزیان سے کسی کو عنایت ہوا ہو
 چار خود غرض لوگوں نے اگر اپنی اغراض ذاتی سے کسی کو کوئی خطاب جلیل
 عطا فرما کر خلائق کو اوسکے استعمال کرنے اور کہنے پر تحریریں و ترغیب دلائی
 ہو تو وہ لقب کسی طرح اُس خطاب کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا جو کہ عنایت
 کردہ نبوی ہے قرآن پاک میں لفظ صدیق انبیاء علیہ السلام کے لئے آیا ہے
 جو کہ باتفاق جمیع امت معصوم ہیں جناب ابوبکر کے باب میں اُن کے ہوالیان
 کو قطعی انکار ہے۔ کہ معصوم نہ تھے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ غیر معصوم صفات معصوم
 کا حامل ہو عصمت بجائے خود رہی انکی تو خلافت کے لئے بھی جبر اہل سنت بہزار
 جان شیفہ میں کوئی حکم نبوی اس وقت تک دستیاب نہیں ہوا چنانچہ شاہ صاحب
 تحفہ میں لکھتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ نہ معصوم انہ نہ معصوم پس خلافت غیر مخصوصہ
 کے حاملین کو جنگو عصمت و ہمارت سے کوئی تعلق نہیں صدیق و فاروق
 سبھہ کہ بغلیں بجانا بمقابلہ خصم اپنے منہ میاں مقبوض ہوتا ہے میں ہنایت حیران
 ہوں کہ امام پنجم نے منکر صدیقیت کے حق میں الفاظ لفرین آمیز کیوں
 استعمال فرمائے۔ اگر حضرت ابوبکر کے لئے خطاب موصوف آسمان سے
 نازل ہو کر صاحب ماینطق عن الہوس کے زبان مبارک سے جاری
 ہو کر سنتِ موکدہ ہو جاتا۔ تو اوسکے ترکہ کرنے پر امام محمد باقر علیہ السلام

و عابد فرما سکتے تھے اور جبکہ نفس الامر میں خلیفہ صاحب بالذات ایسے خبا
 جلیل کی لیاقت ہی نہ رکھتے تھے بلکہ بوجہ عدم معصومیت ہمتائے رتبہ
 انبیاء ہونا انکے لئے عقلاً نفع نہ تھا تو امام محمد باقر علیہ السلام ایسا کیوں
 ارشاد فرماتے کہ جو او کو صدیق نہ جانے خدا اُس کو دنیا و آخرت میں
 جہنم کرے اصلیت یہ ہے کہ جب ریاست عامۃ ان بزرگواران سے
 متعلق ہوئی تو خلافت کے ساتھ حضرت امیر کے القاب بھی معرض ضبط
 میں آگئے۔ کوئی صدیق بنا اور کوئی فاروق بنا جو جسکو پسند آیا اپنی ذات
 کے ساتھ لے لیا اور اس وقت تک کثرت استعمال سے زبان زد ہوتے
 ہوئے ایک مستقل اصطلاح مابین سنی ہو گئی ورنہ حقیقت صدیق کہیں
 و فاروق اعظم وغیرہ یہ سب خطاب حضرت امیر علیہ السلام کے بروایا
 مؤلفہ و معتبرہ اہل سنت ہیں یہ بات طے شدہ ہے کہ سوائے جناب امیر
 علیہ السلام کے اور کوئی شخص اُمت احمدی میں صدیق جسکو ہمتائے
 رتبہ نبوت پہنچنا چاہتے نہیں ہے۔ طبرانی نے جو کہ اکابر محدثین سفیدی
 میں حضرت سلمان فارسی و ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
 نے بحق جناب علی ارشاد فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے کہ سب سے پہلے ایمان
 لایا اور قیامت کو سب سے اول میرے ساتھ مصافحہ کریگا۔ اور یہ صدیق
 ہے اس اُمت کا اور افراق حق و باطل کرنے والا ہے مومن کے لئے بمنزلہ
 یعسوب ہے۔ شہد کی کہیوں میں ایک گس کلاں ہوتی ہے۔ اُسکو بزرگائی بی
 یعسوب بولتے ہیں وہ بحکم قدرت چھتہ کے دروازہ پر جہان کہیوں کی آمد
 و برآمد ہے اپنا مقام رکھتی ہے جو کہتیاں کہ باہر شہد لینے کے واسطے جاتی ہیں
 بوقتِ دخول اگر اُسکے منہ سے بولے خوش گوار آئے تو اجازتِ داخلہ

جیتی ہے اور اگر کسی کھٹی نے خراب و بودا رفتون کے پھول پتوں سے شہد
 حاصل کیا ہے تو اسکو نگرہ نگرہ کر دیتی ہے یہی حال حضرت امیر علیہ السلام
 کا ہے چونکہ آپ بانب علوم ہیں ہذا جن لوگوں میں بروز قیامت بوٹو بکوان
 نہ دیکھیں گے ختمی مرتبت تک نہ پہنچیں گے اور پہلے ہی دروازہ پرتین
 و مرتابین کی قطع برید ہو جائیگی۔ عبارت یہ ہے۔ اخرج الطبرانی عن
 سلمان قال بوذر رضى الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي ان هذا ان
 آس و سوا و ل يصا فحنى ايم النقيامة وهذا صديق اكبر و فاروق
 هذا الامة يفرق بين الحق و الباطل و هذا يعسوب الدين مضمون بال
 کی وہ حدیث صحیح ہی پورے طور پر تائید کرتی ہے۔ کہ جکا حاصل یہ ہے کہ بعد
 رسالت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتیانہ موس و منافق محبت و عداوت
 مرتضوی سے ہو کر تاتاہا دوسری حدیث ہی ہم مضمون طبرانی عرض کجاتی
 ہے۔ اخرج النسائی و الحاكم عن عباد بن عبد الله قال سمعت علياً يقول
 انا عبد الله و اخو رسول الله و انا الصديق اکبر امام سائے نے اپنی صحیح
 میں اور حاکم نے کتاب متدرک میں عباد بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ میں
 نے کہا میں نے حضرت علی سے سنا ہے کہ میں بندہ خدا اور رسول اکرم کا
 بہائی و صدیق اکبر ہوں سوائے ازیں حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں
 اور خیر رازی نے تفسیر کہیہ و امام غزالی نے اپنی تفسیر و احمد بن حنبل نے مسند و
 ابن شیرہ نے کتاب الفردوس و ابن ہنار نے کتاب مناقب و سیوطی و
 ابن ہنار نے روایت کی ہے۔ کہ صدیق تین شخص میں حبیب بنار و خرقیل و ہون
 آل فرعون میں اور حضرت مرتضوی کہ سرکردہ آل طہ ہیں اور یہ ان دنوں
 سے افضل ہیں امام خیر رازی کی عبارت مندرجہ تفسیر کبیرہ یہ ناظرین کجاتی ہے

الصدیقون ثلثة حبيب نجار ومؤمن آل فرعون حیث قال اتقتلون رجل یقول
 ربی الله الثالث علی بن ابیطالب هو افضل خطباء صدیق وفاروق کی حقیقت تو ظاہر
 ہو گئی۔ کہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اور کوئی صاحب اس کے مستحق نیست
 اب براہ مہربانی یہ بھی دیکھ لیجئے کہ جناب عمر صاحب کو تمتعہ فاروقیت کہاں سے
 عنایت ہوا۔ شیخ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ یہ خطاب
 مستطاب حضرت عمر کو پیشگاہ یہودیہ عطا ہوا ہے۔ اور رسول صلعم سے اس
 تسمیہ کی نسبت کوئی روایت نہیں ہے۔ سلمان جو عمر صاحب کو فاروق ہوتا
 ہیں متابعت یہود کرتے ہیں۔ عبارت کتاب مذکور یہ ہے عن سعد بن ابی طالب
 الواقدی عن الزہری انہ قال بلغنا ان الیہود سمیہ فاروق ثم تابعوہم المسلمین
 ولم یبلغنا عن انبی صلعم فی ذلک شیء تسمیہ ہم گروہ شعیہ ہی
 بات کے تابع ہیں جو کہ بنی صحیح و متقل رسول صلعم سے مروی ہو ہو کہ کیا ضرور
 ہے کہ اطاعت یہود و دیگر کفار کر کے اپنا نام جریدۃ اسلام سے خارج
 کر آئیں ایک اور روایت ہدیہ خدمت کیجاتی ہے جن کے مطالب پر نظر
 کرنے سے ہر طالب حق پر باطن الوجہ روشن ہو سکتا ہے کہ بوجہ صدیق
 اکبر و فاروق اعظم ہونے کے جناب امیر کو ہدایت اُمت کا منصب
 ہوا ہے محمد بن یوسف کجی شافعی نے کتاب کفایت الطالب میں لکھا ہے کہ
 رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ ستكون بعدی
 فتہ فائقہ واعلیٰ والزموہ لعلی بن ابی طالب اول من یرانی واول من
 یصافحنی یوم القیامۃ وهو الصدیق اکبر وفاروق ہذا الامۃ یرقی بربیع
 والباطل ہو یعسوب المؤمنین امام التقدین خلاصۃ کلام یہ ہے کہ رسول صلعم نے بتطر
 تبیینہ الغافلین بطور پیشنگوی فرمایا ہے کہ بہت قریب ہے کہ میری اُمت

میں فتنہ پیدا ہو گا پس اے اہل اسلام اسوقت تمکو علی المرتضیٰ کی پیروی
 و اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ میرے تابعین میں یہ پہلا شخص ہے جو کہ مجھ
 سے بروز قیامت ملاتی ہو گا۔ اور سب سے آگے یہی میرے ساتھ مصافحہ
 کرے گا۔ کیونکہ یہ اس اُمت کا صدیق اکبر و فاروق اعظم ہے افریقہ
 و باطل کو یا اس کی ذاتیات و فرائض منصبیہ سے ہموں یا ان تقویٰ
 کی سرداری اور تہمتہ انجیسی اسی سے علاقہ رکھتی ہے۔ اس روایت
 سے سوائے خواجہ ابوبکر صدیق و کثیرہ کے ایک بڑا فائدہ یہ دکھایا کہ عندالافتلا
 و تنازعہ و وقوع فتن جناب امیر علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری
 کتنی ایمان کو محیطہ تباہی سے ساحل نجات پر پہنچانے والی ہے۔ خوشا
 حال اُن یومنین کا کہ جنہوں نے بوقت تشاجر و تخاصم صحابہ امیر و کل امیر کا
 دامن دولت مضبوط پکڑ کر حفیض مذلت سے اوج عزت پر ترفع حاصل
 کیا خیف نے اس رسالہ کے حصہ دوم میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ
 بذیل حدیث صحیح مسلم ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ زمانہ جمیں فتنہ و فساد کے
 خبر دیکر آنحضرت نے اُمت کو وصیت باطاعت مرتضوی فرمائی تھی ثلاثہ
 کرام کا تھا جن کتب میں کہ حضرت امیر کے صدقیت و فاروقیت کا نشان
 بہ نقل عبارات دیا گیا ہے انکا ہر جگہ ملنا دشوار ہے لیکن میں بخیاں تسکین
 پر تمکین ایسی کتاب کا نشان دیتا ہوں جو کہ باسانی مل سکتی ہے۔ اور اہل
 کے نزدیک باعتبار صحت نہایت سند ہی سمجھی جاتی ہے صاحب مدارج النبو
 و وسیلۃ التجات و رباب حالات و ولادت مرتضوی رقمطراز ہیں کہ تسمیہ
 کرو اور ابوطالب بعلی و تسمیہ نمود پیغمبر آزا بہ تصدیق و لقب کردہ امین
 و شریف و ہادی و ہمدی و اذن واعیہ و یسوب الدین وغیرہ ہر چند کہ زبان

عجز بیان خفی مرتبت سے حضرت امیر کا صدیق و فاروق ہونا بایں جوہ
واضح ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت اہل سنت کو بجز اسکے کوئی چارہ کار
نہیں کہ بدل خواستہ و نا خواستہ اسکو تسلیم فرما کر جناب ابو بکر کے صدیق ہونے
سے بعد تختِ دست کش ہوں مگر چونکہ اُنکے نزدیک جناب شاہ عبدالعزیز
دہلوی کا کلام غایت درجہ قابل و ثوق ہے۔ لہذا اپنے بیان بخیدہ و
سنگین ہر ایک چٹکنی اور چڑھا کر زیادہ دینی کئے دیتا ہوں تاکہ اربابِ علم
کے میزانِ عقل میں ہمارا تمام تر بیان بکی تول کا اترے شاہ صاحب کے مجموعہ
فتاویٰ سے جو کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے دفتر میں موجود ہیں
ایک مضمون نقل کیا جاتا ہے کسی سائل نے حضورِ محمد سے دریافت
کیا تھا کہ جناب امیر علیہ السلام کو مرتضیٰ کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے اُس کا
جواب یہ دیا گیا تھا کہ در احادیث صحیحہ گئیست ایشان بآب و تراب و آب و کاتب
و تالقیہ بایشان بذوالقرنین و یعسوب الدین و صدیق و فاروق و یوسف و الہ
و یعسوب قریش و یصفاہ اہل بیت و شریف دنا دی و قہدی و ذی الاذن
و الی و بی و ثابت است و مرزا محمد بن محمد خان حارثی مورخ شہسوار
ایں شہرینی دہلی و در رسائی فضائل خلفاء و مناقب اہلبیت کہ ایں ہر دو
رسالہ زائدہ تصانیف اویںہ تلقیب ایشان بمرتضیٰ نیز ذکر نمودہ اما ایں
وقت فقیر را یاد نیست کہ بکہ ام حدیث درین باب تشکیک کردہ انتہی
پس بوجوہات مذکورہ صدر ثابِت و محقق ہو گیا کہ جناب ابو بکر کے لئے
کوئی خطاب صدیق یا رگاہ نبوی سے عطا نہیں ہوا بلکہ اس اُسنت
کے صدیق و فاروق حضرت امیر علیہ السلام ہیں۔ اور جناب عمر فاروق
اعظم بولے جاتے ہیں وہ با تبارِ یہود اس لقب سے نامزد ہیں نیز یہ

کہی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب ابو بکر کو
 صدیق فرمایا ہو یا کہ صدیق نہ سمجھنے والے کو بددعا کی ہو محض اچھی نئی
 صاحب کی بنا و ثبوت کہ لوگوں کے شوق دلانے کو ایسے ایسے الفاظ
 گرم وضع فرماتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے حسب روایات اہل
 سنت فرمایا ہے۔ انا صدیق اکبر لا یقول بعدی الا کذاب یعنی میں صدیق
 اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی ذات سے نسبت کرے وہ
 جھوٹا ہے لہذا انہما جملہ حقیقتہ سنت ائمہ مولوی محمد علی خاں صاحب بہادر
 مؤلف آیات بیانات نے بہ تقلید و کاسہ سی رشید الدین خاں تلمیذ شاہ صاحب
 غایت باریک بینی و نکاتہ سی و دقیقہ بینی سے عجیب مضمون و لغز بہ پیدا
 کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ
 ان سے پہلے کوئی صدیق ہوا کیوں کہ جناب شیر خدا نے اپنے زمانہ مابعد
 کے لئے مدعی صدیق کو کاذب فرمایا ہے اور زمانہ ماقبل کو متنبہ بنام
 وجود صدیق نہیں فرمایا نظر برآں طبقہ اولیٰ میں ابو بکر ہیں بلکہ اس
 توجیہ غیر توجہ کے تسلیم کرنے میں تاہل نہ ہوتا مگر سخت لاچار رہے کہ ایک
 مولوی محمد علی خاں صاحب کی خاطر داشت بڑے بڑے علماء سنیہ کی
 بیخ کنی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ بحوالہ فخر الرازی و تفسیر حلبی و امام احمد
 بن حنبل وغیرہ پہلے نقل ہو چکا ہے۔ الصدیقون ثلاثہ حبیب بخاری
 حذقیل و علی بن ابیطالب ہیں حصہ صدیقیت بقول اکابر سنیہ تین۔
 شخصوں میں ہوا لہذا ان کے دو صاحب حضرت امیر سے پہلے ہیں۔
 پس کیوں نہیں جانتے کہ نظر بر زمانہ ماقبل مراد حضرت امیر حبیب نجاب
 و مومن آل فرعون یعنی خرقیل سے ہو۔ حضرت امیر اہل سنت کو اختیار ہے

کہ فخر رازی وغیرہ علمائے متقدمین کو سچا کہیں یا کہ مولوی مہدی علی خان صاحب جدید سنی کو فخر رازی وغیرہ نے صداقت کو حبیب بجا وغیرہ کی ذات پر منحصر کر کے مولوی مہدی علی خان صاحب بہادر کے اس تاویل علیل کو کہ حضرت امیر نے خلیفہ ابو بکر کو پہلے زمانہ کا صدیق سمجھ کر شرط ابید لگائی ہے بالکل باطل کر دیا پس ظاہر ہو گیا کہ لفظ بعدی سے حضرت امیر کی یہ مراد نہ تھی کہ قبل ہمارے دوسرے صدیق یعنی خلیفہ اول گذر چکے ہیں کیونکہ خلیفہ موصوف کا شمار اشخاص گذشتگان میں نہیں ہو سکتا وہ حضرت امیر کے ہم زمانہ تھے اہل عقل خوب جانتے ہیں کہ مایہ فخر و محبا بات وہی بات ہوتی ہے جسکو بوجہ قدرت معدومیت ہو چنانچہ کہا گیا ہے۔ النادر کا معدوم و رحالیکہ امت محمدی میں حسب معتقادات اہل سنت جناب ابو بکر ہی صدیق تھے تو حضرت امیر کو یہ تنجہ و ناز و دعویٰ فردیت کیوں ہوا۔ جبکہ ایک استاد کے دو شاگرد یا ایک پیر کے دو مرید کسی کمال خاص میں درجہ مساوات رکھتے ہوں تو عقل باور نہیں کرتی کہ بخل ان دو شاگردوں یا مریدوں کے کسی ایک کو کوس ثابت بجائے کا منصب حاصل ہو سکے حضرت امیر کے ارشاد باسناد اور روایات سند کثرہ صدر سے بوجہ کما ینفی ثابت و متحقق ہو گیا کہ آپ نے تمام امت احمدی میں اپنے نفس مقدس کو لباس صدق سے آراستہ پا کر ایسا بلند دعویٰ فرمایا ہے یہی شق ثانی یعنی بعدیت جس کے بہرہ و سہ پر مولوی مہدی علی خان صاحب نے دقت نظری سے جھلار گم کردہ خرد کے لئے یہاں پر فریب نکالی ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ محاورات عرب میں قیام شرح لفظ بعدی کا استعمال کرتے ہیں مراد اس سے نفس غیر کی نفی ہوتی

ہے جیسا کہ حسب روایات متفقہ جناب امیر نے فرمایا ہے انا خور رسول
 اللہ لا یقول بعدی الا کذاب مراد یہ ہے کہ اگر سوائے میری ذات
 کے دوسرا شخص اخوت رسول پاک کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے نہ یہ
 کہ جو میری وفات کے بعد ایسا دعویٰ کرے جناب امیر کے ارشاد بالاکہ
 تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسکو ابن عبد البر نے کتاب استیجاب
 میں لفظ بعدی کو قائم مقام غیرے سمجھ کر یا بن الفاظ لکھا ہے قال علی
 علیہ السلام انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ لا یقول لھا غیرہ الا
 کذاب چونکہ حضرت جعفر طیار و جناب عقیل بھی مثل جناب علی المرتضیٰ حضرت
 کے بہائی تھے لہذا معترض کو گنجائش کلام مل سکتی ہے کہ باوصف موجود رہنے
 اور چند اشخاص کے جناب امیر نے یہ تخصیص کیوں فرمائی اس کا جواب
 یہ ہے کہ خود آنحضرت نے بحق مرتضوی فرمایا ہے کہ یا علی انت منی فی الدنیا
 و الاخرۃ یعنی اے شیر خدا تم دنیا و آخرت میں میرے بہائی ہو یہ خویشی و ہمدردی
 کمالیت ایمان و ایقان پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ جناب بارون کو حضرت
 موسیٰ علیہ السلام سے ہی احاصل لفظ بعدی کا جو کہ اس وقت محل نزاع
 میں ہے یہ معنی غیرے مستقل ہونا قرآن پاک سے ہی ثابت ہے صاحب
 تفسیر مدارک کہتے ہیں رب اغفر لی و حسب لی ملک لا ینبغی لک احد من
 بعدی ای دینی و انما سئل بھذہ الصفة لیکون معجزۃ لہ لا احد
 پس صاحب مدارک کا لفظ بعدے کو بہ لفظ دینی تفسیر کرنا کہ نہ بجا
 معنی غیر دشوار ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گاہے بعدے کو بہ
 مقام غیرے بھی بولتے ہیں قصہ کوتاہ ہزار ہزار رنگ بدل کر حضرات
 اہل سنت و رہنے اثبات صدیقیت خلیفہ اول ہوتے ہیں مگر کیا امر گمان

کہ صداقت کی ہوا ہی آجائے علمائے سنی نے بہ حمایت سقیفہ پر وازان
 ہر طرح سے زور لگا کر القاب عظیمہ و جلیلہ و فینہ سے خلفا کا موسوف ہونا
 چاہا مگر بالوکی دیوار کا سیل فنا کے مقابلہ میں کیا وقار ہوتا ہے شیعہ نے
 دو چار سہی چھیٹوں میں جڑ سے گرا دیا چونکہ روایت نعم النعم کا منجبتی
 کتاب صفوة الصفوة مؤلف ابن جوزی ہے لہذا شیعہ پر کوئی جواب دینا
 لازم نہیں مان اگر صاحب کشف الغمہ روایت موصوفہ کا سلسلہ کسی
 راوی شیعہ سے بیان فرماتے تو البتہ جواب دینا لازم تھا۔ رہا یہ معاملہ
 کہ عالم شیعہ نے اس قسم کو اپنی کتاب میں کیوں وارد کیا اسکی حقیقت
 واقعی یہ ہے کہ صاحب کشف الغمہ نے بغرض اظہار معرفت ائمہ علیہم السلام
 اپنی کتاب کو ترتیب دیکر دونوں فرقہ کے اقوال نقل کئے ہیں تاکہ دیکھیں
 واسے کو کتب و دامگیر نہوا۔ یا اس خیال کہ الفضل ما شہد بہ
 الاعداء کتب سنی سے پیش از بیش مضامین جنکا صفات ائمہ سے
 تعلق ہے بیان فرماتے ہیں۔ ابن جوزی نے امام ابو جعفر یعنی محمد باقر
 علیہ السلام کے اہل برکت آیات ہدایت شرح و بسط سے لکھے ہیں
 صاحب کشف الغمہ نے اس کل عبارت کو جتنا نہ نقل فرما دیا ہے اس
 میں ضمناً ابن جوزی صاحب نے روایت نعم الصدیق کا تذکرہ کیا ہے
 لہذا صاحب کشف الغمہ نے اس تمام عبارت کو لکھا یا اگر روایت
 موصوفہ کو نسخ میں سے نکال ڈالتے تو اس پر استدلال کا اعتراف
 وارد ہوتا پوری عبارت بلا تصرف خود خوانہ قلم کر کے آخر میں بہ نظر
 آگاہی عامۃ الناس لکھ دیا کہ ہذا من آخر کلام ابن جوزی تاکہ دیکھنے والی
 پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ تمام کلام ابن جوزی کا ہے اور شیعہ کو

اس کی پابندی سے آزادی ہے دراصل ہمارے علما کا یہ کام نہیں
 کہ کسی کی عبارت کو کاٹ چھانٹ کر آدھا تیر آدھا بیٹر کر لیں نقل
 عبارت میں خیانت کرنا اس کا کام ہے جو کہ خائن کو اپنا پیشوا جانتا ہو
 جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے متعدد مقامات پر کسی خوف سے نقل
 عبارت میں اپنا تصرف کر کے ایسا کچھ تغیر و تبدل کیا ہے کہ جس کی
 وجہ سے اجوبہ تحفہ میں ان پر سخت دارو گئے ہو رہی ہے۔ اگر ہمارے عالم
 بھی ایسا کرتے تو مقتدا بن شاہ صاحب اتنا شور مچاتے کہ پناہ بخدا الحق
 موقعہ مباحثہ پر کتاب کشف النسخہ موجود تھی مولوی محمد قاسم صاحب
 پر بار ڈالنا گیا کہ آپ مدعی ہیں اور ہمیں شہید مقدمہ بندہ مدعی ہوا
 کرتا ہے کتب ہم پہنچا کر ثابت کیجئے کہ یہ کام ابن جوزی کا نہیں ہے۔
 مولوی صاحب نے بڑی تلاش سے کتاب منکئی اور ابن جوزی کا
 حوالہ دیکھ کر فرطِ ندامت سے ایسی ندامتوں کی اختیار کی کہ جوابے نداد
 حقیر نے مولوی صاحب کی خدمت میں ایک عرضہ ارسال کیا جسکو
 انشاء اللہ عنقریب نقل کرنے والا ہوں اس کے پہلے حصہ میں میں نے
 مباحثہ سلسلہ کا ذکر کیا تھا اور دوسرے حصہ میں ایک سوال پیش کیا
 تھا جس پر دوبارہ بنا مناظرہ قائم ہوئی تھی مولوی صاحب نے سوال
 مخفی کا جواب دیا مگر سلسلہ کی بابت کچھ تذکرہ نہ فرمایا اسے ناظرین
 آئین پہلے سوال کی حقیقت و وقعت تو آپ پر غا ہر ہو گئی۔ مہربانی فرما
 دوسرے سوال کو بھی ایک نظر دیکھ لیجئے اور پھر رسالہ سونفہ تغیر اور
 اس کے جواب اور روئیداد مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے ؟

سوال دوم جو کہ بیچ البلاغہ سے پیش ہوا تھا

عن امیہ المؤمنین انه قال لله بلاد فلان لقد قوم الورد وادى الحمد
 واقام السنۃ وخلق البدعة ذهب لى الثوب قليل العیب اصاب ضیرو
 سبق مشہا ادى الى الله طاعته والتقاء بحقه رحل وقرکہم فی طرق
 متشعبة لایہتمدی فیہا الضال ولا یستیقن المہستل
 اسکا ترجمہ حسب مراد حضرات ستیان ذیشان مولوی محمد قاسم صاحب
 نانوتوی متولف ہدیتہ الشیعہ نے اس طرح فرمایا ہے کہ خدا ہی کے واسطے
 ہیں شہر ابو بکر کے یعنی ابو بکر میں خدا داد و خوبیاں ہیں پس قسم ہے خدا کی
 کہ انہوں نے سیدھا کر دیا ستون کو اور قائم کیا سنت کو اور پیشینت
 ڈالا انہوں نے بدعت کو پاکہ امن بے عیب گئے نبوی خلافت کی انگو
 نصیب ہوئی اور آگے چلے خلافت کے فسادوں سے ادا کی انہوں
 نے خداوند کریم کی طاعت پر ہمیز گاری ہے حق پر ہمیز گاری کا چلے
 اور مختلف رستوں میں حیران ہیں کہ نہ گمراہوں کو راہ ملتی ہے اور نہ ہدایت
 والوں کو ہدایت کا یقین ہے مولوی صاحب نے باتباع شاہ عبدالغفر
 دہلوی بقولے نقل راجعہ عقل تحفہ سے خطبہ موصوف نقل کر کے پیش کیا
 اور یہ نہ سمجھا کہ شاہ صاحب نے خیانت فرما کر لفظ خاں مندرجہ خطبہ
 کو ابو بکر سے بدل کر باقر اور خود تحریف کی ہے چنانچہ تحفہ میں رقمطراز
 ہیں کہ سید رضی برائے حفظ مذہب خود تصریف کردہ لفظ ابو بکر را خدا
 نمودہ بجائے او لفظ فلان آوردہ تا اہل سنت تمسک نہ اند نمود پس
 مولوی صاحب پر لازم تھا کہ شاہ صاحب کی تحریر کو معائنہ فرما کر انکی
 خود رفتاری و خیانت شعاری سے سرد گر بیان ہو کر اصل کتاب مستطاب
 بیچ البلاغہ کے موافق عبارت نقل فرماتے تو وہ خفت سر جلسہ نہ اٹھاتے

کہ جسکو آگے بیان کیا جاتا ہے جس وقت کہ جناب مولوی محمد حسن صاحب قبلہ
 نے فلاں کی جگہ ابو بکر دیکھا مولوی محمد قاسم صاحب سے تعجباً پوچھا کہ کیا
 اصل کتاب بیچ ابلاغہ میں اسی طرح لکھا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں
 ایسے ہی ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ خطبہ مندرجہ بیچ ابلاغہ میں لکھا
 بلا دغلائی ہے آپ اللہ بلا و ابو بکر کس طرح فرماتے ہیں مولوی محمد قاسم صاحب
 چونکہ تحفہ سے ایک پرچہ پر خطبہ نقل کر کے لائے تھے اور اصل بیچ ابلاغہ کو
 انہوں نے نہ دیکھا تھا۔ لہذا ابلاغہ پر تحریر شاہ صاحب نہایت تحم و ذوق
 سے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ ہماری تحریر اصل کتاب کے موافق ہے چونکہ مولوی
 صاحب کا آئین چڑا کر ایسا بیان فرمانا بالکل خلاف واقع تھا لہذا جناب
 مولوی محمد حسن صاحب نے نہایت استقلال سے بکشادہ پیشانی حتماً خبر ما
 یہ وعدہ کیا کہ اگر میں بیچ ابلاغہ میں بجائے فلاں ابو بکر ہے۔ تو میں اُسی
 ہو جاؤں گا۔ موقعہ ساتھ ہی بیچ ابلاغہ موجود نہ تھی تاہی صاحب سے
 کہا گیا کہ مثل کشف الثمتہ بیچ ابلاغہ ہی ہم پہنچا کر دکھائے کہ فلاں سے یا
 ابو بکر سا تہم ہی یہ بھی کہہ دیا کہ جس مطلب سے آپ خطبہ کو پیش کرنا چاہتے
 ہیں وہ حاصل نہوگا۔ کیونکہ اس سے کوئی تعریف پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ
 سراسر مذمت ہے اس وقت خطبہ کی بابت زیادہ گفتگو نہ ہوئی اور جلسہ
 ختم ہو گیا۔ بعد دستیابی بیچ ابلاغہ متن خطبہ میں اللہ بلا و فلاں دیکھ کر سائل
 صاحب اپنی جرات بے محل سے ایسی مذمت کش و خجلت زدہ ہوئے
 کہ پہر کبھی بھولے سے بھی نام نہ لیا۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے شاہ
 صاحب کی تحریر کو سچا باور کر کے برسرِ جلسہ اس مباحثہ میں وہ خفتِ ظہیر
 اٹھائی کہ آجنگ لوگ بنظرِ سخریہ و استہزایہ ہی کہے جاتے ہیں کہ جناب

مولوی صاحب روایت نعم الصدیق کشف القمہ میں بحوالہ ابن جوزی درج ہے یا کیا اور نہج البلاغہ میں لفظ فلان ہے یا ابو بکر بیچارے مولوی صاحب سوائے اسکے کہ دل ہی دل میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمت اللہ علیہ کو کوس لیں اور کچھ جواب دہ نہیں ہو سکتے بھلا شاہ صاحب کا قویہ مذہب تھا کہ جہوئی کتابوں کا شیعہ کی طرف منسوب کرنا یا کہ بعض کتب شیعہ کی سی عبارتیں جنسے اہل سنت کا صریحاً ضرر تھا کٹ جہانت کر دو بدل کر دینا مطالب مفید شیعہ مندرجہ کتب سنیہ سے قطعاً انکار کر کے یہ لکھ دینا کہ میں روایت درجہ کتابے از کتب اہل سنت موجود نیست و ابو بطریق ضعیف مگر تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے قہقہائی سہیل دائرۂ مناظرہ میں قدم رکھا ہے ابتدا کلام میں ایسی فروگزاشت برائے آئندہ بڑی وقت پیدا کر کے گی ہنوز دینی دور ہے۔ فرق مناظرہ و حرکتہ الآراء شمار کیا گیا ہے منزل مقصود تک پہنچنے میں ایک ایک قدم چھوٹا تو ان رسوم و اسناد یا رسمہ صعب تر ہے جناب ممدوح کو لازم تھا کہ ایجو بہتجہ کو ملاحظہ فرما کر کچھ فہم کیا یا اولاً لا بصارتغیر پذیر ہونے کے مجرم خیانت کلام و تحریفات عبارات و کلام بدیہات شاہ صاحب نے مسکین شیعہ کی زبان و قلم سے کیا کچھ افعام پایا ہے اور نماشا دیکھتے خود را فضیحت و دیگر افضیحت جناب شاہ صاحب عبارت نہج البلاغہ میں فلاں کا تبادلہ ابو بکر سے کر کے اپنے تصرف و خیانت سے اغراض فرما کر بقولے اٹھ چور کو تو ال کو ڈانڈے جناب سید رضی علیہ السلام پہا لازم حذف و اسقاط لفظ ابو بکر قائم فرما کر حملہ آور ہوئے ہیں انجرب و ابوناظرہ لازم تھا کہ کسی کتاب شیعہ کا پتہ دیتے کہ فلاں کتاب فرقہ حقہ امامیہ میں مستند ہے و ابو بکر لکھا ہوا تھا سید رضی نے بخیاں حفظ و حسیا

مذہب خود درہر مسلک خیانت ہو کر بجائے ابو بکر فلاں جمادیا ہے نہ
 کسی کتاب کا نشان دیا نہ اور کوئی ثبوت قابل تسلیم پیش فرمایا محض اپنے
 ذہنی خیالات سے سید بزرگ کو جن کی تعریف و توصیف میں ابن خلکان و
 دیگر علمائے شفیان رطب اللسان ہوتے ہیں معاذ اللہ بجرم خیانت مجرم
 قطعی قرار دیدیا قاعدہ کا یہ ہے کہ فرد قرار داد جرم اسوقت ثنا کر صفائی
 طلب کیجاتی ہے جبکہ پورے طور پر ملزم کی ذات ارتکاب جرم سے ملوث
 ثابت ہو۔ اہل انصاف غور فرمائیں کہ جناب شاہ صاحب نے سید رضی
 اعلیٰ اللہ مقامہ پر سوائے اپنے انہار کے کہ جس پر صد گونہ احتمالات خلاف
 بیانی ناشی ہو سکتے ہیں۔ اور کیا ثبوت پیش فرمایا البتہ جرم تصرف نہ تھا
 وحذف الفاظ واسقاط عبارت اسکو کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے علمائے امام
 و فضلاء ذی اعتدال نے اچو بہ تحفہ و متھے الکلام میں شاہ صاحب و
 مولوی حیدر علی صاحب کی ذات بابرکات پر عائد فرما کر انکے مقلدان
 و مریدان کو ایسا مضمل و پابہ گل کیا ہے کہ جس کی صفائی باوصف امتداد
 مدت و انقراض زمانہ کثیر آج تک نہیں ہو سکی اور نہ قیامت تک ممکن ہے
 اہل عقل جانتے ہیں کہ جن بچارے مجرمان کی صفائی پیر و کاران نہیں دیکھتے
 انکے مقدمات ناقابل الثبوت میں بزمانہ تحقیقات طولی حوالات سے کیا
 کیفیت ہوتی ہے ملزمان بجرم خلاف نویسی استقصاء الافحام و تنفیذ المطاعن
 و عبقات الاوار وغیرہ کے سخت پہرہ میں مشغول و لگدھارے میں اور بجلیے
 پیر و کاران و ہواخوان حوالات کے مستحکم استوار حصار کو بہ نگاہ حشر
 معائنہ فرما کر اپنی کوتاہ دستی و بے بسی سے بے چارے کی کوئی صفائی نہیں
 دے سکتے عام اہل اسلام آگاہ ہوں کہ جناب شاہ صاحب و حیدر علی صاحب

وغیرہ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے ایسے چند اشخاص بے احتیاط
 کی اعانت کی کہ جنہوں نے ہنگام وفات اپنے بادشاہ و خداوند نعمت کے حکم
 سے سرتابی کر کے اُسکو بیہودہ گو قرار دیکر رنج و غصہ دلایا دفعتاً تمام حقوق
 نمک خواری کو فراموش کر کے ایسی کجروی اختیار کی کہ اپنے بادشاہ لازم الامانت
 کی نصیحت و وصیت آخری کو جس پر کل مملکت کا انتظام مربوط و منوط تھا روک دیا
 اُسکو بیدفن و کفن چھوڑ کر بلا ادائے نماز جنازہ باستحقاق ناجائز یک دہائی فکر
 میں پڑ گئے جس ویلہ بعد کو بادشاہ کی حیات میں مندرشتی پر مبارکباد دیکھتے تھے
 اُس کے ملک خداداد میں مداخلت بجا کر کے دستِ ظلم دراز کیا اپنے بیغی
 کی بیٹی کو در حالیکہ وہ مرگ پوری سے متاثر ہو کر مبتلاستہ نوحہ و شیون مچا
 دہم گایا کہ تیرے گھر کو آگ لگا کر خاکِ سیاہ کر دیں گے بادشاہ جو اپنی بیٹی اور نو مسلموں
 کے لئے اوقاتِ بری کا حکم خدا انتظام کر گیا تھا اُسکو بوجوہاتِ ناموجہ توڑ ڈال
 ایسا پختہ انتظام کیا کہ اُس بادشاہ کے خاندان کا جہازِ معوج آفات و مصائب
 سے تباہ و برباد ہو کر تختہ تختہ ہو گیا دینی سلطنت میں دنیاوی رموز و حکمت و
 دیکر وہ وہ باریکیاں پیدا کیں کہ پہر باطن آسائش اُس بادشاہ کی اولاد کو
 سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔ شاہ کے ذی عزت مصاحبوں کو جھکا گوشتہ خاطر
 سلطانی خاندان کی طرف مائل تھا۔ ادنے ادنے علاموں سے پٹوا کر خارج
 از بلد کر دیا۔ قانون کی متعدد کتابوں کو ہونکد یا شاہ کی پیار سی بیٹی کے شکم
 پر صدمہ ضرب پہنچا کر معصوم بچہ کو مار ڈالا اپنے خداوند نعمت کی بیٹی کو متواتر
 ایسے صدمات جانگزا پہنچائے کہ جس اُسکو اس بات کی وصیت کرنیکی ضرورت
 پڑی کہ وہ آزاد منش اسکے جنازہ پر نہ آئیں وغیرہ وغیرہ پس ایسے اشخاص
 کی ذات سے جرائمِ مذکورہ بالا کا اٹھانا ناجائز و اطفالی نہ تھا میر و کاران ہاتھ

چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ مکانوں کے دروازے بند کر لئے۔ چو کہ موالیان خلفاء و
 شاہ صاحب وغیرہم باوصف ہدایت ہائے کثیر اسوقت تک کوئی صفائی پیش
 نہیں کر سکے۔ ہذا بنظر تمام حجت اشتہارات جاری کئے گئے۔ پچیس ہزار روپیہ
 کی طمع دلائی گئی کہ اسقدر روپیہ لیکر اپنے مرشدوں کے ذمہ سے الزام خیریت
 و افترا اٹھا کر خلفاء کا بایمان ہونا ثابت کرو مگر سب سو گئے اور سو پوشی اختیار
 کی متواتر احکام جاری ہوتے ہیں سپاہیوں کو تاکیدی پروانے دئے جاتے ہیں
 کہ پیر و کاران کو اطلاع دو جو الاتی بند بلا کی طوالت سے لکھ جاتے ہیں اگر اب
 یہی فن کی صفائی میں کچھ پیش ہو سکتا ہے تو داخل کرو ورنہ مقدمہ تجویز کر دیا
 جائیگا۔ کارپرداران و فائز تحقیقات اعانت کنندگان و ہواخوان شاہ صاحب
 وحید علی صاحب وغیرہ کے دروازوں کو تینہ کیا ہوا دیکھ کر بند مکانوں کی یوار
 پر اطلاع نامہ و اشتہارات چپاں کر کے واپس آتے ہیں پیر و کاران کے مخلو نہیں
 عجیب سیر و تماشہ ہو رہا ہے جس طرف نگاہ کرو۔ کہیں استقصاء لنگی آوی نظر
 آتی ہے کسی جگہ عبات الاوار کہیں طعن الرح ولد و زری کر رہی ہے اور کسی
 دروازہ پر ضربت حیدریہ ذوالفقار کی چمک دکھا رہی ہے۔ خیر مارا چہ ازین قصہ سے
 راحت ہے۔ جقدر یہ بلا میں پڑے رہیں بوجہ دی ہے کیا بھی تو پڑے ہیں پڑے ہیں
 دشمنان اہلیت کی حمایت نے دنیا میں جناب شاہ صاحب غیرہ کو یہ نتیجہ دکھایا کہ ان
 کے اقوال پر جو ایراد کیا گیا ہے اسکا کوئی دفع کرنے والا نہیں اور جگہ بروز قیام
 اہل اہم و ادخواہ ہوگی کہ خدایا یہ لوگ زبان و قلم سے ہمارے معاندین کے ممد و
 معاون ہوئے تھے اسوقت بارگاہ جبار و قہار سے سونٹہ برداروں کے نام
 یہ حکم شدید تاکید نافذ پذیر ہوگا کہ ایسے تمام تر علماء و حکمین کو جنہوں نے معاندین
 و متضیرین نمازان نبوت کی زبان و قلم سے امداد کی و خواہجہ کے ساتھ پیش کیا

رہے۔ اور مثلِ رُوباءِ مذکورِ غدراتِ لاطاعی کرتے گئے اگر صاحبِ
 ہدایاتِ الرشید اپنے بیان میں سچے تھے تو مطاعنِ شغین سے کسی طعن کو
 اٹھاتے فدک پر جو دعوتے مہم ہو کر حضرت امیرِ مہین کی گواہی پیش کا وہ خلیفہ
 اَوَّل سے ناقص و ناقابلِ تسلیم تجویز ہوئی۔ اُسکی کوئی علت صحیح بیان کی
 سیدہ کے گہر پر جو آگ اور لکڑیاں بیکرِ جنابِ عمرِ تشریف لے گئے تھے اُسکے
 جو ان میں دلیل قائم فرماتے حضرت شغین پر جو ترکِ رفاقتِ اُسامہ تاہم مان
 لگایا گیا اُسکا نشان مٹاتے تبلیغِ سورۃِ براءت سے جو حضرت ابو بکر کی مہم
 عمل میں آئی اُسکے وجودِ دل نہیں ارشاد فرماتے خامہ و قرطاس کے مقدس
 میں جو حضرت عمر کی روک ٹوک حسبِ تسلیم شاہ صاحبِ فعلِ شیطانی
 سے تعبیر کی گئی اُسکی دُستی فرماتے مالک بن نویرہ کے مقتول ہونے
 پر جو حضرت خالدِ سیفِ اشد سے ارتکابِ زنا ہوا۔ کسی وجہِ موجود سے جائز
 فرماتے حدیثِ اناسعاشرہ الانبیاء لانوفث ولا فہرث کا تطابق قرآن
 سے فرما کر خلیفہ صاحب کو سچا بناتے۔ ابنِ سعود صحابیِ جلیلِ القدر پر جو
 دربابِ اخذ و گرفتِ قرآن مار دیاڑ ہوئی اُسکا سببِ صحیح بیان فرماتے
 ابو ذر غفاری کے جلا وطن کرنے کا حال ظاہر کرتے شاہ صاحب نے جو حدیث
 طبرہ و حدیثِ تشبیہ وغیرہ کے وجود کو کتبِ سنتیہ میں بایں الفاظِ مفقود ظاہر
 فرمایا ہے کہ ایں حدیث درہج کتابے از کتبِ اہل سنت موجود نیست
 واد بطریقِ ضعیف اُن کی حقیقت و اصلیت مجلداتِ عبقات الانوار میں
 معائنہ فرما کر کوئی عذر واجبِ التسلیم پیش فرماتے صاحبِ عبقات نے
 حدیثِ طبرہ و حدیثِ تشبیہ و حدیثِ منزلت و حدیثِ ولایت و حدیثِ نور و
 حدیثِ غدیر وغیرہ کو بردہ قویات شاہ صاحب اس وضاحت ثابت کیا ہے

کہ ہر حدیث متذکرہ صدر کو متعدد علماء کے بیان سے مع توثیق راویان ظاہر
 کر کے شاہ صاحب کے کلام صدق نظام کا نقشہ دکھا دیا ہے۔ صاحب ایات الرشید
 پر واجب تھا کہ منجملہ امور مذکورہ بالا کے کسی ایک ہی معاملہ کو صاف
 کر کے ارباب نظر کو دکھا دیتے کہ ہنسنے شاہ صاحب کی ذات ستودہ صفات
 سے الزام کذب و غلط نویسی بایں عنوان اٹھا دیا کہ جبکا ابطال ممکن نہیں
 حضرت نے غضب کیا ہے ایک ہی فقرہ میں عقب گزاری کر لی اور یہ
 نہ سمجھے کہ شیعہ نے اس مضبوطی سے پیچھا دیا ہے کہ قیامت تک چھٹکارا
 ممکن نہیں۔ مؤلف ہدایات الرشید کے موافقین و موافقین سے پوچھتا ہوں
 کہ کیا اٹھا یہ عذر ایسا صحیح قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جس سے تحفہ کے جوابوں
 کا استرداد منجانب شیعہ غیر ضروری مقبوض رہو۔ ہم بریں بنا۔ ایسی جملہ کتابوں
 کی بابت جو کہ کسی کے رد مذہب میں کہتی گئی ہوں محض اتنی بات کہنے کی گنجائش
 مل سکتی ہے کہ کیا خاک جواب دیا جاوے وہ کتاب اس پایہ و مرتبہ کی نہیں
 ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں قلم اٹھا کر عمر عزیز و گران بہا وقت کو فضول طور
 پر ضائع و برباد کیا جاوے میں تعجب کرتا ہوں کہ مؤلف سو صوف نے سیر فرشتی
 صاحب کی کتاب کا جواب لکھ کر کیوں حرج اوقات کیا فقط اتنا شہر فرماتے
 کہ اہل سنت گھبرائیں نہیں ہم ضرور جواب لکھتے مگر چونکہ مردِ شیعہ کی تحریر
 بمصدق آنت جوابش کہ جوابش نہی۔ ناقابل اتفات ہے ہذا توضیح
 اوقات بھگدغا مض کیا گیا۔ جناب مولوی احتشام الدین صاحب مراد آبادی
 مؤلف رسالہ نصیحتہ اشیعہ نے جو ہندوستان میں یہ دعویٰ کر کے کہ ہم ان کتب
 شیعہ کا جو کہ برہہ تحفہ و شبہ الکلام لکھے گئے ہیں جواب دینے والے ہیں اہل
 سنت کو آمیدوار بودہ بداند بنا کر ان کے ارادوں کی کشت پز مردہ کو

آبیاری دوارتہ و قلم سے جو سنی شاداب کیا ہے حسب تجویز صاحب ایات الشریعہ
 بڑی ٹھوکر کھائی صاف لکھ دیتے کہ ہمارے مذہب کا ایسا آدمی تھوکر و
 شتہ انکلام و آیات مینات و بدیہ اشیعہ و ضربت حیدریہ وغیرہ کے جوابوں کا
 رد قلم برداشتہ لکھ کر پھینک دیتا۔ مگر چونکہ وہ جواب ایسے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں
 قلم اٹھانا مطیع کا بہر گسارنا ہے بنا برآں سکوت کیا گیا۔ نہ کو نقطہ اتنی بات
 و کہانی منظوری کہ مشکوٰۃ میں تفسیر پر جو مجرم کذب نویسی و غلط گوئی و حق
 پوشی منجانب شیعہ دار و گیر ہوئی ہے اسکا حضرات اہل سنت تاحال کچھ
 تصفیہ نہیں کر سکے اور بحدت عاجز و در ماندہ ہیں کہ خلاف عقل و نقل
 و سیرت علماء و داب علم کلام عدم جواب دہی کے اولویت و اوقیت ثابت
 کرنے پر بدلائل پورچ و دلچر آمادہ ہیں حاصل کلام بقول معروف امرہ یقین
 علی نفسہ یعنی ہر آدمی اپنی حالت پر دوسرے کی عادت قیاس کرتا ہے سچے
 کو تمام جہان سچا اور جھوٹے کو جھوٹا نظر آتا ہے خدا م جناب شاہ صاحب نے
 سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ پر حسب عادت خود خطبہ شد بلا فلاں مندرجہ منہج
 ابلاغتہ میں بلا اقامت دلیل حذف و اسقاط ابو بکر کا الزام قائم فرما کر
 اپنے مریدان و مقلدان کو بحدتے شادان فرمایا کہ جبکایاں نہیں۔ حقیر چلے
 عرض کر چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے جو سید پاک سرشت پر ابو بکر کے
 اثر دینے کا اعتراض وارد فرمایا ہے۔ منہر واجب تھا کہ حسب داب مناظرہ
 کسی ایسی کتاب شیعہ سے جو کہ بیخ ابلاغتہ سے مقدم ہوتی یہ بات ثابت فرماتے
 کہ فلاں کتاب میں ابو بکر کا نام لکھا تھا سید رضی جامع خطبات نے اسکو
 مٹا کر فلاں لکھا یا تاکہ اہل سنت کو گنجائش تسک و تثبت نہ رہے ایسا
 دعوئے بے سرو پا کہ جس سے تسلسل اسم جناب ابو بکر شاہ صاحب پایہ نبوت

کو نہیں پہنچا سکے کسی طرح قابل سماعت نہیں۔ سچ بولنا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ پس کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص بخلاف جیلت و فطرت خواہ مخواہ جھوٹ بولے یا غلط کہے البتہ جب کوئی غرض خاص نفس انسانی پر وارد ہوتی ہے تو وہ جھوٹ بولنے پر بہ مقتضائے اغراض حکم طبیعت مجبور ہو کر ارتکاب خلاف واقعہ کرتا ہے بعد سمجھ لینے اس گلیہ کے یہ بات قابل غور ہے کہ اگر درحقیقت خطبہ میں زبان گوہر فشان حضرت امیر علیہ السلام سے جناب ابو بکر کا نام جاری ہوا تو سید پاک تربت کو انہماک سمیت میں کون وجہ ملے ہوئی جس سے خلاف قاعدہ فطرت جھوٹ کہنے پر جبارت و مبادرت کی بلا غور و خوض یہ نتیجہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مضمون خطبہ محتوی و مشکل بہ تعریف ہے تو بے شبہ جامع خطبات نے بتقرق پوشی حضرت ابو بکر کا نام گم کر کے بنظر ابہام لفظ فلان لکھ دیا تاکہ حضرات اہل سنت کو شیوہ کے گلوگیر ہو نیکا موقع نہ ملے مگر ساتھ ہی اسکے یہ خیال کرنے کی قوی گنجائش ملتی ہے کہ ایسی صورت میں ممکن تھا کہ سید صاحب خطبہ کے باقی جملوں کو بھی بایں توہم کہ ازمنہ آئندہ میں کوئی نازک فہم اس خطبہ کا مقصود علیہ حضرت ابو بکر کو نہ سمجھ لیوے۔ قلم انداز فرما دیتے مگر چونکہ جناب سید نے اسکو لکھا ہے۔ لہذا بظاہر ہی مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اونکے نزدیک تمام تر ان الفاظ خطبہ مذمت پر مشتمل ہیں تحیف خطبہ کے مطالب ہدیہ ارباب نظر کر کے متدعی ہے کہ بغور و تامل اس کے مفہومات پر استدراک فرما کر یہ نتیجہ نکالیں کہ آیا خطبہ مطلب متعل بہ تعریف ہے یا مذمت اگر بلا دخل توہم و احتمالات بہت سید ہے طریقہ سے توصیف پیدا ہوتی ہے تو سید صاحب بلکہ تمام شیعہ ہر خفا پاک طینت کے تیر لامتناہی کا نشانہ بن سکتے ہیں اور بے شبہ خلیفہ صاحب ایسے ہی ہے

جیسا کہ حضرات اہل سنت اٹھو مانے ہوئے ہیں اور اگر مصنفوں خطبہ سے دست
در زالت بلکہ شیطنیت پیدا ہے تو نہ سید رضی علیہ الرحمہ پر الزام خیانت عائد ہوگا
اور نہ حضرات اہل سنت کو زانوئے مذمت سے سراوٹھانیکا موقعہ ملے گا۔
دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مؤلف ہدیتہ الشیعہ نے خطبہ موصوف
کے ترجمہ میں جو کہ آپ کو پہلے دکھایا گیا ہے کیا دخل در معقولات کیا ہے
بشد بلاذ فلاں کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ ابو بکر میں خداداد خوبیاں ہیں۔
حالانکہ عبارت سے یہ معنی کی طرح پیدا نہیں ہو سکتے قلیل العیب کو بے عیب
کہا ہے رونا غری دان ہی جان سکتا ہے کہ اُس کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں ہو سکتا
خوبی خلافت کی اُنکو نصیب ہوتی یہ بھی طبع زاد ہے اسکے متعلق کوئی عبارت
نہیں آگے چلے خلافت کے فسادوں سے یہ بھی ایجاد بندہ ہے من خطبہ کا
کوئی لفظ اس بات پر دلالت نہیں کرتا۔ واضح راستے ار باب انصاف ہو کہ
اس خطبہ کے چند جملے ہیں از انجملہ پہلے حصہ میں حسن انتظام کی توصیف مفہوم
ہوتی ہے اور ملکی انتظامات کی خوبی کا دینیات سے کچھ تعلق نہیں خطبہ مستدلہ
کا انشا ہونا بعد زمانہ جناب عثمان بیان کیا گیا ہے کیونکہ صاحب ہدیتہ الشیعہ
کا یہ لکھنا کہ حضرت امیر اپنے زمانہ خلافت کے مفاسد پر نظر کر کے ابو بکر کے عہد
حکومت کو یاد فرما کر بمقام تاسف ایسا فرماتے تھے اسی بات پر دلالت
کرتا ہے کہ فتنہ و فساد سے بھگد خروج بی بی عائشہ صدیقہ و علم و زہد
وغیرہ مراد ہے۔ پس ایسی حالت پر استنباب میں کہ جا بجا فساد کے جھڑکے
گڑھے ہوئے تھے اور یہاں تک مادہ جدال جو ش زن ہوا تھا کہ عورات
بہرہ نشین کو بھی ترنگ جنگ آگئی تھی اندرین صورت حضرت ابو بکر
یا عمر کے زمانہ میں جو انتظام سلطنت رہا اور کسی نے اُسکے رعب جلیل

یا دیگر موانع سے خلل اندازی نہ کی امن و آسائش سے تختِ خلافت پر دراز
 پا ہو کر بید غم نہ جسکو جاہ قتل کیا لوٹا گھر چلا یا دروازہ گرایا شہر بدر کیا اگر امن
 اوقات پر دشواریں حضرت ایتھ نے شیخین کی اس حالت کو یاد کیا ہو تو ایسے منتظم کو
 کیا ثواب بخروایا مل سکتا ہے اور نہ آج تک کوئی شیعہ اسکا مسکندہ ہوا کہ جناب عمر
 دابو بکر نے باتفاق حقوق مومنین اپنی ریاست کا عمدہ انتظام نہیں کیا اور اپنے
 ہم مشربان و مشرک بجلستہ و ادب اب مشورت کو پورا امن و امان بلکہ راحت
 و آرام نہیں دیا و دہ بزرگوں اور دین و دنیا کو ملا کر تقدی طور پر مدیترانہ کارروائی
 کرتے تھے نہ بالکل دیندار تھے اور نہ محض دنیا دار جیسا موقع دیکھتے تھے
 اپنی سلطنت کے احکام میں ویسا ہی عمل کرتے تھے۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ
 و جہاد و کل شرائع اسلام کو بجالاتے تھے یتیم و یتیم و بیوگان اُمت کے ساتھ سبکو
 و مراعات فرماتے تھے۔ اگر بظاہر ایسا نہ کرتے تو لوگوں کے طبائع اُسی
 منحرف ہو کر شجرِ بغاوت ہو جاتیں وہ سوائے خاندان نبوت یا اُن کے پیروں
 کے اور کسی کے دشمن نہ تھے اگلا منشا حقیقی یہ تھا کہ زندادۂ مافرجام تک براحت
 و آرام بسر کریں مگر خاندان رسالت ایسا تباہ و برباد ہو کہ نام و نشان تک
 باقی نہ رہے انہوں نے اپنے ارادوں میں ہر طرح کا سیاسی حاصل کی حیرت
 علی نے بیعت سے انکار کیا گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گئے فدک کو ضبط
 کر لیا خنس کو آل محمد سے روک کر محتاج محض بنا دیا جناب سیدہ کے شکم
 مبارک پر ضرب پہنچائی جس سے محسن معصوم شکم مادر میں شہید ہو گئے شریعت
 میں بدعت کی تردید کو جاری کیا حتیٰ علیٰ الجہا العمل کو اذان سے سلسلہ
 کر کے الصلوٰۃ خیر من النوم کو داخل کیا متعہ کو حرام کر کے اہل اسلام
 کو زنا کاری کا عادی بنا دیا موالیانِ اہلبیت سے مالک بن نویرہ کو

بہ جرم محبت مرتضوی حیلہ ردت پیدا کر کے قتل کر ڈالا خالد بن ولید
 نے اسی شب اس ہومن مرحوم کی زوجہ سے مقابرت کی مگر خلیفہ اول
 نے باوصف اعتراض دینہ جناب عمر اس مقدمہ کو نقشہ حرف (ب)
 میں داخل کر کے خارج کر دیا عمار یا سر کو اتنا مارا کہ بیہوش ہو گئے حالانکہ
 بیچارے نے کوئی قصور نہ کیا تھا اصحاب رسول نے مجتمع ہو کر درباب
 معاتب عثمانی ایک یادداشت مرتب کر کے بغرض انتباہ ثالث باخیر سبیل
 سفارت اُنکے حوالہ کی تھی حضرت عمار یا سر نے دربار میں پہنچ کر وہ تحریر
 پیش کی تھی کہ غلامان جناب عثمان نے مصاحب رسول پر کفش کاری
 و لکد زنی کر کے پادستے دگرے دست بدست دگرے - بارہ پتھر باہر
 کر دیا - ابوذر غفاری کو کلمہ حق کہنے سے بعد عذاب و عقوبت شکنک اوٹ
 پر بٹھا کر دکنو مدینہ سے نکال دیا چونکہ حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ بوجہ
 بغاوت بی بی عائشہ صدیقہ وغیرہ غایت درجہ ہڈ شور تھا اور عرب میں یہ
 شے کا ساحال ہو رہا تھا لہذا حضرت امیر علیہ السلام نے اگر اس زمانہ سختی
 کی جو کہ خواص کے لئے پُر امن و امان تھا تعریف کی ہو تو کیا بیجا ہے اور تظلم
 کرنیوالے کو اس سے کیا شرافت دینی مل سکتی ہے قرآن پاک میں نصاریٰ
 کی تعریف اس سے بھی کچھ بڑھ کر موجود ہے آیہ مبارکہ وَلَقَدْ نَا أَوْفَعَهُمْ مَّوَدَّةَ
 الَّذِينَ قَالُوا لَا تَنْصَارُوا ذَالِكِ يَأْتِ مِنْهُمْ قَسِيئِينَ وَرَهْبَانًا أَهْلًا
 لَا يَسْتَكْبِرُونَ حفظ طلب ہے جس میں انکی عبادت و دانائی و فروتنی کی تعریف
 کی گئی ہے نو شیر و ان عادل کی عدالت کا کہ بالاترین اوصاف حمید کھواں
 ہندیدہ ہے خود انحضرت نے اعتراف فرما کر اسکے زمانہ حکومت میں اپنی
 ولادت پر فخر و مبارکات فرمایا ہے قول سعدی شاہ ہے سز دگر بد و نیش

بنازم چنان کہ سیدہ و مردان نوشیروان پاپس ثابت و محقق ہوا کہ عہد کی انتظام
 ریاست کی تعریف ایمان کو کوئی تقویت نہیں دے سکتی اور نہ جلت خلافت کی
 دلیل ہو سکتی ہے۔ بسا سلاطین کفار و فجار ایسے گزرے ہیں کہ باعتبار ریاست
 مدنی و تدابیر جہان بینی مدح و ستائش یا دکتے جاتے ہیں بیخین کے زمانہ میں۔
 جو ترقی مملکت ہوئی اس سے علویت اسلام نمایاں ہوتی ہے نہ کہ انکی صحیح خلافت
 اس لئے کہ بخاری شریف میں حدیث صحیح موجود ہے کہ ان اللہ یؤکدھذا الدین
 بالرجل الفاجر یعنی تحقیق کہ خدا اس دین کی امداد کرے گا۔ بذریعہ اشخاص بد کردار
 و ناجائز تمام اہل سنت کو اس بات پر ناز ہے کہ حضرات خلفائے زمانہ
 میں جو فتوحات ہوئیں وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئیں پس باعتبار ترقیات
 و توسیعات ممالک و حصول فتوح اُنکو خلیفہ جائز سمجھ کر ابرار تصور کرنا
 بخاری شریف کو صحاح سے خارج کرنا ہے۔ سوائے انہیں خطبہ میں جسکو
 حضرات اہل سنت محمول بہ توصیف فرما کر شادی کنائیں ہیں شخص موصوف
 قلیل العیب ظاہر کیا گیا ہے۔ مہلا کوئی عاقل اس جملہ کی محدث تعریف کر سکتا
 یہ تو صاف بات ہے محاربانِ نفس رسول اعنی بی بی عائشہ و طلحہ و زبیر و
 حضرت معاویہ و غیر تم سے جو معیوب ظاہر ہوئے اُنکے مقابلہ میں وہ شخص
 جس سے خطبہ متعلق ہے بظاہر کم عیب رکھتا تھا پس ادلی الامر کے لئے
 جس کی اطاعت قرآن پاک میں بذیل فرمانبرداری خدا و رسول مقرر
 ہوتی ہے۔ قلیل العیب ہونا کوئی صفت نہیں بلکہ سخت عیب اور ہندب
 طریقہ کی مذمت ہے۔ افسوس ہے اُن مسلمانوں پر کہ معیوب و جائز خطاکو
 اپنا پیشوا گردان کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری ہر خات امروہی کو ہوتا
 سمجھیں بقول شہومع خفیہ برا خفتہ کے کند بیدار ع او خوشن گم است کہ امیری

قاسمی کا نتیجہ موافق فسق و فجور اور کیا ہو سکتا ہے اسی جہت سے کسی شاعر
 نے کہا ہے سہ سنی کہ روزِ حشر شفیعش عمر بود و کوردگر عصاکش کو ردگر
 بود و چونکہ بحکم قرآن و حدیث متفق علیہ کل خلائق بر ذقیاست اپنے اپنے
 امام یعنی سردارِ گروہ کے نام سے چھاری جائیگی۔ لہذا جس گروہ کے
 امام کا ذب و غادر و خائن و آثم و ظالم و فاجر ہوں گے وہ انکا گوشہ
 دامن سہناتے ہوئے ہوں گے اور جس گروہ کے امام امیر المومنین امام المتقین سید
 الوصیین و یعوب الدین و قائد العز الجلیل و قائل المشرکین و حارب الناکثین و
 مارقین و قاسطین ہوں گے وہ زیرِ لوا احمد ہو کر بقول سعدی شیرازی علی
 من دوست و امان آلِ رسول پادشہیتِ طاہرہ کا دامنِ رحمت و دونوں دونوں
 سے مضبوط پکڑے ہوئے ہوں گے۔ ایک فقرہ یہ ہے کہ سیدھا کیا کچی کو اور
 اصلاح کیا ستونِ دین کو اور قائم کیا سنت کو۔ البتہ جہلا کے لئے یہ فہرات
 بظاہر کچھ دلچسپ معلوم ہوتے ہیں مگر وہی شے ہے کہ مدعی سنت کو اہِ حُجّت
 خلیفہ ابوبکر صاحبِ اپنی زبان گو ہر فشاں سے سردِ ربارِ رعایا کے سامنے
 یہ الفاظ ارشاد فرمائیں کہ ان لی شیطانا یعدینی فان استغثت فاعینونی دان زغت
 فقوتی یعنی مجھ پر شیطان تسلط ہے پس اگر تم لوگ مجھ کو کچی پر دیکھو تو تمہیہ کر دو اور
 اگر راستی پر دیکھو تو میرے معین ہو شاہ صاحب چونکہ فرزانہ کاری و عاقبت
 اندیشی سے واقعات و بدیہات کے انکار کرنے میں آندھی ہیں۔ لہذا غیبیہ کے
 اس اعتراض پر کہ خلیفہ صاحب اپنی کچی کے خود متبر ہوئے ہیں ایسے گھبرائے
 کہ قطعی انکار کر بیٹھے چنانچہ جواب طعن ہشتم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنی روایت
 و مکتبِ معتبرہ اہل سنت۔ مع تنہا پس اگر حضرات اہل سنت کے کتبِ معتبرہ کی
 روایت مذکور الصدر برآمد کر کے دکھا دی گئی تو پھر غالباً کسی مردِ باالغاف

کو شاہ صاحب کے جھوٹے اور خلیفہ جی کے مائل بجی ہونے میں کلام نہ رہے گا
 کتاب ابن تیمیہ جواب تنہاج الکرامۃ وکنز العمال وریاض النظرہ و تاسیخ طبری
 و تاسیخ خلفاء و صواعق محرقة ابن حجر مکی وغیرہ میں جناب خلیفہ صاحب کا ایشاد
 بالا درج ہے شاہ صاحب نے بنظر دور اندیشی خلیفہ کے بیان صدق نظام
 کو ظاہر و باطن بطل خلافت سمجھ کر روایت مذکورہ کے وجود کا کتب سنتیہ میں
 انکار کیا تھا مگر قدرت خدا لایق تاشلب ہے کہ اسی روایت پر ابن تیمیہ سرخیل
 مسکین سنتیہ و حسن بصری پیشوائے صوفیہ نے نہایت نازک کر کے فضائل ابو بکر
 میں ایک گوشہ نکالا ہے۔ چنانچہ عبارت کنز العمال ہدیۃ ارباب بصیرت
 کیجاتی ہے عن الحسن ان ابابکر الصديق خطب فقال ما والله الا نابعيركم
 ولقد كنت لمقامي هذا كارهًا ولوردت ان فيكم من يكفيني اقطنوني
 اعمل لسنة رسول الله اذا لا اقوم بها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
 يصوم بالوحي وكان معه ملك وان لي شيطانًا يعتريني فاذا غصبت فاجتنب
 لا او ثقي اشعاركم و ابشاركم الا فراعوني وان استقممت فاعينوني
 وان زغت فقد موتي قال الحسن خطبة والله ما خطب بها بعد
 ملاحظہ ہو کہ حسن بصری نے کل مضمون مثل شیعہ روایت کر کے آخر میں بڑی
 طرح و ستائش جناب ابو بکر میان فرمائی ہے اور وہ تمام تر معاملہ جس کی کتب
 اہل سنت میں موجود ہونے سے خوف زدہ ہو کر شاہ صاحب نے انکار
 کیا تھا بیان فرما کر جن جن سے محمول بہ ہضم نفس و فروتنی کر کے قوی طبیعت
 سے ایک قرینہ توصیف نکالا ہے ہر چند کہ عجز و انکسار ہر فرد بشر اور خصوصاً
 ذمی رتبہ و صاحب وجاہت کے لئے اعلیٰ درجہ کی صفات میں شمار کیا گیا
 ہے۔ مگر ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے وارد کسی کمال یا جاہ و جلال سے

گردن افراشته ہو کر دعویٰ فردیت کرنا البتہ یہ مذموم ہے کیوں ناظرین آپ
 نے سننا ہے کہ سوائے جناب ابو بکر کسی امام یا مرشد و مادی خلافت نے سرمہر
 مریدوں کے سامنے اپنی ذات کو تابع شیطان و خلافت کا گمراہ کر نیوالا۔
 بیان کیا ہو۔ سچ بات یہ ہے کہ ابو بکر صاحب علوم دینیہ میں پاس یافتہ نہ تھے
 کہ جس سے حسب منشا خدا و رسول مہمات شرعیہ کو انجام دے سکتے یہ علوی حق
 ہے کہ ان کی زبان سے بمقام اعتراف خود بخود یہ کلمہ مسیاختہ جاری ہو کر
 دستاویز شیعیان و ندامت دہ نشینان ہو گیا۔ بجلا جو شخص کہ باوصف صدیق
 ہو نیکی بلا اگر اہ واجبار اپنے اوپر تسلط شیطان کا اقرار سردر بار کھے
 اُسکو حکم اقرار العقل علیٰ نفسہم مقبول کیوں نہ سمجھا جاوے اور جبکہ بقول احسن
 بصری مذکورہ بالا مندرجہ کثیر احوال خطبہ واللہ ناخطب بہا بعدہ یہ کلمہ ایسا
 وقار رکھتا تھا کہ بعد ابو بکر کسی فرد بشر نے ایسا خطبہ نہیں پڑھا تو شاہ صاحب
 نے کتب اہل سنت میں اُسکے موجود ہونے سے انکار کر کے اپنا اسم سامی و
 تام گرامی باین تجتر وہمہ دانی افراد و دروغ گویان و کذب نویسان میں کیوں
 درج کرایا معلوم ہوتا ہے کہ بندگان شاہ صاحب نے اُسکو صریحاً و بدیہاً قلع
 بنیاد خلافت بحجہ کردہ انکار کہ اُس سے پہل تردد و سراطریقہ ممکن نہیں اختیار فرمائی
 کاش اُسکے ذہن عالی میں حسب مطلقہ محسن بصری یہ خطبہ داخل کسر نفسی ہوتا تو زمین
 و آسمان ایک کر کے وہ وہ پہلو نکالتے کہ حضرات اہل سنت فرط مسرت سے
 وجد کر کے نمونہ مشائخ صوفیہ بنجاتے مگر خیر گزری کہ حضرت کے فہم رساد فکر
 عالی نے اس طرف توجہ نہ کی اُحاصل ایسا آدمی مذہب کی خرابیوں کو کیا کشت
 کر سکتا ہے جو کہ اپنی جہالت کا خود مقرر ہوا و ردین میں وہ کیا خرابی واقع
 ہو گئی تھی جسکو جناب ابو بکر نے بزور تدابیر صائبہ درست کیا۔ روز نزول یہ

الیوم اکملت لکم دینکم سے دین نبوی کامل ہو چکا تھا پھر نفس اسلام میں بغض کوئی
 نقصان عائد نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تاقیامت ہو گا پھر حضرت ابو بکر صلی
 دین نبوی کیونکر سمجھ جاسکتے ہیں اور اگر حضرات اہل سنت کو یہی اصرار ہو گا
 کہ ہمیں خلیفہ اول سے ضرور تہذیب و تربیتی اسلام عمل میں آئی تب انکو چارہ
 ناچار اقرار کرنا پڑے گا کہ آنحضرت کوئی نقص چھوڑ گئے تھے جسکو خلیفہ صاحب
 نے صاف کیا ہم سے سنت وہ اور یہی خرابی آگئی تھی جسکی اصلاح کا خطبہ نبوی
 میں اشارہ ہے بے شبہ اس گچی کو خلیفہ اول اور اس کے نفس ماطفہ حضرت
 دوم نے بایں خوبی و اسلوبی درست کیا کہ جماعت اہل اسلام میں سوائے
 ان دو بزرگواروں کے ممکن نہ تھا کہ کوئی اور صاف کر سکتا یا اتفاق
 محدثین و ارباب سیر خباب امیر علیہ السلام خواستگار خلافت رہے مگر حضرت
 ابو بکر اور اس کے ممبران کونسل نے نہ مانا نہ کاش علی المرتضیٰ خلیفہ ہو تو حسب
 عقیدہ اہل سنت دین نبوی میں رخصت عظیم پڑ کر سلطانی سخیل بے بے ایمانی ہو جاتی
 اس خرابی کو حضرات خلفائے غایت ہوشیاری و فرزاند کاری سے بہ تہذیب و
 سوزی و مواعید شدیدہ دفع کر دیا اگر وہ حضرات آل محمد پر ایسی سختی و سیرجی
 کرتے تو بیشک ریاست جسکی بنیاد سقیفہ بنی ساعدہ میں قائم ہوئی تھی بر باد جاتی
 فقرات مذکورہ بالا کی قدر و تفصیل طلب تھے اور مضمون مابعد ایسا صاف
 بیان کیا گیا ہے کہ جس کو محمول بہ مدح کرنا کارسزا و چمکاس ہے از تجلہ ایک
 فقرہ یہ ہے کہ خلف البدعہ جسکے یہ معنی ہیں کہ پیچھے چھوڑ گیا بدعتوں کو گویا
 بجائے باقیات الصالحات خلیفہ صاحب نے بدعتوں کو یادگار چھوڑا کہ
 جب کا بغیر قیامت تک ختم نہ ہو گا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ
 میں خلف البدعہ کے یہ معنی لکھے ہیں کہ پس پشت ڈال گیا بدعتوں کو اس ترجمہ کی شان

ثابت ہوتا ہے کہ بعد حضرت ابو بکر چونکہ خلافت جناب عمر ہوئی وہ حسب ارشاد
جناب امیر سر اسرملو از بدعتہائے کثیرہ تھی۔ کیونکہ جب خلیفہ اول نے پشتارۃ
بدعات کو اپنی کمر سے پھینک کر پس پشت ڈالا تو اسکے پیشتیان یعنی حضرات
عمر نے اُن بدعتوں کو گری بڑی چیز سمجھ کر اُٹھا لیا۔ پس بدعت کا چھوڑنا
اور چھوڑی ہوئی چیز کا سنبھالنے والا ہر دو فاسق ہو گئے اور خلافت فاسق کسی
طرح قابلِ جواز نہیں دحل و ترکہم فی طریقہ منتعبدۃ لاہم متبعۃ فیہا الفضل لاہم متیقن لاہم متبع
اسکا ترجمہ مولوی محمد قاسم صاحب موصوف نے ہدیۃ النبیع میں نہایت بجا و
کر کے غایت دیانت و امانت سے یہ کیا ہے۔ چلنے اور لوگ مختلف ستون
میں حیران ہیں۔ کہ نہ گراہون کو راہ ملتی ہے اور نہ ہدایت والوں کو اپنی ہدایت
کا یقین ہے۔ مولوی صاحب نے اس قرینہ کے ترجمہ سے یہ مطلب نکالنا چاہا
تھا کہ وفات ابو بکر سے اسلام پر ایسا سندس ہڑا کہ مسلمان تخیر ہو کر رہ گئے بادین
غواہیت ہو گئے۔ تعجب ہے کہ رحلت بنی صلعم باعثِ وحش و تخیر اہل اسلام نہ ہوئی
اور حضرت صدیق کی وفات ایسی برہم نہ نہ اسلام ہوئی کہ نہ گراہون کو راہ
راست ملی اور نہ ہدایت والوں کو اپنی صحتِ ایمان پر یقین رہا۔ وفات کیا تھی
تو یا آندہ تھی کہ سب برہم و برہم ہو گئے شاہ صاحب نے فقرۃ مذکور کا جو ترجمہ
کیا ہے اسکو بھی سن لیجئے اور پھر دیکھئے کہ مولوی نالوتوی کس حد تک راہِ حق
دیانت ہوئے ہیں۔ کوچ کرد و داگداشت مردم را در راہ ہائے شاخ و طغیان
نہ ہدایت میابد دریں جاگراہ و نہ یقین میابد راہ یاب۔ اس عبارت کو اردو
میں اس طرح کہا جائیگا کہ چھوڑ گیا یا ڈال گیا خلقت کو ایسے ٹیڑھے راستوں پر کہ
راہِ حق کا پتہ و سرخ نہیں چلتا سبحان اللہ کیا بابرکت زمانہ تھا کہ عوام اہل اسلام
ڈانواں ڈول ہو کر حیران و سرگرداں کو چہ تخیر دی تھے فقرۃ داگداشت دم اور راہ

ہائے شاخ و در شاخ۔ خود کہہ رہا ہے کہ حضرت ابو بکر نے خلافت کر کے مسلمانوں
 کو ایسے پرتھرا راہ پر چھوڑا کہ اپنے دین و ایمان سے دست کش ہو کر مذہب
 ہو گئے خیر گراہوں کا تغیر ہوتا تو بجائے خود دھڑیک ہے یہاں تو یہ پتھر ٹپے
 کہ خلافت آپ نے اپنے دوران خلافت میں تحم نفاق و اختلاف کی بجائے تحم
 ریزی کی کہ اہل ایمان ہی جادو ہدایت و استقامت پر قائم رہے واد کیا خوب
 خلافت کی اور حضرت عمر نے کیسے اچھے زمانہ میں چارج لیا اسے اہل انصاف
 ٹکڑوں کی قسم دیتا ہوں جسکو تم پتا خدا ماننے ہوئے ہو یہ خطبہ با وصف
 ایسے فقرات موشیہ قابلیت رکھتا ہے کہ اہل سنت اُسکو بمقابلہ شیعہ پیش
 کر کے اُنکو مجبور کریں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے خلیفہ حیو کی حقیقت تعریف
 فرمائی ہے تم ہی بدل اُنکے ماح و مومنتف بنو سوحا شا و کلا اس قسم کی تعریف
 سے بھوکھا اگریز ہو۔ ہمارا تو یہ عین نزہت ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے اپنے دوران
 حکومت میں وہ وہ کار و ادایاں شروع کیں کہ اسلامی طاقت منقسم و منتشر
 ہو کر دیہ و فاس سے نفاق پر پہنچ کر مسلمانوں کے لئے بمرتبہ مضرت رساں ہو
 کہ عموماً تاریکی نے گھیر لیا اگر یہ لوگ تحم نفاق نبوتے تو آج اہل اسلام کی یہ
 حالت کیوں ہوتی کہ ایک کا ایک دشمن نظر آتا ہے اس خطبہ کے الفاظ اگر جاری
 لگا یا نظر انصاف سے دیکھے جائیں تو بلاشبہ اُسکا مقصود علیہ پے درجہ ایمان
 بلکہ ہم پتہ شیطان گردانا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کام شیطان با فرجام ہی کہے کہ خلافت کی کھانچ
 میں ایسے وساوس و توہمات پیدا کرے کہ مشکوک و مذہب ہو کر صراطِ مستقیم
 سے روگرداں ہو جائیں۔ بھلا اللہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ سید رضی علیہ الرحمۃ نام کا
 سر قمر اللہ بلا فلاں نہیں لکھا بلکہ فلاں کو یہی الفاظ پہنچے تھے اگر ابو بکر کا نام اُنکو ملتا تو
 کیوں چپا تے بلکہ کوفت کر نی غرض یہی تھا کہ علی لکھو کیونکہ یہ خطبہ بظن تقصیر و جرح ایمان

ہوا ہے نہ کہ بمراد تعریف و توصیف معلوم ہوتا ہے کہ سید پاک تربت کو بعد ختم تحریر
 خطبہ ثابت ہوا کہ مراد ابجگہ عمر سے ہے چنانچہ انہوں نے اُنکا نام بیچ ابلا غیر
 لکھ دیا۔ ابن ابی احمید معتزلی نے جو کہ مثل اہل سنت معتقدِ صحتِ خلافت خلفائہ ثلاثہ
 ہے۔ شرح بیچ ابلاغہ میں لکھا ہے کہ میں نے سید صاحب موصوف کے ہاتھ کا لکھا
 ہوا نسخہ بیچ ابلاغہ دیکھا ہے جس میں فلان کے نیچے عمر کا نام لکھا بتایہ قول دیکھ کر بڑی
 حیرت ہوتی ہے کہ سید رضی کو ابو بکر سے کیا عداوت تھی کہ اس پر پچارے کا نام
 کا گھر عمر کا اسم گرامی لکھ دیا بافتقا قبا شیعہ و سنی جس قدر ظلم و جبر اہل بیت نبوی پر
 ہوا یا کہ ارشاد ہدایت بنیاد آنحضرت صلعم پر الزام بذیان لگا کر نفاذ پذیر ہو
 دیا۔ یہ سب حضرت عمر کی رائے عدالت پر رائے کا نتیجہ تھا پس ایسے موسس اساس
 ظلم و جور کا نام حسب تسلیم ابن ابی احمید توضیحاً و تقریباً زیر فلان لکھنا ساقط کثرت
 الزام سرقة مضرحہ تحفہ وغیرہ ہے اندرین صورت عقل کبھی مجوز نہیں ہو سکتی کہ
 بخیاں کچن فضائل ابو بکر جناب سید نے حضرت عمر کا نام لکھا ہو۔ کیونکہ ہرن کا
 بہائی جکارا جیسے ابو بکر ویسے ہی عمر بلکہ حضرت عمر میں اتنی فضیلت بمقابلہ جناب
 ابو بکر زیادہ ہے کہ وہ حسب مرویات شیعہ فرعون آل محمد و ظالم اول مانے گئی
 ہیں غور تو کیجئے کہ یہی سید صاحب خطبہ شفقہ کو جو کہ حسب تسلیم صاحب قلموس
 و درامات اللیب و سبط ابن جوزی و ابن اثیر وغیرہ حضرت امیر کا کلام
 ہدایت نظام ہے در بیچ ابلاغہ فرما کر حضرت ابو بکر کا بختی آل نبی و فدو جناب
 مرتضوی ظالم و جابر ہونا ظاہر کریں اور پیر اس قسم کا معنوں ہی لکھیں کہ جس
 تصیف ابو بکر یا جناب عمر پیدا ہوتی ہو ایسا الزام تناقض کلامی وہ اپنی ذات
 کے لئے کیوں پسند فرماتے جسکو ادلئے عقل والا ہی گوارا کرنے میں سخت
 مضائقہ کرتا ہے۔ پس بوجہ کما ینفی ثابت و محقق ہو گیا کہ سید جنت آرا مگاہ

نے حضرت ابو بکر کے نام کا سہرہ نہیں کیا بلکہ مضامین مطالب خطبہ کو توہین و
 مذمت پر مشتمل سمجھ کر بہ نظر تذلیل و تحقیر حضرت عمر درج کتاب کیا ہے تاکہ مسلمانوں
 پر ظاہر ہو جاوے کہ باوصف عمدت انتظام سلطنت و ریاست حضرت امیر
 انگو بدتر از زندہ و مجوس جانتے تھے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جناب سید رضی
 علیہ الرحمہ نے نسبی و شیعہ دو نوگروہ کے راویوں سے خطبہ جمع کر کے بیچ البلاغ
 کو ترتیب دیا ہے چونکہ ابن ابی الحدید شایع بیچ البلاغ نے بروئے اظہار
 حلقی سید صاحب کے دستی لکھے ہوئے نسخہ میں حضرت عمر کے نام گرامی کا جو
 ہونا ظاہر کیا ہے لہذا میں اُس بیان کی تائید میں کتاب الموافقت سے
 ایک خطبہ بشان عمر نقل کر کے ارباب نظر کو دکھائے دیتا ہوں کہ جیسے فقرہ
 والفاظ خطبہ مستندہ مولوی محمد قاسم کے ہیں اُسی کے قریب قریب بلکہ بہت
 ہوتے کتاب مذکورہ میں بھی حضرت عمر درج میں۔ ابن سمان نے زفر بن
 حکیم سے روایت کی ہے کہ جب جناب دوم اپنے مقر اصلی کو سدبارے
 تو ہم لوگ حضرت علی کے پاس گئے بعد ذکر و اذکار خلیفہ صاحب کی ملوٹھی
 کا ذکر آیا۔ اُس وقت حضرت امیر نے متالم اور متأسف ہو کر فرمایا۔ اللہ وریا کنت عنہ
 عمراء قوم کاودود وادی العد مات نقی الثوب قلیل العیال عمر اذہب لالستہ و اتقی
 الفتنة واصاب الله ابن خطاب خیر ہا و خی عن شہا و لقد نظر لہ صاحبہ فصار علی
 الطریق ما استقامت ثم قال فقال رجل لمرکب فتشعبہم الطريق لا تھک الضال
 ولا یستیقن المہتدی سبحان اللہ حضرت مرتضوی کی زبان گوہر مثال سے
 بہرہ و خلفائے نامدار کو ایک ہی قسم کا خطاب قلیل العیب و بدراہ کنتہ و خلائق
 عنایت ہوا۔ حضرت عمر نے نبی دنیا کو ترک کر کے مسلمانوں کو ایسی ہی حالت میں
 چھوڑا کہ نہ مگر اہوں کو راہ حق علی اور نہ اہل یقین کو اپنے سچے مسلمان باایمان

ہونے کا منظر یہ کتاب الموافقت کی عبارت نے عجب گل بھلایا تینوں اہل حق کو یکسر باطل کر دیا۔ کیونکہ اگر حسب مذہب اہل سنت خطبہ موصوف کا تعلق حضرت ابو بکر سے ہے تو انہوں نے خلافت کو بروئے وصیت منتقل فرما کر انبار بدعات حضرت عمر کی گردن پر رکھا اور گمراہوں کو راہ حق کا نہ ملنا اور لوگوں کا مختلف راہوں میں سرگرداں ہونا اور صاحبانہ یقین کا اپنی صحت ملت پر رونق کٹی ہونا یہ سب بد فاعل حق میں لازم آئیگا اور اگر حسب روایت کتاب الموافقت پیشگاہ جناب مرتضوی سے حضرت عمرؓ کی اسی طرح کے خلعت فاخرہ سے مخلع ہو چکے ہیں جو کہ حسب تسلیم اکابر اہل سنت سے حضرت ابو بکر کو عطا ہو چکا ہے تو اُنکے بعد چونکہ خلافت عثمان ہوئی ہے تمام امور مذمت مندرجہ خطبہ کا وقوع اُنکے وقت میں لازم آئیگا۔ پس جو باطل و ایجابات کما ینبغی ثابت و محقق ہو گئی کہ نہ جناب سید رضی نے ابو بکر کے نام نہ لیا اور نہ خطبہ سے سوائے مذمت کوئی مدحت پیدا ہے بجز اُنکے کہ خطبہ کے تمام متعلقات سے فراغت پائی۔ علاوہ تمام امور استمراۃ صدر کے ہم اہل انصاف کی رائے پر محمول کرتے ہیں کہ اُن تمام پر معاملات یعنی غصب خلافت و ضبط فذک و محرومی خمس و آتش زنی بخانہ نبوت و سقط محسن وغیرہ وغیرہ مجہد تحفہ و منتہی الکلام اور اسکے جوانوں کو میزان عدل کے ایک پلہ میں کہیں اور یہ چند الفاظ خطبہ مختل النظام کہ جس سے بحالت تعریف ذہنی مذمت آتی سرکھا و بدیہا پیدا ہے دوسرے پلہ میں پھر دیکھیں کہ سنگین دوزین کو نسا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضمون خطِ ابتدائی جو کہ منجانب مؤلف فاضلِ ستی کی خدمت میں مرسل ہوا

بجانب مستطاب مولوی محمد قاسم صاحب زاد عنایتہ، پس از سلام سنون الاسلام مدعاظرہ پیر صمدہ دو سال کا ہوا کہ آپ نے دو سوال ببقامِ کلیتہً بخدمت مولوی سید بہادر علی شاہ صاحب پنجابی پیش کئے تھے ایک کشف الغمہ و دوسرا نیچ ابلاغہ سے سوال کشف الغمہ یہ تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے جو اب ایک سائل کے بجا از حلیہ سیف خلیفہ اول کو صدیق بیان کیا ہے۔ اُسکا جواب منجانب مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی یہ ہوا اٹھا کہ کتاب مذکور در اصل شیعہ کی ہے مگر راوی سبط ابن الجوزی سنی المذہب ہے اُس کی روایت اہل تشیع کے ساکت کرنے کو کافی نہیں چنانچہ آپ کی جانب سے بعد ملاحظہ کتاب مذکورہ کوئی رد پیش نہوا۔ پس مفہوم ہوا کہ آپ صدق ہوئے نیچ ابلاغہ سے اپنے یہ سوال استخراج کر کے پیش کیا تھا کہ خلیفہ اول کے زمانہ خلافت کی حضرت امیر نے تعریف کی اُسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ خطبہ میں لفظ فلاں ہے آپ ابو بکر کیوں بیان فرماتے ہیں اور بعض اگر اُس خطبہ کو حضرت ابو بکر سے تعلق سمجھا ہی جاتے تو خطبہ کی عبارت آپ کی ذہنی تعریف سے واقعی مذمت میں زیادہ بڑی ہوتی ہے چونکہ آپ مبادی فی بحث ہو چکے ہیں۔ لہذا ہلکوبھی موقع ملا کہ آپ کے ہی کتاب کے بعض مطالب دریافت کریں اول یہ کہ صحیح مسلم کی صحاح میں کس درجہ پر مستبر ہے اور بصورت اعتبار اُسکے جملہ اقوال قابلِ استدلال

ہیں یا نہیں۔ کتاب بوصوفہ میں درج ہے کہ حضرت امیر اور جناب عباس ایک معاملہ میراث میں بحث کرتے ہوئے خلیفہ دوم کے پاس آئے اور وہ ایسا معاملہ تھا کہ جسکو خلیفہ اول فیصل کر چکے تھے۔ جواب خلیفہ صاحب نے بیان فرمایا کہ تم دونوں نے اس معاملہ کے فیصلہ میں ابی بکر کو کاذب و غادر و فحاش و آخر سمجھا حالانکہ وہ ایسے نہ تھے اور مجھ کو بھی تم ویسا ہی جانتے ہو خدا شاہد ہے کہ میں ان جملہ صفات کا ضد حقیقی ہوں۔ چونکہ عمر صاحب کے اس بیان پر سب نے سنا تھا کہ حضرت امیر کوئی عذر پیش نہیں ہوا۔ تو دریافت طلب ہے کہ کیا فی الواقع یہاں جناب حضرت امیر علیہ السلام ان دونوں بزرگواروں کو ایسا ہی جانتے اور سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت عمر نے ظاہر فرمایا اور حضرت کا ایسا سمجھنا ضرور عدالت بخین ہو سکتا ہے یا نہیں جواب باصواب غایت ہو وے فقط راقم سید سجاد حسین ۲۲ جولائی ۱۸۹۱ء

نقل مطابق اصل جواب فاضل سنی المذہب بنام مؤلف

سید سجاد حسین۔ بعد تسلیم صحت و وثوق روایت مقرر مدعا ہوں کہ کلام صحیح مسلم و ہم میں ڈالنے والا نسبت ثابت ہونے صفات مذکورہ کا بخین بخین حضرت علی کی طرف سے ہے اور بوجہ اس وہم کے مزمل عدالت بخین نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ محض سکوت سامع صفات ذمیمہ یعنی علی مرتضیٰ انجناب متکلم یعنی داؤد حضرت علیؓ صراحتاً یا کنایتاً اقرار کیا انکارا مثبت یعنی ثابت کرنا ان صفات ذمیمہ کا مثبت نہ یعنی بخین ہو کر مزمل عدالت نہیں ہو سکتا اور اگر اقرار دیا جائے تو امام سجاد رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت حسن مثنیٰ داؤد امام حسینؓ نے جمع صحابہ

معتقدین میں اُن صفاتِ مذمومہ و مذیہ سے متشکف کیا کہ جسکو صاحب کشف و کشف نے بالغہ صاف تو لکھ من الرذیل شیئا نقل کیا اور بجانب حضرت سجاد کو کوئی عذر پیش نہیں ہوا۔ نسبت اُن عیبوں کے جو آپ کی طرف لگائے بلکہ رات کو مکان پر جا کر اُن صفات کی تصدیق کر کے فرمایا کہ اگر یہ سچ ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر جھوٹ ہو تو خدا سچے بخشے پس سائل کے نزدیک بموجب اس روایت کے کہ انہار صفات ذمہ و سکوت امام مہرِ امتِ مرید و محلِ معصومیتِ امام ہو سکتا ہے یا نہیں مآکان جنہا بکم فیہ فیہا جہاننا۔

راقم محمد قاسم

التاس مؤلف

اے حضراتِ ناظرین ذرا غور فرما و حضرت مجیب کس حد تک کار فرمائے تہذیب ہوئے ہیں۔ القاب میں فقط خیف کا نام کہ بلا اُسکے چارہ نہ تھا تحریر فرمایا و ادا و ادب میں رسمِ نجیت و سلام کو کہ شیوۃ اہل اسلام ہے قطعاً ترک فرمایا عبارت جواب میں وہ فصاحت و بلاغت دکھائی کہ جسکو ہندوستان میں با سانی غالباً کوئی عالم و غیر عالم نہ سمجھ سکے حنِ مثنیٰ کے باب میں ایک بے میل تقریر کر کے اپنی قیادت کی تصویر دکھادی ہر چند کہ خیف نے جواب ابواب میں جسکو آپ عنقریب بخیر و حل ہیں مجیب صاحب کے خط کی حقیقت بہ صراحت بیان کی ہے۔ لیکن حکم قضیہ زمین بر سر زمین یہاں بھی کچھ حال ملاحظہ فرما لو میں نے پوچھا تھا کہ جناب امیر و حضرت عباس سے جناب محمد نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ کو اور نیز میرے متخلف حضرت ابو بکر کو چھوٹا ہے ایمان و غا باز گنہگار جہانستہ ہو۔ مجیب صاحب ارشاد فرماتے ہیں اگر واقع میں ایسا ہو

ہے تو کیا ہو سکتا ہے جن مثنیٰ نے بھی حضرت سجاد کو سچا کہا ہے وہ بھی
شکر چپ ہو رہے نہ معلوم حضرت نجیب نے اس بے تکی بات اور امیر خسرو کے اہل سے
کیا مطلب نکالا ہے نجیب صاحب اگر کوئی ایسا ثبوت پیش فرماتے جس سے
جناب عمر بہ شان خود کوئی کلمہ خلاف تہذیب شکر خاموش ہو جاتے تو شاید
کچھ مطابقت ہو جاتی۔ مقلد ان مولوی صاحبہ و خود حضرت نجیب کو کئی
تمثیل کے وارد کرنے پر آمیزین و ہزار تحسین کرتے ہیں حقیقت میں فضیلت
ایسے ہی لوگوں کا حصہ ہے جنکو فہم کلام نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
جواب الجواب بخد مت مولوی محمد قاسم صاحب سنی التہذیب
سکنہ قصبہ سہیلہ تعلقہ میرا پور ضلع مظفر نگر۔

فضیلت پناہ جناب مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ تسلیم۔ گرامی نامہ
جواب عریضہ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۳۸۶ء وصول ہو کر کاشف حالات
ہوا۔ ابتداً بنظر تفریح و توضیح مطلب کچھ عرض کرنا مناسب سمجھ کر نہایت
راستبانی سے ملتس ہوں عریضہ ابتدائی میں جیسے سلسلہ کلام چلا ہے حقیر نے
دو مضمون درج کر کے آپ سے خواہش جواب کی تھی۔ از تجمل ایک مضمون بطور قصہ
گزشتہ اور ثانی بنظر حصول جواب بیش خدمت کیا گیا تھا۔ آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ
نیا زمانہ پہلے حصہ میں نجیف نے سہیلہ کے مناظرہ کا تذکرہ کر کے یہ عرض کیا تھا کہ
بعد ملاحظہ کتاب کشف الغم اپنے کوئی رد ارشاد جناب مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی

کا نہیں فرمایا۔ پس بہ آسانی سمجھ لیا گیا کہ آپ اُس جواب کے جو کہ مولوی صاحب نے سر جلسہ دیا تھا طوعاً و کرہاً نو علیکہ ممکن ہوا معذوق ہوتے۔ دوسرے حصہ میں اُس حدیث مسلم کی بابت متفسر ہوا تھا کہ جس میں کاذب و غادر وغیرہ کا ذکر ہے مگر اس نواز شامہ میں آپ نے اُس پہلے حصہ یعنی مباحثہ سملہ پیڑہ کی بابت کچھ جواب نہیں دیا۔ آپ کے اس سکوت سے کہ سوائے ازیں جناب کو چارہ نہ تھا مجھ کو اس بات کے یقین کرنے کی پوری گنجائش ہو گئی کہ آپ نے مناظرۃ اول میں قطعاً ناکامی حاصل فرمائی ورنہ یہ امر یقینی ہے کہ آپ کشف الغمہ کی عبارت مخالف ارشاد جناب مولوی صاحب محدوح ملاحظہ فرما کر بدانتہاء خود زمین و آسمان کو ایک کر دیتے گو کہ آپ نے بعض مصالح دنیاوی سے امر حق کو پوشیدہ فرما کر اپنے بعض مقلدین کو جو کہ حرورہ میں تیز نہیں کر سکتے اور اکثر کیا بلکہ عموماً وہ حضرات ناخواندہ محض ہیں یہ یقین لادیا کہ ہم نے علمائے شیعہ کو مغلوب کر دیا مگر نہ کو نوبت خواندہ میں فی الجملہ بھی آگئی ہے وہ بلا سوائے کشف الغمہ عریضہ حقیر و جواب سامی کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ آپ نے مناظرۃ ابتدائی میں بلاشبہ سچے خفت ادا نہائی۔ فضیلت پناہ صاحب اب تحریر مجملہ پسند قضا یا سے مستفسرہ کے بعض کا جواب نہ دینا صریحاً دلیل عجز و زہدگی ہے۔ اگر آپ نے حسب اشتہار خود واقعی علمائے شیعہ پر غلبہ حاصل کیا تھا تو لازم تھا کہ حقیر کی تقریض اول پر جواب عنایت فرماتے کہ کشف الغمہ میں بحوالہ ابن جوزی یہ روایت درج نہیں یا یہ کہ بصورت موجودگی روایت ابن جوزی اسکی یہ تاویل ہے گو کہ وہ علیل ہی کیون نہوتی۔ مگر آپ نے ایسی خاموشی اختیار فرمائی کہ جوابے نذار دیکر جو بوجہ فراموشکاری کہ لازمہ شان انسانیت ہے آپ سے ہنگام تحریر جواب ہو واقع ہوا

تو میں آپ کو مہلت داد گانیں داخل کر کے توسیع وقت کرتا ہوں کہ اگر کتاب موصوف میں مضمون مستفسرہ عالی بہ روایت ابن الجوزی درج نہیں ہے تو معاذ اللہ تکذیب مولوی صاحب کر کے جواب جداگانہ عنایت فرمائی بصورت دیگر جس بزرگ کے منقول عنہ کو مستند سمجھ کر آپ نے سوال قائم کر کے جلسہ عام میں داد واقفیت حاصل فرمائی اور تابقائے تحریر پر نظر عامۃ الناس آپ کے اعتبار و اقتدار میں مستقم عائد ہوا اُسکو برابر غلط کو سمجھو کیونکہ آپ نے اسکی تحقیقات کو صحیح سمجھ کر جرات گفتگو فرمائی اور فضول طور پر پندامت اٹھائی پس میں براہ خیر اندیشی و نیاز مندی عرض رسا ہوں کہ آپ کبھی ایسے شخص کے اقوال کو سند نہ سمجھتے اور ہمیشہ اُس سے کنار کش رہتے کیونکہ آپ کو اپنے ہی گھر میں یعنی خاص دار سکونت پر ایسی سیلے تحریر سے سخت خجالت ہوئی مگر محجوب آپکی سادگی پر نہایت عجب ہے ہر حال آپ مولوی مشہور ہیں اور اتفاق کتب بینی ہی ہوتا ہو گا خصوصاً بخاری و مسلم چونکہ کتب احادیث صحاح ستہ سے ہیں ضرور زنیہ ملاحظہ آئی ہوگی اور مضمون کاذب و غادر بھی کہہ گئے نظر کیا اثر سے گزرا ہو گا۔ پس جبکہ شہادت حضرت عمر حرب نصرت و ایمانے مسلم و بخاری بخین کی ذات مقدس ابو آتامہ یعنی حضرت امیر کے نزدیک بحدتے ارفع تھی کہ کذب و غدر کی حد غایت سے گزری ہوئی تھی تو جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی حضور سے بروایات معتبرہ شیعہ اُنکو متغہ صداقت کیونکر مل سکتا ہے آپ نے اس پر غور نہ فرمایا کہ جناب ابو بکر و عمر کو در حالیکہ حضرت امیر نے حسب آیت کتب موثقہ ستیہ و نیز شیعہ جو تا و خائن جانا تو بخلاف اُس کے امام پنجم کیوں سچا سمجھتے بھلا یہ کب ممکن ہو سکتا ہے کہ داد اچھوتا جانے اور

اس کو فتح پر نشانہ جھانکتے مرا دی کیونکہ اسی بزرگ کی تشہیر جو مولوی محمد قاسم نے خود لکھا تھا

پوتا سچا۔ کاش یہ خیال پیش نہاد خاطر خاطر فرما کر دل اصل کتاب یعنی کشف الغمہ سے مطابق فرما لیتے تو آپکو یہ خفت نہونی چونکہ آپ اصطلاح عوام باسم مولوی معروف ہیں لہذا چمکو اپنے ملکی فاضل کے سرِ جلسہ امانت اٹھانیکا۔ گو نہ لال ہوا۔ میں خدا نے پاک کو صفات مخصوصہ سے یاد کر کے بالکل صحیح لکھتا ہوں کہ چمکو اور نیز تمام گروہ شیعہ کو حضرات اہل سنت سے کوئی تہصیب بانذات نہیں اور نہ جناب ابو بکر و عمر سے خواہ خود کوئی عداوت ہو اور نہ ہماری ذات خاص کو ان ہندو گواران سے کوئی نقصان ملی و جانی پہنچا کہ بادب نا ابا لی طور پر ان کو بد مذہب و ناسلمان خیال کریں حقیقت واقعی یہ ہے کہ چمکو خاندان رسالت سے پوری تاسی ہے پس جیسا کہ اہل خانوادہ معظم نے اُنکو اور انکی امثال کو سبھا۔ دیا یہی ہم لوگ چونکہ تابعین خاندان رسول اکرم میں جاتے اور سمجھتے ہیں اور باتفاق جملہ اہل اسلام جسکو ختمی مآب و ولایت انتساب نے جھوٹا وغیرہ جانا و د بلا شبہ جہنمی ہے اور شک نہیں کہ اگر بوجومات معقول و دلائل ذہن نشین ہمارے دعوے کو باطل کر دیا جاوے تو بلا خیال انانیت اُسکو مان لیا جاوے گا اب نیاز مند اُس حصہ دومی کی بابت عرض کرتا ہے کہ جبکا جواب اپنے نہایت طعراق سے مرحمت فرمایا ہے۔ وہ ہذا ہے

بعد وصول مکرت نامہ آپکی کسی قدر راستبازی نے جیسا کہ روایتِ مسلم کی صحت و وثوق کی نسبت رقمطراز ہوئی ہے جوش انصاف نے چمکو ادا تے شکر پر مجبور کیا۔ نتیجہ آپکی تحریر سے یہ استفاد ہوا کہ عبارت صحیح مسلم سے یہ تو ہم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امیر بقول عمر جناب ابو بکر و خود عمر کو جھوٹا وغیرہ جانتے ہے لہذا بوجہ وقوع وہم عدالتِ متبحرین زائل نہیں ہوتی

بعدہ آب نے ایک تقریر الزامی سے اپنے دعویٰ کو تقویت دی ہے پہلے اسکا
 مقدمہ لکھا ہے بعد میں گفتگو کے الزامی کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ عمر کی
 زبانی کذب و غدر وغیرہ منکر حضرت امیر کا سکوت کرنا واقعا اس بات کو
 ثابت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ اسی حقیقت حضور ابو بکرؓ کو جھوٹا وغیرہ لفظ
 مندرجہ حدیث سے تعبیر فرماتے تھے مگر ایسا ہمہ الجھا عذر اقتدار و منزلت
 و وقار زانی نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہر دایت کشف القمۃ حسن ثنی کے بڑا کہنے
 پر سکوت و صمت جناب سجاد علیہ السلام حسب نقادہ شیخ مزیل و محل عصمت
 نہوا جو ابانگزارش کیا جاتا ہے کہ آپؑ نے وہ امر مذکور بالا یعنی حصول
 وہم از عبارت مسلم و تقریر الزامی کو دلیل محکم سمجھ کر حفظ احادیث متنبہ
 کیا ہے لہذا اس معاملہ میں یہی دو امر تفسیر غلبہ قرار دے سکتے ہیں :

شرح صحیح

اول یہ کہ عبارت صحیح مسلم میں سرفرازیہ ہم و کھشک ہی پیدا ہوتا ہے کہ جس
 سے جناب ابو بکرؓ کا حضرت امیر علیہ السلام کے نزدیک جھوٹا وغیرہ ہونا
 محتمل و مفہوم ہو سکے یا یہ کہ اتفاقاً مندرجہ صحیح مسلم یا کسی اور نام و خدشہ و احتمال
 وغیرہ کے بعد راحت تمام تر متنبہ ہو گیا کہ کذب و غدر وغیرہ بددلت کرتے ہیں
 اور دور تا لیکہ جھوٹا مانے سے اس کتاب مسلم کو باعتبار صدق کلامی لفظ صحیح
 کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے پس بایں علوے شان کتاب صحیح میں ایسی عبارت
 کا درج ہونا کہ جس سے ناظرین کو توہم پیدا ہو کر جادۂ ایمان سے مغرب
 کر دے اصل کتاب کے اعتبار میں کیا اثر رکھتا ہے ؟

دویم یہ کہ تقریر الزامی نفس مظاہرہ سمجھیا کہ چاہے وہ موافق ہے یا مخالف اور

در صورت مخالفت اسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اگر دلائل مذکور پیش
 کردہ سامی کا ابطال بوجہ کاملہ نہایت آسانی سے کر دیا گیا تو شیخین عظام کی
 ہدایت بالکل ضائع ویرا دی ہو کر ان دونوں کو بدترین مدارج شیعہ پر
 قائم کر دیا۔ سب سے اول تقریر الزامی کے بطلان میں قدرتی سائنس کے کتابچہ اور
 اسکوئین طریقوں سے دانش و نا جائزتا ہے۔ اول یہ کہ تا سورت کتب سب کے پیش
 معاوضہ بالمشیت ہے۔ ہر ایک اس کے لئے یہ درجہ کسی طرح اور کسی طرح کو
 بالمشیت قرار نہیں دے سکتا۔ اگر کسی نے اس سے کہہ دیا کہ اس کا صاحب
 متصرف بالمشیت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ بالمشیت ہے تو اس کا
 متصرف بالمشیت ہے۔ وہ خود متصرف ہے۔ کیا ہے۔ اس کے متصرف
 جو کہ بعض علماء جمعین و صوفیوں میں ہے۔ ان کی گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ
 ان کی روٹی سندان سم کہائے تو حسب اعتقاد اس کے متصرف ہیں۔ حاکم و گنہگار
 نہیں ہو سکتا اور کشف العجب جس کے جناب سے اس کے متصرف ہیں۔ فرمائی اسکا
 صحیح اصطلاحی ہوتا ہے۔ شیعہ مسلم نہیں کیونکہ اس میں از قسم مریسل و مقطوع و
 ضعیف و حسن و سونق و صحیح سب طرح کی روایتیں موجود ہیں اور ہماری
 کتب احادیث اکثر اسی نوع کی ہیں قواعد علم و روایت و رجال سے امتیاز
 سخت غیر نصحت ہوا کرتا ہے یہ ضرور نہیں کہ محض کسی ایسی روایت کا درجہ کتب ہونا ہو کہ
 پابند کر کے تا وقتیکہ حسب اعتقاد عقل و رائد شیعہ ثابت ہو مقدم ترازمہ شان ایراد
 تھا کہ بموجب قواعد مقررہ علماء شیعہ تنقیح و تنقید کر کے روایت تحریر فرماتے تب
 محض اتنا کہا جاسکتا تھا کہ معارضہ بالمشیت ہے۔ دویم یہ کہ مسلم و بخاری میں شاجرت
 مختصمت بائین شیخین و حضرت امیر و جناب عباس ثانی و منقول ہے اور حسب معتقدات
 اہل سنت ہر چہ اربز و گواران ہر صوف بالا کا آن واحد کے لئے بھی متصف کئے

خیانت ہونا ممکن نہیں نہ بروقت اس نزاع کے جس پر حدیث دلالت کرتی ہی
 اور نہ اسکے بابت و ما قبل اور بفرض محال بعد صحت روایت کشف الغمہ اگر
 بہ نسبت حسن مثنیٰ بدگوئی ثابت بھی ہو جاوے تو بلاشبہ حسب عقیدہ شیعہ مقتوی
 فاسق بلکہ بدتر قرار پائیں گے اور بطریق مذہب مثنیٰ بھی وہ ثقہ اور عادل
 نہ مانے جائیں گے حضرات اہل سنت جماعت آئمہ اثنا عشر کو معصوم نہیں تو
 لہ اقل محفوظ جانتے ہیں پس ایسے دو شخص کا مخیضہ کہ جو باہم کوئی مساوات
 نہیں رکھتے معارضہ بالمثل نہیں کہا جا سکتا حسن مثنیٰ انجام بخیر ہو کر ایمان
 صحیح پر مرنا ہمارے نزدیک ثابت ہے ممکن ہے کہ بعد اس گستاخی و بجاابی
 کے تائب ہوئے ہوں جیسا کہ بعد زجر و تنبیہ سورہ تحریم عائشہ صدیقہ
 و حفصہ کا تائب ہونا آپ بیان کرتے ہیں مگر اسمین شک نہیں کہ ہنگام نزول
 سورہ موصوف سخت معتبوب نہیں ایسے ہی حسن مثنیٰ ہنگام وقوع بدکلامی
 بشرطیکہ ثابت ہو فریقین کے نزدیک فاسق اور بعد تو بہ و غفو معصوم مومن
 کامل مگر آپ یہ بات کہاں سے کہہ سکتے ہیں اور کونسا قرینہ عقلی و نقلی اسے مستثنیٰ
 ہے کہ کسی بدگو و گستاخ ہمارے ناجائز طور پر بدکلام ہونے سے اسکا سننی
 والا یعنی جسکو ناجائز طریقہ سے برا کہا جاوے محض سکوت بالصلحت سے
 ہنگام روئے اقتدار و بدکردار قرار دیا جاوے۔ خاصان بارگاہ خدا و بزرگان
 اب الاعلیٰ کا یہ خاصہ جاری رہا ہے کہ شدا ید و نواب پر صبر و تحمل فرماتے
 ہے ہیں مگر آج تک کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ انبیاء و اولیاء کا مقابلہ
 فالغین سکوت فرمانا انکے عزل منصب کا سبب ہو یہ مضمون ہی آپ کے
 حصہ کا تھا۔ مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ حسن مثنیٰ بغرض صحت روایت گستاخی
 میں اور سید اساجدین علیہ السلام محض تحمل فرمانے سے کہ لازمہ شان

اومیاد اتقیاس ہے دائرہ معصمت و طہارت سے نکل جائیں پس حسب مذاق
 سامی لازم ہوا کہ جناب عمر ابن خطاب نے جو وقت کہ باجمالت و شان ربوبہ
 خیر الانام ہنگام طلب داشت خامہ و قرطاس ان هذا الرجل لیجی یعنی یہ شخص
 شدت مرض میں کلمات بمعنی جسکو حسب تصریح اہل لغت ہذیان کہتے ہیں ارشاد
 فرمایا اور سختی مرتبہ نے اُس عالم در ماندگی و بیکی میں کہ گرنہ عباس کیا
 فی البخاری سے ہو یا ہے بقضائے خلق عظیم کوئی کلمہ سخت و درشت سوا
 ان میں کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ نہ فرمایا تو کیا منصب جلیلہ نبوت عالم
 سے نکل گئے اب فرماتے کہ معارضہ بالمثل رہا یا کیا۔ دو وجوہ مذکورہ
 بالا ختم کر کے وجہ ثالثہ اس نوع کی عرض کرتا ہوں کہ دلیل الزم می سکے
 نقص عدم معارضہ بالمثل نفس معاملہ و مطلب سے ہی حقیقتاً مخالف تباہ
 ہے کیونکہ دلیل مذکورہ کا مطابق جب ہو سکتا تھا کہ حضرت امیر پیش حسن مثنی
 یا لسانہ حضرت ابو بکر و خلیفہ عام میں یہ فرماتے کہ آپ کا زب و قادر
 و خاشن ہیں اور وہ بزرگوار مثل سکوت جناب سجاد و حلم و وقار سے ہر نفس
 خرماکہ کچھ چون و چرا نہ فرماتے تب آپ بروقت حد و رکعت ناجائز بعد ثبوت
 عدالت و ثبوت حسن مثنی عند الشیخ مثل جناب سجاد و خلیفہ السلام یہ کہنے کی فی الجملہ
 گنجائش رکھتی تو یہاں قضیہ نکلس ہے عمر صاحب اپنی نصیحت شعاری و شان
 فاروقی سے خود معترف ہیں کہ آپ مجھ کو اور ابو بکر کو چنان چہیں سمجھتے ہوئے
 پس سکوت جناب امیر مثل تمثیل جناب سجاد اس موقع پر کہاں سمجھا جاسکتا ہے
 اور حقیر نے لفظ سکوت کب لکھا میں خلیفہ ابتدائی مورخہ ۲۳ جو لای ۱۳۸۰
 کے غلط پر آپ کو توجہ دلا کہ سرمد ہو گا کہ حتم حقیقت میں و اگر کے معائنہ
 فرمائے حقیر نے یہ عبارت لکھی ہے خلیفہ صاحب کے اس بیان پر بنجا حضرت

امیر کوئی عذر پیش نہیں ہوا۔ معروضہ حقیر مثل کلام صاحب سلم وہم میں ڈالنے والا نہیں بلکہ ان الفاظ کا صاف صریح یہ مطلب ہے کہ بسا اوقات ہر آدمی شکایت کنندہ و الزام دہندہ کے ایسے بیان پر ادا و ہتھیاً بشرطیکہ موانع خاص نہ ہو تکذیب قول خود کر کے اس تقریر شکایتی کے غیر واقع ہونے پر عذرات کیا کرتا ہے اور محققانے ثروت و اہلیت مصلحتاً بطور دفع الوقتی کہا کرتا ہے کہ واللہ ثم باللہ استغفر اللہ میں آپ کو نہایت اچھا اور سچا پکا ایمان دار جانتا ہوں یا یہ کہ جیسا موقع ہو گفتگو کی جاتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت امیر حبیبیہ مہذب و متورع شخص کا اس رواج عام و معمول اہل زمانہ سے خلاف کرنا سوا وجہ شیعہ کو ترقی دینا تھا بنا برآں آپ نے حضرت عمر کے اس حصہ بیان کو کہ جس کا خیال کرنا آپ کی طرف نسبت دیا گیا تھا یعنی کاذب و غادر و غیہ و سچا اور مطابق واقع سمجھ کر بیسرح رضا و طیب خاطر سنا اور کوئی عذر برہناتے رد و تضعیف قول مذکور نہ فرمایا۔ اگر حضرت امیر باتباع رواج زمانہ کا فرماتے سروت و اخلاق ہو کر کہ خاصۃ مزاج اقدس تھا اس موقع پر عذر و لجاجت فرماتے تو ہمارے لئے بقابضہ معاونین دائرہ کلام تنگ نہ جاتا لیکن فعل معصوم حجۃ اللہ کسی حالت میں خالی از مصلحت نہیں ہوتا۔ حضرت نے بایں خیال کہ اس وقت بیابندی رواج زمانہ عذرات کرنا برائے آئندہ متاثرین مخالفین ہوگا۔ کوئی عذر نہ فرمایا اور محو تماشائے قدرت باری ہوئے کہ خود بخود کیا حق بر زبان جاری ہو رہا ہے۔ جناب من آپ کی تقریر کی مطابقت اس ساری صفات ذمیمہ کے سکوت سے ہو گئی کہ جس کی ذات پر اثر پذیر ہو جیسا کہ حسب روایت پیش کردہ عالی حسن مثنیٰ کے برا کھنے سے جناب سچا و علیم اسلام کی ذات بزرگ متاخری ہوتی آپ نے زبردستی ایک

غیر مطابق تقریر سے خلفاء کی گلو خلاصی بند کذب وغیرہ سے کہ بدترین صفات مذمومہ ہے کرنی چاہی تھی اسکو میں کب مانتا ہوں جناب والا ذرا ہوش کیجئے اور کچھ سوچ سچھ کر لکھتے اسبجک نہ کوئی مثل حسن مثنی استکلم کلمات خبیثہ و واسیہ ہے۔ اور نہ مثل جناب سجاد اُسکا سامع۔ بلکہ خلیفہ عمر بایں معنی کہ حضرت امیر اُنگلو اور نیز حضرت ابو بکر صدیق کو جھوٹا وغیرہ جانتے تھے اپنا رسول عن یا نفس رسول کا مظنہ واقعی بیان فرماتے ہیں دو حال سے خالی نہیں اوّل یہ کہ حضرت امیر درحقیقت اُنگلو جو ٹا ہی جانتے تھے یا یہ صدیق اکبر کے نائب نے بخلاف ظنّو بالمؤمنین خیر۔ ظان بظن واہی ہو کر ختم المرسلین کی وصی برحق کو جھوٹا الزام دیا۔ افسوس ہے کہ ذات بابرکات خلافت مآب سے الزام کذب پہر ہی دفع ہوا جو کہ اصل مشتاجیع رزائل و جنات ہی اگر دلیل الزامی حسب مرسوم عالی درست ہو جاتی تو شاید یہ اثر ہوتا کہ شیخ عدالت شیخین آپ کے نزدیک کچھ ہو جاتی چونکہ وہ دلیل ناکافی وغیر مطابق رہی لہذا لازم آیا کہ اگر کوئی حرج خاص ہو تو بحکم الحق مع علی و علی مع الحق ملازمست حق بذات حضرت امیر نقی خیال فرما کر رہر و مسلک تقضی ہو کر حضرت عمر و ابو بکر کو ویسا ہی خیال فرمائیں جیسا کہ حسب شہادت عمر جناب امیر اُنگلو جانتے اور سمجھتے تھے بحمد اللہ تقریر الزامی ایسی ضعیف و غیر مستصبانہ و جومات سے باطل و معطل کی گئی کہ جسکا بطلان بشرط انصاف امکان انسانی سے باہر ہے اب ردّ تو ہمارے کیجا نب متوجہ ہوتا ہوں۔ سبحان اللہ گرامی نامہ کے خطبہ میں یہ الفاظ رقم فرما کر کہ بعد تسلیم صحت و وثوق روایت رقمزن مدعا ہوں اور پھر بفاصلہ قبل یہ لکھنا کہ کلام مسلم و ہم میں ڈالنے والا ہے عجیب بہر لطف قصہ ہے واہ حضرت ڈیڑھ قطر

میں یہ تناقض و تہافت جس روایت کو آپ صحت کے ساتھ تسلیم فرماتے ہیں
 اسی کو خالق و ہم قرار دیتے ہیں کیا ایک روایت دو اثر رکھتی ہے بقول
 ایک بام دو ہوا صاحب من عبارت مسلم کو بعد تسلیم صحت و وثوق بموجب بیان
 کرنا بیچارہ عوام الناس کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈالنا اور اس جیلہ
 سے اپنی ذات کو مذہب حق پر بچھڑانا اپنی شان عدالت و فضیلت سے نہایت
 چسپاں ہے معاملہ کی بات ہے غصہ نہ فرمائے اور بقول جعفر زحلی دہلوی حق
 ثابت کنندہ مذہب باطل بزور جدال و اب مجاہدانہ سے مثبت ناجائز نہ ہو جی
 کیونکہ آپ کی اور ہمارے جعفر رقیل و قال ہے کسی دنیاوی جائزہ و پزیر
 بلکہ حقیقت دین پر ہے اگر تباہی و اقتدار حضرت امیر کے بوجہ لزوم حق اطاعت
 و مواسات اتجناب عند السنہ بھی منصوص من اللہ و الرسول ہو کہ عین
 ایمان ہے ہم لوگ ظاہر بلکہ نص عبارت مسلم پر عامل ہو کر کہ جبکا باطن سوا
 بطن مؤلف و فہم سامی معدوم ہے خلیفین کو ان جملہ صفات اربعہ یعنی لذب
 وغدر وغیرہ کا مصدر گردان کر باعتبار احکام کا ذین مندرجہ قرآن میں
 دو کاذبوں کو ایک جگہ جمع کر کے حسب قواعد عربی جملہ کاذبین بنائیں
 اور وہ حکم قرآنی جو کہ متعلق بہ کاذبین ہے پناہ بخدا شیخین عظام اور لکے
 تابعان پر وارد کریں تو کیا اس قاعدہ سے ہم معتبور ہو سکتے ہیں یا عیب
 و ہم اندازی امام مسلم یا عبارت صاف و صریح کے موہم معنی بیان کرنے سے
 بھرم و دھوکہ دہی خلائی جناب والا آخر ان طبقات ثلاثہ میں سے کونسا
 طبقہ مورد لعن و طعن ہو گا مقام عجب ہے کہ نام ایسا شتہ یعنی صحیح مسلم
 اور مضمون خالق و ہم کتاب صحیح میں ایسی عبارت کہ جس سے وہم و
 خستہ ہو کہ داخل ہو سکتی ہے بزعم و اعتقاد حضرات ستیہ بخاک کتب

سچ ہر کتاب بجائے خود ما سالکان بادیتہ عزایت کو صراط مستقیم پر پہنچانے
 والی ہے یا کہ حسب تحقیقات سامی و پچیدگی عبارت و وفور توہمات سے
 گرداب ضلالت میں ڈالنے والی ایسی کتب کی عبارت ظاہر اچھ اور مبہل
 پیدا کرتے ہوں اور باطن اچھ اور کسی عاقل کی عقل سلیم کیا بلکہ جاہل کا
 خیال ضعیف ہی پسند نہیں کر سکتا اگر بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں تو حقیر
 کے ایک ہی سوال نے جو کہ آپ کی کتاب مستند سے پیش ہوا ہے آپ کے
 تمام اصول اور جملہ دعاوی باطل و مضلل کردے بقول عمر جالبہ نیز فاروق
 اعظم و صدیق اکبر کو صفات چہارگانہ سے متصف سمجھتے تھے حقیر ان
 صفات مذکورہ کی تشریح کرتا ہے کہ ہر ایک کا کیا مطلب ہے اور
 خلفائے وہ کیا معاملات اُنکے زمانہ حکومت میں وقوع پذیر ہوئے
 کہ حضرت امیر کو انہی نسبت ایسا یقین کرنے یعنی کاذب وغیرہ سمجھنے
 کی گنجائش ملی۔ پس صاحبان ایمان کو ہی ایک امر کافی ہے عقل سلیم کو حکم
 کر کے حق و باطل میں تمیز کرنی چاہئے کہ آیا جن لوگوں کو حسب تسلیم و
 تصدیق انہیں کے حضرت امیر جیسے زاہد و بے لگا و شخص نے جھوٹا سمجھا
 وہ کسی طرح بھی مسلمان با ایمان کہے جا سکتے ہیں۔ نہیں ہر گز نہیں بلکہ
 ضرور ہے کہ ایسے آدمی جنکو نفس رسول و زوج بتوں نے جھوٹا اور
 بد ہمد و خائن و گنہگار جانا وہ سوائے خوارج و نواصب کے اور
 صحیح طرق اسلام کے نزدیک بدتر از سنگ خوک زندقہ محسوس ہیں اور فضیلت
 آپ بہذاں باب میں ہذاستان نحیف ہیں کیونکہ آپ نے عدم زوال عدالت کی کسوٹی
 قضیہ حسن ثقی و توہم عبارت علم کو سپر فلاوی گردانے پس ہر دو امور پیش کردہ
 جنابکے ابطال پر نظر کرنے سے آپ کو بوجہ ایمان داری و محبت اسلامی حسب

وعدہ خود ناگزیر یا تیار نہ کیا کہ فی الواقع خلفاً نامدار ایسے ہی تھے جیسا کہ
 بروایت فاروق حضرت علیؓ کو جانتے تھے۔ تقریر الزامی اول باطل کچکا
 ہوں اور درباب ابطال وہم بطور ہتھکڑی ایک تقریر محفل جسکو مفصل پر
 فوق ہے عرض کی گئی مگر چونکہ بقول شہور وہم کے علاج سے یقیناً جز
 ہے اور آپ اس مرض مزمن میں بحدے مبتلا ہیں کہ بالکل وہی ہو گئے
 ہیں بنا برآں واجب ہوا کہ تنقیہ دماغ سے اول تدبیر اخراج مادہ
 وہم کر کے کہ خلط پیچھی ہے بعدہ معاجین ہوش افزا پیش خدمت کروں
 تب آپ کو تصفیہ باطنی ہو کر واضح ہو جائیگا کہ اسوقت تک جوش توہمات
 مانع ادراک حقیقت و واقعیت رہا ورنہ محض سمجھ کی غلطی تھی ذرا استلہامی
 خیال ہے کہ آپکے استدلال کا ڈیرہ نمبر ساقط ہو گیا کیونکہ تقریر الزامی
 جس پر آپ نے نہایت ناز کر کے قلم اٹھایا تھا اور عالم جوش و خروش میں
 بلا خیال اطراف و جوانب سچان سواد تو لائی بکری و عداوت مرتضوی ہی
 مد ہوش بلکہ خود فراموش ہو کر ایک تقریرے سرو پا کی تھی اسکو بوجہ نا
 عدیدہ ایسی صراحت و لطافت سے توڑ دیا گیا کہ اگر مثل ستارگان
 آسمان خلایق ہو کر ایک دوسرے کی پشتیاں ہوتی تب بھی جواب ممکن نہیں
 اور ترکیب وہم ہی ذاتی ہو چکی مگر اسکو اجمالاً بیان کیلئے یہاں
 وجوہ عالیہ جیسا کہ بطلان وہم میں مجملات بیان کئے گئے ہیں روشن دماغ
 لوگوں کے سمجھنے کی ہیں اور آپ کا قلب و دماغ و فوہ و بھینلات فاسدہ و
 توہمات بارود کیسا تیرہ ہو گیا ہے کہ جس کیلئے انتہا درجہ کی صفائی ملامت طلب
 ہے لہذا وہی طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپکا فہم پر وہم قبول کر کے صاحب
 من چمکو بڑا عجیب کہ لفظ وہم اپنے کس معنی میں متعل کر کے لکھا ہے کیونکہ بظاہر

آپ کا اقرار وہم فریب دہ جہال ہے خوب لوگوں کو تذبذب و تردد میں ڈالا اس موقع متنازعہ حدیث فرامائے کے چند مسئلے کہ جنکو تعبیر ہو ہم کیا جاتا ہو سکتے تھے مگر اُس حالت میں کہ اس حدیث کا ذب و غادر وغیرہ کی بابت گفتگو ہو کر اہل سنت کو پہلے ساکت نہ کیا گیا ہوتا عوام بچاروں کو کیا خبر ہے کہ اعتراض کذب و غادر وغیرہ نے معرض بحث میں اگر شیخین کو ام کے کڑے ہوتے کو تیلے کہا نیک اٹھا کڑے ہیں اور فضلاء کا ملین اہل سنت کو کیسا کیسا تھکا پایا ہے کیا آپ کے بایں دعوئے فضیلت و بیاردانی معلوم نہیں کہ اسی بحث میں رشید الدین تمیز شاہ صاحب کو بذریعہ رسالہ نفاق شیخین بحکم صحیحین بالکل پایہ گل کر دیا ہے ذرا رسالہ مذکور ملاحظہ فرما کر انصاف کیجئے کہ خاصان دین رہ فرس را ندہ اندہ بلا اٹھی از تنگ و پانڈہ ہم سے وہم کی تاویل سنئے محققین سابقین سے جس کسی کو اس حدیث میں وہم و خدشہ پیدا ہوا ہے وہ یہ نہ تھا کہ بر باد اندراج مسلم الزام کتب وغیرہ شیخین پر قائم نہیں ہو سکتا بلکہ باعتبار سیاق کلام انکو پورے طور پر یقین ہو گیا تھا کہ بادی النظر میں ادنیٰ عربی داں سمجھ جائیگا کہ حضرت امیر نے مقدمہ و رشت جناب فاطمہ میں ابو بکر و عمر کو جھوٹا سمجھا پس انکو یہ وہم ہوا کہ ایسے الفاظ صاف و روشن کا کتب مؤثقہ میں لکھا جاتا مبطلی دین سنئے ہو گا ہذا بت نظر حفظ دین تجویزی یہ بندوبست کیا گیا کہ اول اُن الفاظ و فقرات ہی کو اڑا دیا جاوے منتظران دین سنئے ہیں سب پہلے بخاری کو بیداری چوٹی کہ بجائے غادر و خاتن کذا لکھا یا جسکو میں آگے بہ تفصیل عرض کرونگا اور یہ اہتمام دو سبب کیا اول یہ کہ کتب میں ایسا لکھا جانا یقینی طور پر دالت و نہموتی کریگا کہ بے شبہ حضرت علی کے نزدیک ہر دو خلفاء

جھوٹے اور خیانت شعار تھے اور تمام منصفین اُمت کے نزدیک باعتبار
 فضائل ذاتی و کمالات نفسانی جمیع صحابہ سے حضرت علیؑ مدارج علیا پر
 شمار کئے گئے ہیں پس جلیل الشان و عظیم القدر کا خلفا کو چھوٹا اور
 دعا باز سمجھنا صلحاء اُمت کو مجبور کر گیا کہ تقلید حضرت امیرؑ وہ بھی خلفاء
 نامدار کو چھوٹا سمجھنے لگیں۔ دوم یہ کہ جو لوگ کاذب و غادر و خائن
 ہوں عام اس سے کہ بظاہر کیسے ہی افعال حسنہ مثل صوم و صلوة
 وغیرہ کے پابند ہو کر دعویٰ سلما نی کرتے ہوں بخاری کے نزدیک
 حسب الارشاد دخی تاب منافق ہیں بنا برآں اُنکو یہ کھٹکے ہوا کہ اگر اوصاف
 طور پر غادر و خائن لکھا گیا تو بر بنا اسکے منافق ماننا پڑیگا پس اُس
 مضمون ہی کو ساقط کر دیا امام مسلم کچھ سیدھے سادے معلوم ہوتے
 ہیں اُنکی نظر عواقب امور پر نہ پہنچی اور نادانستگی سے کاذب و غادر
 بھی لکھتا اور بمقام دیگر انہیں صفات کو علامات منافقین میں بیان کئے
 کردہ مومنین کو اپنا شکر گزار کیا ہماری دانست میں حضرت بخاری ہی
 بڑی چوک ہوئی اگر وہ تا متر مضامین ظلم و جور شیخین جو کہ بجا لفت اہلبیت
 درج کئے ہیں یک قلم اڑا دیتے تو مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی مصنف
 شہابی الکلام کو ازالتہ الفینغ اثارۃ العین میں غضب جناب سیدہؑ اوپر ہر اُنکی
 رضاسندی کی روایتوں کے جھوٹا ظاہر کر نیکا اہتمام نہ کرنا پڑتا مولوی صاحب
 موصوف نے مسلم و بخاری کی دونوں حدیثیں کہ جن سے اہدام بنیاد ملت متعلق
 تھا موضوع قرار دیکر کل کتب پیشین سابقین متضمن روایات مذکورہ کو غلط کر دیا
 میرا مدعا خاص اور مثلاً بالا اختصاص اس موقع پر اتنی طول کلامی سے یہی
 کہ جمیع اعتراضات شیعہ کے غیر صحیح ہونے کا حضرات اہل سنت کو تو ہم نہیں

بلکہ اُن کی صحت پر ارکان مذہب کے متزلزل ہونیکا واپسہ ہوا ہے اور
 بعد ارامکان جہلاً قریبی کے لئے اُسکا انتظام بھی کیا ہے مگر حضرات شیعہ نے
 سب کو ہباً منشوراً بنادیا اور یہی حال شاہ صاحب دہلوی کا ہے کہ باتیل
 خواجہ نصر اللہ کا بی کتاب مجاہد السالکین سے کہ جسکا وجود از مصنفات
 شیعہ آج اُس دنیاے موجود میں نہیں ہے جناب سیدہ کی رضامندی
 کے ثبوت مصنوعی کے ہم پہنچانے میں کوششِ بلیغ نہ فرماتے یہ تمام بال
 وکمال برگردن بخاری و مسلم ہے کہ اُنہوں نے مضامین غضبِ فدک
 و غضبِ جناب سیدہ و درجِ صحاح کر کے علمائے مذکور کو سخت ضیق و پیچیدگی
 میں ڈال دیا مولوی حیدر علی صاحب نے انکار رنجیدگی و رضامندی جناب
 سیدہ سے صحیحین کو کہ جنکی صحت روایت پر اہل سنت فریفتہ و دلدادہ ہیں
 و درجہ صدق و ثاقب سے خاکِ مذلت میں ملا کر شاہ صاحب کو بھی کہ غضبناکی کے
 مصدق ہو کر دے پے اثبات رضامندی ہوتے ہیں صحیحین کے ساتھ کذب
 محض قرار دیدیا اگر جناب امیر کا عہد حضرت ابو بکر و عمر و عثمان میں دعویدار
 ہونا پایہ ثبوت کو نہ پہنچتا جیسا کہ کتب معتدہ میں مذکور ہے اور بفضلِ فیض
 آگاہی عامۃ الناس مفصل آگے بیان ہوگا تو شاید کسی بلید و غبی الذہن کو
 توہم ہو جاتا مگر ہر سہ خلافت میں متواتر ایک وضع سے مستغیت ہونا اور
 پھر وہم باقی رہنا یہ کیا معنی میں ان معاملات کو احتمالات کی تشریح
 میں بہت توضیح سے بیان کیا ہے منتظر رہئے آپکی نظر تو ہم اثر سے عنقریب
 گذر نیو والا ہے جناب من یہ قصہ ایسا صحیح اور متواتر ہے کہ وہم کی بوہی نہیں آسکتی
 البتہ جو لوگ کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی کے جملہ خبریہ کو انشائے بنائیں یعنی جملہ فراموش
 عمر کو حل با استفہام کر کے یعنی نکالیں اے علی و عباس کیا تم نے ابو بکر کو جھوٹا جانا

انکا بظلالِ ہم اگر حضرت علی و عباس کے بکرات و مرات دعویٰ کرنے سے
 نہیں ہوا تو واجب ہے کہ قصہ کرائیں یا بریلی جائیں اسے وہیما عقل محض
 باختہ صف ماتم بچھا کر گیتہ و بکا کرو اہل حدیث کی قلم سے الفاظ دافع وہم
 چھوٹ گئے اب کیا ہو سکتا ہے اگر الفاظ مختلف ہوتے تو شاید گنجائش وہم
 نخل آتی جیسا کہ قصہ قرطاس میں روایت نے اختلافات نقلی کر کے ان
 هذا الرجل لیجھ میں تو ہم استفہام پیدا کر دیا ہر حال آپ کو لازم تھا کہ
 کوئی قرینہ وہم بھی تو بیان فرما دیتے کہ عبارتِ مسلم میں فلان موقع پر یاس
 سبب ہم پیدا ہوتا ہے محض ایک سر و دم بریدہ لفظ وہم لکھ کر آپ نے
 بعض اہل سنت کو بھی جوفی الجملہ متانت رکھتے ہیں ترزل میں ڈال دیا کلام
 دلیل ہمیشہ مطبوع طابع اہل عقل ہو ا کرتا ہے اور دعویٰ بدلیل خوار و
 ذلیل آپکا اقرار وہم میرے استفہام متین کے مقابلہ میں بالکل ایسا ہے کہ
 جیسا مرعفر کے سامنے ادبالی دال بندہ نواز حضرت امیر کا براہِ استغیث
 ہونا باجمیع الوجہ مثبت کذب و غدر شیخین ہو گیا اس میں کوئی واہمہ نہیں
 ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو ہم نہ رکھتے مفصل بیان فرماتے یہ بھی واضح رہی
 کہ اس مقام تک بھگو نصف سے زیادہ ڈگری بل گئی ہے اور خاتمہ کلام یہ
 انشاء اللہ میرا دل دعویٰ سرسبز ہو گا مگر بالفعل جو نتیجہ پیدا ہو چکا اُسکو بھی میں نے فرمایا
 کہ بوجہ عدم مطابقت تقریر الزامی ایک حصہ سے زیادہ عدالتِ شیخین اہل ہو گئی
 اور جبکہ عدالت مفروضہ بر باد ہوتے عام اُس سے کہ کی قدر ہو ہر دخل و غلام
 نامدار عاتہ اتاس میں اخل ہو کر تحت حکم العوام گئے اور جبکہ زمرۃ انعام میں
 جو کہ عبارت سے دشمنان و چوپایہ وغیرہ سے شمار کئے گئے تو کوئی وقعت نہ رہی
 باقی نہ ہی اب میں اُس تہید کی تکمیل کرتا ہوں کہ جسکا پہلے وعدہ کر چکا ہوں

۱۲
 نہ کہ کوئی اور نہ دلیلی نہ ہاں نہیں جانا کرے ہیں

یعنی الفاظ کذب وغیرہ کی تفسیر وہ اس طرح ہے کہ جناب عمرؓ نے مجاہد حضرت
علیؓ و عباسؓ سر جلسہ ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ سے معاملہ فدک میں بدیل لا نورث
حکم اخیر شکر تم دونوں نے اسکو اور چو کہ میری حکومت بھی انہیں کی عنایت
سے منقرع ہے ہذا مجھ کو بھی کاذب وغادر وغیرہ سمجھا۔ واضح رہے کہ حدیث
مسلم میں یہ چار الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ کاذب۔ غادر۔ خائن۔ آثم۔ ہر لفظ
کے معانی لغوی اس قرینہ و عبارات واضحہ سے بیان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ
مقبول طابع منفین ہو۔

کاذب اسکو کہتے ہیں جو کہ امر خلاف واقع بیان کرے۔ نظر برآں بدست
حضرت امیرؓ جملہ بیانات شیخین خصوصاً جہاننگ کہ اخذ خلافت و اغتصاب حقوق
خاندان نبوت سے متعلق تھے جھوٹا اور بے بنیاد سمجھتے تھے۔ غادر غدر گریو
کو کہتے ہیں اور حسب تصریح روایت محمد بن اسماعیل بخاری یہ گروہ وہ ہے
کہ عہد و پیمان کر کے وفانہ کرے چو نکہ شیخین نے باوصف عہود موقوفہ عہد پر
کہ کلمہ با جاہ و جلال و سمیت اشمال پنج پنج سے ثابت ہے ایفانہ فرمایا نظر
برآں جناب امیرؓ نے چونکہ اپنی ذات بابرکات کو بعد ختمی سیرت خلیفہ بلا فصل
وسلطان لازم الاماعت جانتے تھے مدعیان خلافت کو غادر یعنی بد عہد
سمجھا۔ خائن خلعتا ثلاثہ نے چونکہ ممکن ناجائز کر کے سلب حقوق اہلبیت و بعض
مواقع پر خود سری و مطلق العنانی سے تغیر احکام شریعت کیا اور اسکا
نام تابعین و تبع تابعین نے سیرت صحابہ و سنت شیخین رکھا جیسا کہ منع مضم
و ایجاد تہاد و کج جماعت و زیادتی اذان نماز جمعہ و ازدیادتی ارکان
اذان بحکمہ الصلوٰۃ خیر من النوم و اسقاط حتی علی خیر اعلیٰ اذان و تجویز حق
عصیہ و انتراع فدک و منع حقوق و فی القریٰ مثل خس مال نے وغیرہ برآں

حضرت عمرؓ نے بدست غیر کا حال رسالہ اذکار خلافت میں بڑی توضیح و تفصیل سے عرض کیا ہے ۱۱

ایسے افعال قبیحہ کے ارتکاب سے دُوم بنیا دلت احمدی کہے گئے یہ بزرگوارانِ
 حسب عقیدہ و مزعم عامۃ الناس بابابِ ظاہر بوجہ تعلقاتِ سیاستِ مدنی
 ائمہ دینِ خدا گئے جاتے تھے گو کہ کسی طریقہ سے ہوں کاش اہلیتِ عظام کے
 ہی حقوق تلف کر کے امانتِ خدا و رسول میں جو کہ عبارت ہے شریعتِ پاک سے
 ایجاد و عقلِ آرائی نہ فرماتے اور بنی کریم کے قدم بقدم چلتے اور امورِ دینی
 میں متابعتِ تقلید کرتے تو خائن نہ کھلاتے بلکہ غاصبِ محض قرار پاتے۔ اہم
 جبکہ حضراتِ ثلاثہ یہ مراحلِ مشککہ یعنی منازلِ سہ گانہ متذکرہ بالا باسانی و فراخی
 و دغدغہ بازی پُرس طے فرما چکے تھے تب پورے گنہگار اور اُسکے سزاوار ہو گئے
 کہ جسکے صاف طور پر کہنے سے قلمِ ادب شیم سوختہ ہو اجاتا ہے یہاں تک جو العجب
 تھا مگر چونکہ اُموراتِ دینیہ میں دائرہ کلام تنگ کرنا اور تحقیقات و تدقیقاتِ نیکم
 و رشیدہ سے ہر قسم کی طرفِ بایمان و انصاف غور فرما نہونا بعید از شانِ د
 آئینِ ایمان داری ہے بنا بر آں حقیرِ اولِ حدیثِ مسلم کی حقیقت اور علمائے طہنت
 نے جو اُسکی اصلاح میں کوشش کی ہے اُسکی اصلیت بیان کرنے کے بعد تو بڑے
 تھوڑے حالات متعلقہ بحثِ کاذب و غیرہ کتبِ کلامیہ سے استنباط کر کے پیش
 خدمت کرتا ہے اگر بترکِ تعصب و اعتساف نظر فرما ہو گئے تو آپ کو واضح
 ہو جائیگا کہ حق و ناحق کیا چیز ہے خدا کرے کہ برادرانِ اسلامی فی الجملہ توجہ
 فرما کر تحریرِ ہذا کے منشاءِ اصلی اور علتِ غائی پر غور کر کے استفادہ دینی اُٹھائیں
 اور یہ پہنچ میرِ زوریہ کا ربذیلِ حایانِ ملتِ احمدی و طریقہ جعفری محسوب و
 معدود ہو کر ماجر و مشاب ہو آمین ثم آمین پ
 جانتا چلتے ہیں کہ حدیثِ مسلم چہر سلسلہ کلام جاری ہو اسے بخاری و مسلم ہر دو کتاب
 میں تغیر الفاظ و اشخاصِ مطلب درج ہے روایت بہت طولانی ہے کل عبارتِ بی

کا نقل کرنا باعثِ طول سمجھ کر اُسکے دو حصہ کرتا ہوں ایک حصہ کا مضمون چنبہ
 اُردو میں بیان کر کے باقی اصل عبارت نقل کروں گا حدیث کے پہلے حصہ کا ترجمہ
 یہ ہے زہری سے بحوالہ مالک ابن اوس مروی ہے کہ ایک روز خلیفہ عمرؓ
 دولت سرا میں تشریف رکھتے تھے کہ یرقع غلام عمرؓ نے اطلاع دی کہ عثمان و
 عبدالرحمن و زبیر و سعد اجازت حضورؐ می طلب کرتے ہیں خلیفہ صاحب نے
 حکم دیا کہ آنے دو اُسکے متعاقب غلام عمرؓ نے خبر دی کہ علیؓ و عباسؓ بھی موجود ہیں
 حکم ہوا کہ وہ بھی آئیں پس دونو صاحب داخل ہوئے عباسؓ نے دربار میں پہنچ کر
 عرض کیا کہ اے امیر المومنین مجھے میں اور معاذ اللہ اس علیؓ کا ذب و غادر و
 خائن و آخر میں فیصلہ کر دو تب عثمان وغیرہ نے بھی سفارش کی اور کہا دقتی
 اتیں فیصلہ ہی کر دینا مناسب ہے پس عمرؓ نے عثمان اور اُنکے ساتھیوں سے
 یہ فرمایا کہ آپ صاحب خالقِ ارض و سما کی قسم کہا کر کہیں کہ تم نے رسولؐ کی
 سے حدیث انا معاشرا لانبیاء لانزل ولا نؤثر و ما ترکنا شئاً منی ہے تب سب نے
 بیان کیا کہ بیشک سنا ہے پھر علیؓ و عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ بھی
 بحلف بیان کیجئے کہ اس حدیث کو رسولؐ صلعم سے سنا ہے تب انہوں نے
 بھی حدیث کے سننے سے اقبال کیا اسوقت عمرؓ نے آئینے تلاوت کر کے اہلال
 بنی النضیر و ما افاض اللہ کا طرزِ تقسیم بعد رسول اللہ بیان فرما کر جملہ حاضرینِ بار
 سے حلفِ مضابطہ لیا من بعد ارشاد فرمایا۔ فلما توفی رسول اللہ قال ابو بکر انا
 ولی رسول اللہ فحجنتماہ تطلب میراثک من ابن اخیاک و یطلب ہذا میراث امرأتہ
 من ابیہا فقال ابو بکر قال رسول اللہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرایتاۃ اثما کا ذبا
 غادر اثما واللہ یعلم انہ لصادق باذناشد اتابع للحق ثم توفی ابو بکر
 وانا ولی رسول اللہ و ولی ابو بکر فرایتاۃ کا ذبا غادر اثما واللہ یعلم

یہ حدیث صحیح ہے

انی لصا دق بالثا اشد اتابع الحق فوليتهما حتى جئتنی انتما وهذا وانتما لجمع
 امرکم ما واحد فقلتم اوقعما البیتا فقلت ان شئتم وقعتها لیکم علی ان علیکم
 عهد الله ان تعمل فیها بالذی کان یعمل رسول الله فاخذتماها بذلک قال کذلک قال
 نعم قال ثم جئتما فی لا قضة بینکما والله لا اقصی بینکما یغیر ذلک حتی تقوم الساعة فلو
 عجزتما عنها فیرد لهما الی انتما ہی خلیفہ عمر بمواجم جناب علی وعباس ارشاد فرماتے
 ہیں کہ جس وقت رسول پاک نے وفات پائی تو کہا ابو بکر نے کہ میں جو خلیفہ
 رسول صلعم کا پس آئے تم دونوں اے علی وعباس کہ طلب کرتا تھا تو اے
 عباس میراث اپنے بھتیجے سے اور طلب کرتا تھا علی المرتضیٰ میراث اپنی زوجہ
 کی اُسکے باپ کی جانب سے بجواب ابو بکر نے کہا کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا
 کہ نہیں ہمارا وارث ہوتا ہے کوئی جو کچھ کہ ہم یعنی انبیاء چھوڑتے ہیں وہ ہدیہ
 ہے پس اس بات کے کہنے سے تھے اُسکو جو کچھ خدا دعا بازخان گنہگار جاتا
 خدا جانتا ہے کہ وہ سچا نیک رہنا تابع واسطے حق کے تھا پر جب مر گیا ابو بکر
 اور میں خلیفہ ہوا رسول خدا اور ابو بکر کا پس آئے تھے مجھ کو جو تھا اور بعد
 وخیانت کرنے والا اور گنہگار خدا جانتا ہے کہ میں سچا نیک رہنا تابع واسطے
 حق کے ہوں پس چلے گئے تم اور ہر تم دونوں میرے پاس آئے درحالیکہ تم
 دونوں ایک ستھے اور تمہارے کلام میں اتفاق تھا سو تم نے کہا کہ یہ ترکہ
 ہمارے حوالہ کر دو تب میں نے کہا کہ اس شرط سے دیتا دیتا ہوں کہ تم خدا
 سے عہد کر لو اس میں وہی کہی جو رسول صلعم کیا کرتے تھے چنانچہ آپ ہر صاحب
 نے قبول کر کے ترکہ مذکور اسی شرط پر لیا اسی کہو جیسے کہ میں کہتا ہوں
 اسی طرح ہے یا کچھ اور اُس وقت آپ نے کہا کہ ہاں اسی طرح ہے اب
 آپ میرے پاس پر آئے قضیہ لیکر اس واسطے کہ میں آپ کا فیصلہ کر دوں

جو کچھ کہ میں پہلے کر چکا ہوں اسکے خلاف مجھ سے تاقیامت نہ ہوگا اگر تم
 سے انجام تو لیت نہیں ہو سکتا تو مجھ کو واپس دید و اس حدیث کے
 مضمون پر نظر کرنے سے چند سوچ مشتبہہ و مخدوش معلوم ہوئے۔ لہذا جملہ
 مقامات مخدوشہ کی تصریح کرتا ہوں تین جملے حدیث مسلم کے قابل توجہ
 ارباب انصاف ہیں پہلا جملہ یہ ہے کہ جناب عباس نے مجمع عام اصحاب
 میں حضرت علیؑ کو معاذ اللہ کاذب وغیرہ کہہ کر حضرت عمرؓ سے انصاف چاہا
 دوسرا جملہ یہ ہے کہ حضرت عثمان و عبدالرحمن و زبیر و علیؑ و عباسؓ کا
 زبان فیض ترجمان بنی مسلم سے سخن معاشرا کا لہذا الخ سکرگو اہی دینا اور
 جناب امیر و عباسؓ کا برعکس اپنی شہادت کے عہد صدیق و فاروق میں بنا
 وراثت بنوی با استدلال استحقاق خود یا دعوے دار ہونا اور جناب عمرؓ سے
 اموال بنی النضیر و ما افاض اللہ کا رسول مقبول کے زمانہ میں طرز تقسیم سکرکلیف
 تصدیق کرنا اور خود عمل فرما ہونا بلکہ حجت ہائے بالعد و دلائل کاملہ سے بعد
 صدیق و فاروق اس بات کے درپے ہونا کہ ما افاض اللہ و مال بنی النضیر
 ترکہ بنوی سبب حکم قرآن جبریان وراثت ہونا چاہئے۔ تیسرا جملہ یہ ہے کہ عمرؓ کا
 ابو بکر و ذات خود دش کو انا ولی رسول اللہ کہنا حالانکہ باعث افتخار و شہتہ بنی
 معصوم نے زمانہ حیات میں ابو بکر و عمرؓ یا کسی اور شخص کو خلیفہ نہیں بنایا ہر
 سہ فقرہ ہائے مذکورہ پر جو شبہات و محامل کہ بادی النظر میں پیدا ہوتے ہیں انکو
 تفصیل و اعرض کرتا ہوں احتمال جملہ اول نہایت حیرت خیز و اوقع ہے کہ جناب
 عباسؓ نے بایں شایستگی و اہلیت حضرت امیرؓ کو الفاظ بد و نالائقی سے کیوں
 نسبت دی ایسے یہودہ کلمات ارازل ہی ایک دوسرے کو سر جلسہ کہنا
 سخت معیوب سمجھتے ہیں شائستہ و تہذیب یافتہ لوگوں کا یہ شعار و کردار

ہیں کہ باہم ایسے غیر مہذبانہ و پاجیانہ گفتگو کریں کمال تعجب انکیر قصہ ہے کہ جناب عباس نے اپنے ہر دور زادہ کو درحالیکہ حسب روایت پسر شان آیہ شہادہ میں نفس رسول و سورۃ تحریم میں صالح المؤمنین سے کہہ کر مافوق ممکن نہیں وہی مقصود ہیں جھوٹا اور بے ایمان کیوں کہا اور وہ کونسا حق و روث و کسوب جناب عباس کا حضرت علیؑ نے بایں زہد و تورع ضبط کر کے خیانت و خیرمانہ کی تھی کہ جسکے یادداشت میں ایسے کلمات ناگفتنی و ناشنیدنی کے مستحق ہوئے اگر نظر دفع الوقتی کہا جاوے جیسا کہ بعض اہل سنت نے کہا ہے کہ جناب عباس نے چونکہ آپ کے چچا تھے داب بزرگانہ سے حیثیت کی تو کسی طرح عقل باور نہیں کر سکتی کیونکہ ارباب کیا ست و یاقوت کے پوتی معمولی بات نہیں کہ یکے با دیگرے یہود و کلامی کریں یا انکے کوئی مرد بزرگ اپنے ایسے خورد کو جو بجز نبیؐ بن جمیع الوجوہ اس بزرگ سے اسلئے افضل ہو بالزام ہی سخنانا صواب کہے اور نہ ایسا کوئی قاعدہ ہے کہ محض لمبی داڑھی ہونیکے اعتبار سے کوئی شخص اپنے پہنوٹوں کو نظر جبر بزرگانہ پیش سلطان عادل و حضور اختیار میں دارالشریعت میں ایسے انفاذ کیے جنگو بمقابلہ کفار بھی کہنے میں تامل ہو۔ چونکہ یہ جملے حالات حضرات اہل سنت کی ہندی کتاب میں مندرج ہیں لہذا آپ ہی اسکے ہر فقرہ کے جرح کے جوہر دہ ہیں اور ہمارے ذمہ کوئی الزام نہیں کیونکہ مجموعہ اندراجات اور فقرات صحاح کے شیعہ قائل نہیں ہیں جو حدیث کہ اسوقت معرض بحث میں ہے ہمارے نزدیک اسکا اتنا ہی مضمون درست ہے کہ جس قدر جناب عمرؓ نے حضرت علیؑ سے درباب کاذب و خائن وغیرہ بیان کیا اور باقی مضامین مصلحتاً اضافہ کئے گئے ہیں چنانچہ عبارات زائدہ و بیفائدہ

کے وجوہات اندر جانشانہ بیان کے تجاویں گے اب میں جناب سے
 خصوصاً و دیگر حضرات اہل علم و ایمان سے عموماً عرض کرتا ہوں کہ جناب بیٹ
 نے بایں کرم و صلہ رحم کہ جس کی تصدیق میں بطون کتب حدیث و سیر ملو و شون
 و ثقات اُمتِ رطب اللسان ہیں جناب عباس کے ساتھ کوئی زیادتی کی تھی
 اور اُن کے کسی حق واجب و جائز کو بقول صاحب تحفہ و ہدیۃ انشیہ غلبہ پا کر
 دبا لیا تھا اگر سب بے اعتقاد ہر دو علمائے موصوف کہ حنکو مولویان حضرات سنیہ
 بڑا محقق و راستباز خیال فرماتے ہیں حضرت علیؑ نے حقیقتاً جناب عباس کو
 بیدست و پا بھجوا کر اسے طاق رکھا اور اس تمام جائزہ و میں جو کہ بدینہ گاہ
 حضرت عمرؓ سے بعینہ تو لیت اُن کے سیر و گئی میں ہی اپنا قبضہ و تصرف غلام
 شریطہ مندرجہ حدیث مسلم کر لیا چونکہ ہنگام حصولِ سند تو لیت عمرؓ سے حلف
 کیا تھا کہ ہم ان اراضیات میں وہی غلام راہدیش نہاد خاطر رکھیں گے
 جیسا کہ عہدِ رسولؐ قبول میں تھا اور بعد میں جو شہ نفسانیت سے قول و قسم
 پر کچھ اعتناء کیا قابو پا کر سب دبا بیٹھے اندر میں حالت حضرت علیؑ علیہ السلام
 کو کیوں عادل و با ایمان کہیں اور معاذ اللہ حسبِ مقولہ جناب عباس مندرجہ
 بخاری و مسلم و اتباع مولوی محمد قاسم نانوتوی و شاہ عہدِ العزیز دہلوی
 قاسق نہ سمجھیں اور بصورتِ عدم وقوع خیانت وغیرہ بالزام بیجا و سخنان
 نامصواب جناب عباس کو کس دلیل سے چھوٹا اور مغتری نہ خیال کریں اگر
 دونوں بزرگواران کی نسبت بظاہر حکمِ تفسیق دینا خلافِ شانِ مسلمانی ہو
 ہو تو سپر کیا کریں اسوقت چار و ناچار لازم آئیگا کہ بخاری و مسلم کو صحیح
 ترین کتب بعد کتابِ باری کیا بلکہ کتابِ خالقِ باری سے بھی پست تر نہ کہیں
 اور حسبِ اجماع علمائے اہل سنت اُنکی تمامی احادیث کو چھٹکا چھوڑا ہو یعنی

صاف شدہ نہ خیال کریں بلکہ بخلاف اُسکے اُن کے جمیع ایسے مطالب کو کہ جن کی تصدیق سے نفس صاحبان ایمان پر حرف آئے بالکل چھوٹا اور موضوع تصور کریں اور شاہ صاحب و مؤلف ہدیتہ الشیعہ کو چونکہ معتقد بعلیہ علی علیہ السلام ہیں سر اسر بدکیش سمجھیں واضح رہے کہ اس موقع پر کوئی تاویل ہی نہیں ہو سکتی تاکہ بزر و رعشیات اصلاح کر کے حضرت امیر جناب عباس و صحیحین و صاحب تحفہ و ہدیتہ الشیعہ کو الزام سخت سے بچا یا جاوے بہر حال بخلہ ترین باعتبار چیزوں کے ایک سے ضرور استعفا دینا ہو گا۔ یا علی و عباس کی معاوضہ چھوٹا اور خائن کہو یا مسلم و بخاری کی صحت اور حضرت شاہ صاحب نا تو توی کے وثوق و اعتبار و عز و وقار و اقتدار کا کہی ہوئے سے ہی نام نہ لو امام نووی شارح مسلم اس موقع پر سخت پیچیدگی لاحق ہوئی آخر کار نہایت زح ہو کر تیار تاویل کیا اور راویان حدیث کو چھوڑا کہدیا ہم لوگ امام نووی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے تلمذ سب روایت ہی پر اکتفا کیا شاہ صاحب وغیرہ علمائے ستارین کی طرح بید ہرک ہو کر جناب امیر پر الزام غلبہ نہیں لگایا چونکہ حضرت علی کی شان میں باعتبار اصولت و شجاعت و فتوحات و قلعہ کشائی غالب کل غالب آیا ہے عجب نہیں کہ شاہ صاحب بہادر نے غالب کے یہی جہی سمجھنے ہوں کہ اپنے عزیزان و بزرگان کو اُنکے حقوق و اجبہ سے بیدخل کر کے غلبہ حاصل کیا جاوے۔ وائے بریں ایمان و علوی شان بہ ثبوت اس امر کے کہ امام نووی شارح مسلم نے راویان حدیث کی طرف نسبت کذب ہی ذیل میں عبارت نقل کیجاتی ہے مطابق فرمائی جاوے عبارت عربی مندرجہ شرح مسلم کتاب الجہاد باب حکم الفی امام نووی شارح مسلم نے مارکی نقل کیا ہے ان هذا اللفظ الذي وقع لا يليق ظاهره بالعباس حاشا لعل ان يكون فيه

بعض هذا الاوصاف الى ان قال: اذا انسدت طرق تاويلها نسبتا الكذب الى
 روايتها وقد حمل هذا المعنى بعض الناس على ان زال هذا اللفظ من نسخة فتدور عا
 عين اثبات مثل هذا انت هي حاصل كلام نویدی یہ ہے کہ یہ لفظ یعنی
 کاذب وغادر وغیرہ جو روایت میں وارد ہے ظاہر حال جناب عباس کے
 مناسب نہیں اور محاذ اللہ کہ علی ابن ابیطالب میں یہ بعض اوصاف ہوں
 یہاں تک کہ آگے چلکر نویدی نے کہا جب راہیں تاویل کی سب بند ہو گئیں ہم
 راویان حدیث کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ بعض اور آدمیوں کو اسی خیال نے
 امیر برانگیختہ کر دیا ہے کہ اس لفظ قبیح کو اصل کتاب سے نکال ڈالا ہے
 بنظر اسی احتیاط کے جو ایسے کلمے کی نسبت دینے میں عائد ہوتے ہیں حقیر اس
 قصہ پر غصہ کا نشان نزول بیان کرتا ہے۔ کہ کیوں ایسا سخت فقر و جناب
 عباس کی ذات سے منسوب کیا گیا اصل مطلب یہ ہے کہ کوئی اس قسم کا معاملہ
 نہ تھا کہ حضرت امیر کی ذات سے جناب عباس کو سب سے پہنچا ہوا یا انکے ولایت
 مآب نے اپنے چچا کو انکے کسی حق شرعی سے غلبہ پا کر بے دخل کیا ہوا اور نہ اس
 ور باب انقسام جائداً و تنازعہ و تکرار تھا جیسا کہ صاحب ہدیتہ الشیعہ تبلیغ
 شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جناب علیؓ و عباس کو فدک وغیرہ کا
 ستولی کر دیا تھا ہر دو متویان کی رائے میں اختلاف ہو کر سبب نزاع و تکرار
 ہوا اور نہ کبھی جناب عباس نے اپنے ایسے ذی وقعت و کامل الایمان پرادر
 زادہ کو جسکے جو علم کے قطرہ اور ادبے تلامذہ ہونے کا انکے بیٹے بصغر و بٹا
 دعویٰ کرتے تھے صفات مندرجہ حدیث مذکورہ سے تعبیر کیا بلکہ بروایت جناب
 ابن عباس حضرت علیؓ ان جملہ آیات قرآنیہ کے جو کہ مبشر بہ ثواب دار الفرائس
 اس درمیں سمجھے گئے ہیں اور آیات مذمت و عتاب جو کہ مجملات بحق اصحاب

وارہیں اُن سے بری ہیں خدا را غور کیجئے اور اپنی کتب مستندہ سے استخراج
 و استنباط فرمائے۔ کہ حضرت عبداللہ جناب عباس کے خلف سعید و رشید
 حضرت امیر کی ایسی تعریف فرمائیں کہ آیات رحمت کے نزول کا مقصد اصلی
 قرار دیں اور آیات مذمت و عتاب و خشم آمیز سے بالکل جدا بیان کریں
 اور حسب تسلیم سبط ابن جوزی و سدرجہ کتاب مذکورہ خواص الامۃ جناب امیر کو
 سید الصادقین بیان کریں چنانچہ آیہ وافی ہدایہ انقواللہ کو نواع الصدقین
 فی تشریح میں علامہ موصوف نے لکھا ہے قال عداء سیر معناه کو نواع الصدقین
 علی علیہ السلام و اہلبیت قال ابن عباس علی علیہ السلام سید الصادقین
 اور ایک موقع پر ان کے پدر بزرگوار اس درجہ مذمت کریں کہ ہم پیکرِ بزرگوار
 کر دیویں۔ اگر حضرت امیر نے جناب عباس کو کوئی اذیت پہنچی ہو تو
 ممکن نہ تھا کہ اُن کے صاحبزادے جو کہ باپ کے سامنے عاقل و بالغ ہو چکے
 تھے اسکو فراموش کر کے حضرت علی کے عداء کو موصف ہوتے۔ مگر قدرت
 خدا قابلِ یدنی ہے کہ رجاء بالغیب اسی حدیث کے فقرات آخری میں بقولے
 ما قطننا شد امام مسلم کی قلم سے نکل گیا ہے ثم جئنی انت هذا و انتاجیہ امر کہا
 واحد یعنی عمر نے کہا کہ اے عباس تم اور یہ یعنی علی المرتضیٰ دونوں میرے
 پاس آئے ورنہ مالیکہ باہم متفق تھے اور بات تمہاری ایک ہی سو اس
 عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا خواستہ چھبیتے میں کوئی طال و حشر نہ
 نہ تھا نہایت افسوس کی بات ہے کہ خلفاء کی پیچیدہ باتوں کی اصلاح کے
 لئے انابِ شباب جو کچھ زبانِ قلم پر آیا بلا خیال اطراف و جوانب آنکھ بند
 کر کے لکھ دیا یہ نہ سمجھا کہ آخر کسی ایماں دار با انصاف کی نظر سے گزریگا تو بچے
 اور جانیگے اصلیت یہ ہے کہ یہ فقرہ تنازعہ علی و عباس کا اس مصلحت سے ٹھٹھایا گیا

ہے کہ حضرت اسیر کو متعصب لوگوں کی نگاہوں میں بے وقار کیا جاوے اور چونکہ
 جناب ولایت مآب شیخین کو بقول انہیں کے کاذب وغیرہ جانتے تھے بنا برآں اگر
 کوئی شخص بمقتضائے درودین اعتراض کرے کہ حضرت علیؑ کو جناب عباس
 نے سر دربار ایسا کیوں کہا تو اُسکو یہ جواب دیکرا شک شوی کیجاوے کہ
 اگر علی المرتضیٰ خلیفہ تین کو کاذب وغیرہ جانتے تھے تو کونسا رکن کعبہ بیڑھا ہو گیا
 انہیں حضرت علیؑ کو عباس غم رسول نیک کردار برز و جلسہ عام میں بُرا کہتے تھے
 پس حضرت علیؑ بایں عیوب ذاتی اگر کسی مرد صادق و باردار خد کو چھوٹا خیال
 کریں تو کب لایق اعتنا ہے اگر کسی نے اس جواب کو دورانہ صواب سمجھ کر زیادہ
 تشریح و توضیح چاہی تو اُسکو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میان بزرگان دین کے معاملہ میں
 ہماری عقول کو دخل نہیں اور نہ ہم اسپر مامور ہیں کہ اُنکی دھول جوتی پتا دیتی
 یا اختلافات و مشاجرات پر نظر کریں ہنگو پر پنج ہی زیبا ہے کہ اُنکے تنازعات
 کو محمول یہ قضا یا تمنا نہ کریں اور اپنی زبان سے کسی بُرے کو بھی بُرا نہ کہیں
 انہار الہدیٰ مولفہ مولوی جہانگیر خان شکوہ آبادی جو کہ برائے نام جواب
 انوار الہدیٰ مصنفہ جناب مولانا شیخ احمد صاحب دیوبندی ہے اُسکے صفحہ
 ۱۴ میں سطری ملاحظہ طلب ہے جس میں دو نہایت نرم زبان سے سیر قلم نیچا لکے
 بدوں کے بُرا کہنے سے بیزاری ظاہر فرماتے ہیں نہ معلوم مولوی صاحب ہیں
 عقیدہ کی پابندی سے آیہ وافی ہدایہ یلعنہم اللہ ویلعنہم اللہ علوت
 کس گروہ سے متعلق فرمایا گئے ہر چند کہ خلاف مبحث عنہ ہے مگر یہ نکتہ بلیغ
 اس موقع پر قابل اندراج معلوم ہوتا ہے کہ سوائے شیعہ مرقضوی اور حبیہ
 طرق اسلام کو سلطان پر کیا بلکہ قمار لیام پر ہی لعن کرنیں کف اللسانی ہے اوشیہ
 جدر کرار صفت تبرا سے ایسے محض کئے گئے ہیں کہ محتاج بیان نہیں ہیں غافل

کو یہ دیکھنا لازم ہے کہ قرآن پاک میں جا بجا کاذب و ظالم پر خدا نے پاک نے
 لعن وارد فرمایا ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ یمن کا ذمین و ظالمیں اہل اسلام
 سے متعلق ہے اگر تعمیر یہ گفتار کیا جاوے تو مسلمان کو ہموٹ بونے اور ظلم کرنے
 میں پوری آزادی ہے ہر تو اعلو مائیت یعنی جو چاہو سو کرو اہل بدر کے لئے
 حسب مقولہ اہل سنت مندرجہ آیات بینات نہایت ہی صحیح ہو جائیگا حتیٰ کہ
 کہ خطاب لعن سوائے کفار و بد انجام پیدا اش کذب و ظلم و کمان آیات جناب
 احدیت اہل اسلام سے ہی ایسا ہی تعلق رکھتا ہے کہ جیسا دیگر کمان آیات
 الہی سے حضرات اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ سے جو در باب لعن یزید
 پیدا مستفاد کیا گیا تو انہوں نے غایت و خورایمان سے سکوت فرمایا شاید
 امام صاحب کے نزدیک جناب خاسر آل عبا آیات خدا میں داخل نہ ہوں اور
 یزید کو بھی ظالم نہ تجویز فرماتے ہوں ایسے ذی اقتدار بانئے مذہب کے سکوت
 نے یہ اثر کیا کہ اہل سنت کو ارتکاب لعن میں جسارت و مبادرت نہ تھی ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰}

گروہ مقصود ہے جو کہ لعنت کر نیوالا ہے نہ کہ وہ لوگ جو کہ صامتوں و ساکتوں میں
 داخل ہیں اور بلاشبہ وہ اہل سنت ہیں کہ اعدائے دین پر لعن و نفرین کرنے سے
 بفراسخ بھاگتے ہیں پس حضرات اہل سنت چونکہ بڑو گویا گتے سے اعتراض کرتے
 ہیں تو لازم آیا کہ کتاب اللہ کے ایک جزو پر عامل نہیں اور جس گروہ نے
 کسی فعل یا ترک فعل سے ایک جزو قرآن پاک کو متروک اہل جانا۔ اسکو میں
 مرکب الفاظ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہے مگر مفردات میں عرض کرتا ہوں کہ
 اسکے کدھر ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں چونکہ یہ موقع اس بیان
 کا نہیں ہے کہ حضرات اہل سنت نے کس قدر قرآن کو متروک اہل کر دیا تھا
 اس رسالہ کے حصہ دوم میں وہ جگہ آیات کہ جنکے عمل سے اہل سنت کو حرمانی ہو
 بیان کروں گا لیکن اتنا اور بھی ذہن نشین فرمائیے گا کہ حضرات اہل سنت
 نے یہ اہتمام کیوں کیا کہ بالکل سبب اب لعن فرما دیا اور تارک حکم قرآنی تھے
 اس میں ایک بہاری مطلب کی تحریر یہی منظور تھی یعنی اگر کبھی کسی شخص نے بھولے
 سے یہی بیاد اش و مکافات سوا دینی بمقابلہ خاندان رسالت صحابہ معیوب
 کی نسبت فتح یاب حرج کیا تو پہر بلا نہ چونکہ بانی قلم و جوہر میں کسی طرح نہیں
 بچ سکتے یہ سارا انتظام انکی عیب پوشی و بچاؤ کے لئے کیا گیا ہے کیونکہ خاندان
 نبوت پر جو شدید مثل حق تلفی و تہدید خانہ سوزی وغیرہ واقع ہوئے تھے
 ہی کے دوران خلافت میں ہوئے آئندہ جو سلاطین طور پر مسند آراستہ حکومت
 ہوتے رہے وہ پچھلی یادداشتوں کو ملاحظہ فرما کر عمل کرتے رہے ہیں اس سلسلہ
 میں کہ صحابہ و حقیقت قابل اس ہی کے تھے کہ انکے افعال پر اعتراض کیا جکو
 مگر مصلحت خاص سبب اب تشبیح کیا گیا ہے شاہ دلی اللہ پر صاحب تحفہ ایک
 قول پیش کرتا ہوں جکو انکے خلف الصدق نے آیت من آیات اللہ و معجزہ

من معجزات رسول اللہ بیان فرمایا ہے ولی اللہ موصوف رسالہ سہی مقالہ ضمیمہ
 فی الشیخہ والوجیہ میں اپنے ہم مذہبوں کو یاس عنوان ہدایت فرماتے ہیں کہ
 دیگر آنکہ در حق اصحاب آنحضرت اتفاق دینک باید داشت و زبان را بجز منکر
 ایشان جاری نباید ساخت درین مسئلہ و صنف خطا کردہ اند قومی گمان
 میکنند کہ ایشان با ہم سنیہ صاف بودند و ہرگز مشاجرت میان ایشان نہ
 گذشتہ و این ہم صرف است زیرا کہ نقل مستفیض شاہداست بر مشاجرت ایشان
 و انکار این نقل مستفیض نمیتوان کرد و قوی این چیز ما بدیشان منسوب میدند
 زبان بطعن و لعن کشادند و در وادیہ ہلاک افتادند بریں فقیر ریختہ اند کہ اگر
 اصحاب معصوم نبودند و از بعض عوام ایشان یکمن کہ چیز ما بوجود آمدہ باشد
 کہ اگر از دیگران مثل آن بوجود آید مورد طعن و جرح گردد اما ما موریم کلف
 اللسان از سادی ایشان و ممنوعیم از سب و طعن تعبداً بر ما مصلحتی و آن
 مصلحت این است کہ اگر فتح باب جرح در ایشان شود روایت آنحضرت غایب
 منقطع گردد و در انقطاع روایت بر ہم خوردن ملت است۔ انہی ان چند
 سطور میں فوائد عریضہ پیدا ہوتے۔ اول یہ کہ صحابہ با ہم سنیہ صاف نہ تھے
 بلکہ بغض و عداوت و کینہ و حسد و حق و مشاجرات کہ بدترین عیوب ہے باہر گر
 رکھتے تھے چونکہ طاقتہ صحابہ کو مجموعاً عادل قرار دیکر بغرض تکفیر شدید بغض صحابہ
 کفر قرار دید یا گیا ہے۔ پس در حالیکہ صحابہ بخام ایک دوسرے سے بغض
 رکھ کر تشاجر و محاصم رکھتے تھے لہذا حسب مذاق صحتیہ کل کا فریجے چل سکتے
 ہیں کیونکہ اس باب میں آزادی نہیں دینی کہ اصحاب کرام آپس میں نہ لگتا
 کریں تو ما جو ہمیں در معرض معتبوب۔ دوم جو لوگ کہ صحابہ کرام کے سنیہ
 صافی اور انکے ارتباط و اتحاد کے مدعی ہیں وہ منکر نقل مستفیض یعنی اخبار

صحابہ ہو کر راہِ خطا اختیار کئے ہوتے ہیں۔ اس میں غیبتِ متعدی میں عام جہلاً اہلسنت گرفتار رہیں۔ انہیں عقول و الہام جہد سے بے پروا ہو کر حضورِ شاہِ صاحب ہی نظر دہو کہ وہی وحق پوشی انکارِ شجراتِ صحابہ فرماتے ہیں۔ سو ہم جو معاملات کہ صحابہ و سنیانہ سے بہ مقابلہ خاندانِ رسالت و دیگر اصحابِ مکرمیت مآب مثل اصلاح از بلد و جبر و قس و سب و شتم و اتلافِ مال و مومنین و زرد و کوب و غیرہ وقوع پزیر ہوئے اور انکو نقلِ مستفیض سے تعبیر کیا کیوں پیشِ نظر نہ کیا جاوے صحابہ کی بدعقلی پر طعن نہ کرنے کو شاہِ صاحب بایں تو ہم منع فرماتے ہیں کہ اگر کج رجحانِ صحت باہمی انگورِ ثنائہ تیر ملاست کیا گیا تو انقطاعِ خبر یعنی اسقاطِ سلسلہ حدیثِ تنصیر سے ہو جائیگا پس ایسے حضرات کی اخبارِ کتب معتبر ہو سکتے ہیں ممکن کیا بلکہ ضروری ہے کہ نقلِ روایات و احادیث میں ایسے لوگ اعراضِ نفسانیہ کو دخل دیکر خطائیں کو بدر راہ کریں جیسا کہ انہیں اوراق میں حدیثِ لا فورث پر کہ جسکا سلسلہ حضرت صدیق سے ہے سخت گیر و دار ہو رہی ہے ایسے گروہ کے اقوال کبھی قابلِ استدلال نہیں ہو سکتے جتنے ثلاثہ یا انکی امثال کے ہاتھ سے سوائے رنج و تعب کوئی ایسا فائدہ نہیں اٹھایا کہ باوجود ایسے ثبوت و نقلِ مستفیض کے کہ جکی تصریح میں دفاترِ طولِ موجود ہیں اعتقاد نہ کریں اور انکو کسم خیر امت کا مصداق سمجھ جا دیں حق یہ ہے کہ حضراتِ اہل سنت امن تمام زیادتیوں کو جو کہ خاندانِ رسول مقبول پر دستِ اشتیاق امت سے صادر ہوئیں بخوبی جانتے ہیں اور کتب میں بصراحت موجود ہیں مگر بالکل خیال نہیں ہوتا اور نہایت ایمان داری سے سمجھ بوجھ کر چپ ہو جاتے ہیں اور اگر کسی نے حجتِ مائے قویہ سے ساکت کرنا چاہا تو بالآخر نہایت ناانصافی و بیجاابی سے یہ کہہ کر دامن کش ہو جائے کہ خواہ وہ کیسے ہی کیوں ہوں گرجو نہ

متقدمین سے اٹلی ریاست و امامت کو تسلیم کر لیا ہذا ہم کو گنجائش کلام باقی
 نہیں رہی احتمال جملہ دوم صاحبان ایمان و ارباب ایقان کی خدمت میں تہنیت
 ادب سے دست بستہ ملتس ہوں کہ احتمال جملہ ہذا پر سرسری طور سے نظر نہ کریں
 براہِ شان مسلمانی بلا غور و خوض امور بدیہی سمجھ کر انصاف فرما ہوں کہ محاب
 صداقت یاب و ہنشینان رسول مقبول کی حضرات اہل سنت نے کس خوبی
 و شایستگی سے حالت کذائی بیان فرمائی ہے اور کیسے کیسے الفاظ صاف و روشن
 سے اُن کے ایمانیں واضح لگایا ہے سوائے اہل سنت کے اور مذہب کا آدمی
 کہ جسکو حقانیت اسلام سے آگاہی نہ ہو ایسے واقعات و قضایا سے ناشائستہ
 کو دیکھ کر ضرور ہے کہ مسلمانی کو سر اسر ہے ایمانی سمجھے صحابہ رسول مقبول
 کو باعتبار زہد و اتقا ہر شخص بالانصاف کہہ سکتا ہے کہ نور بنہ میں ایسے
 انفاس متبرکہ بے شبہ نادرا لوجود ہیں اور خصوصاً جناب امیر علیہ السلام
 کے طرزِ عمل و رفتار نیک کردار پر باوصفِ عداوت اسلام تقار لیا م نے
 ہی آجنگ کوئی ایراد نہیں کیا مگر حضرات اہل سنت اُنکو ایسے افعالِ زلیہ
 و کردارِ قبیح سے منسوب فرماتے ہیں کہ جس سے اُنکا سخت دنیا طلب بے
 ایمان ہونا بلا کسی تاویل کے ثابت ہوتا ہے ذرا غور سے دیکھو اور ایماندار
 سے انصاف کرو کہ جناب عباس و حضرت علیؑ نے بشمولِ زبیر و جابر بن عبد
 وغیرہ خدائے پاک کو صفاتِ مخصوصہ سے یاد کر کے حدیثِ لا نورث کا زبان
 فیض ترجمان سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سماعت فرمایا اور پھر
 حضرت عمرؓ بکلف بیان فرمایا ہے اور اموال بنی النضیر و ما قالہ اللہ کے
 مقاماتِ مصرف کو بعد رسول اللہؐ تسلیم و تصدیق کیا اور بایں علم و آگاہی
 حسبِ شہادتِ خلیفہ عمرؓ خلافت حضرت ابو بکرؓ میں خلاف اپنی شہادت کے

بہ تعین استحقاق خود با جیسا کہ حدیث مابہ التزاع میں تصریح موجود ہے
 دعویٰ وراثت کیا اور جبکہ خلیفہ اول نے بموجب حدیث کہ جس کی صداقت
 وصحت کے دعویٰ داران شاہد تھے مقدمہ وراثت میں فیصلہ صادر کیا تو ان
 کو چھوٹا اور بے ایمان و دغا باز جانا اور بعد وفات ابو بکر بعد خلافت عمر
 مجدداً بطریق دھوکہ دہی حکام اسی نوع اور حیثیت سے مقدمہ وراثت اتر
 کیا اور جبکہ خلیفہ عمر نے اپنے مستخلف یعنی ابو بکر کی شہادت عدم سماعت مقدمہ
 کو زیر عمل فرما کر دعویٰ کو بحیثیت اول رجوع ہونے سے نمبر پر نہ چڑھایا
 اور با استدلال تجویز اول خارج کیا تو حضرت امیر و جناب عباس نے ایسے
 فاروق حق و باطل کو بھی غل ابو بکر کا ذب و خائن وغیرہ جانا حضرت امیر
 و جناب عباس سے عمر نے وقوع کذب و غدر وغیرہ بطور اخبار بیان فرمایا
 ہے صورت حال یا کسی مقال سے دریافت کیا ہو گا کہ عباس و علی ابو بکر
 و ذات خود دش کو چھوٹا یقین کئے ہوتے ہیں بہر حال حضرت عمر کا انصاف
 قابلِ داد ہے کہ انہوں نے حضرت امیر کے مافی الضمیر و عنذہ خاطر کو سر
 جلسہ بیان فرما کر شیعیان مرتضوی کے لئے گنجائش کلام وسیع تر پیدا کر دی
 ہم نہایت شکر گذاری کے ساتھ انکو اسی ہدیہ کے لائق سمجھتے ہیں کہ جس کی
 قابلیت انہوں نے خلافت چند روزہ میں مقبضائے ادب کیشی خاندان نبوت کے
 عز و احترام اور ان کے حفظ حقوق میں حاصل فرمائی غالباً بعض حضرات جبکو
 محض دین بانی پست و ارجو امضائے احمدی پر نظر نہیں وہ حضرت عمر کو نہایت
 زہر آلود نگاہوں سے دیکھ کر ضرور یہ کہتے ہونگے کہ خلیفہ کی طول قامت و است
 بیانی نے ہمارے تمام انتظام کو درہم درہم کر دیا حضرت امیر جہت اسکا خصم و اہم
 حجت شرعی ہر خلیفہ کے وقت میں اپنے حقوق کا اعلان فرماتے رہے ہیں چنانچہ

سید احمد بن حنبل میں بھی کہ اعتبار و وثوق میں ہمپایہ کتب ہستہ ہے خلیفہ عثمان کے وقت میں حضرت علی کا دعویٰ رہونا لکھا ہے اور جناب عثمان کا اتباع سنت شیخین کہ جبکہ عامل ہونے کیلئے حسب پائے عبدالرحمن مجلس شوریٰ میں آمدگی ظاہر فرمائی تھی مقدمہ وراثت کا سماعت نہ فرمانا درج ہے حقدار کو واجباً کہ سلطان وقت پر اپنے حقوق جائزہ کا اعلان کر کے خواستگار رہے و نہایت با اختیار حاکم ہے جناب امیر کے وقت میں ثلاثہ نامدار سند آرائے محکوم مستحق امتہیں سے حضرت علیؑ لے حق طلبی فرما کر حجت شرعی تمام کی مگر حکم میں ایسے صادق البیان کا دعویٰ برابر ڈمس ہی ہوتا رہا جناب عثمان چونکہ حسب عقیدہ مشنہذیشان کا ن حیا اور ایمان ہیں لہذا مناسب موقع معلوم ہوتا ہی کہ ان کے تعلقات بھی اس حدیث لا نورث میں ظاہر کئے جائیں کہ کیسی صفائی کے ساتھ ہیں ان کا نمبر سب سے بڑا ہو اسے کیونکہ جناب عثمانؓ نے ہی رو بروئے حضرت عمرؓ بشمول چند صحابہ حدیث لا نورث کا سمع ہمایوں جناب رسول مقبولؐ کی زبان مبارک سے سماعت فرمانا بخلاف ظاہر کیا ہے اور بروایت بخاری جناب ابن عفانؓ نے ازواج طاہرہ کی جانب سے بخلاف رائے عائشہ صدیقہ خلیفہ اول کے زمانے میں حصہ ہستی کا دعویٰ و کالتا دائر کیا کتاب المغازی میں جو کہ ایک حصہ بخاری کا ہے حدیث بنی النظیر کے آخر میں یہ عبارت بحوالہ زہری مندرج ہے فحدث هذا الحديث عروة بن زبير فقال صدق مالك بن اوس اناسمعت عائشة زوج النبي يقول ادسل ازواج النبي عثمان الى ابا بكر لساله فتمهن مما افاء الله على رسله فكنت اتاددهن فقلت لهن الا تيقن الله انه لم يقلن ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول لا نورث ما تركناه صدقة يريد هذا لك

نفسہ انما یا کل ال محمد فی هذا الدال الی آخر ما حصل اس روایت کا یہ ہے کہ
 سوائے بی بی عائشہ صدیقہ کے اور کوئی ازواج نبی سے اس بات پر اطلاع
 نہ کرتی تھی کہ نبی صلعم کے ترکہ میں اجرائے احکام و رشتہ ممنوع سے کیونکہ
 یا وصف حائضہ عائشہ دیگر ازواج محترمہ نے خلیفہ عثمان صاحب کو وکیل کے
 دربار میں پہنچ ہی دیا یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ رسول اکرم نے اُقبات
 المؤمنین سے اس نئی وضع کے حکم کو کیوں پوشیدہ کیا چونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ
 احکام الہی نہایت ضروری تھے اور بحکمہ و انذار عشرہ نکتہ کا قرین انداز
 نبیہ قبائل و عشائر پر واجب یعنی پس راز بہ تھا کہ دیگر ازواج طاہرہ کو
 شہرہ فرما دیتے کہ ہمارے متروکات میں عام حکم خدا کی پابندی نہو گی یہ کیا سننے
 نبی بی عائشہ سے کہہ دیا اور دیگر ازواج سے کتمان کیا شاید حضرت یہ
 سمجھتے ہوں کہ انجام کار عائشہ صدیقہ مجتہدہ ہو کر سب سالامی کریں گی لہذا
 لہذا انیسر سے کہہ دینا چاہتے کہ انکی داب مجتہدانہ و کار مردانہ سے ضرور
 ہے کہ دیگر ازواج کو حیات رجوع دعوی و رشتہ نہو گی مولوی محمد قاسم
 صاحب نانوتوی بانی مدرستہ دیوبند کی قلم سے کتاب ہدیۃ الشیعہ میں جسکے
 اکثر مضامین مخفی شاہ صاحب سے ماخوذ کئے گئے ہیں۔ ایک سچا فقرہ بیست
 نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جو وقت جناب سیدہ محبت عدم جریان و رشتہ
 بہ حرکت انبیاء ک و غیرہ سے روک دی گئیں۔ تب گھر گھر غل پڑ گیا و احباب
 مولوی صاحب کشتی سچی بات لکھتی ہے چونکہ آپ دنیا کو بحال خود چھوڑ کر
 رہ گئے عالم بقا ہو گئے۔ لہذا ہم آپکی صاف بیانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں
 اور آپکے لئے عالم حقیقی سے مستعدی ہیں کہ جناب اس صلہ میں بروز قیامت
 اپنے خلیفہ برحق و امام الصدق امیر معاویہ کے ساتھ محشور ہوں اور منجھد

اگر کسی الواقع حسب معتقدات شیعہ حق ہے تو مانعین اول کو جکے فیصلہ کی مانند
 و تشہید میں آپ نے وہ کار نمایاں کیا کہ حسب قتل و اسے علمائے شیعہ بقتہ ظہر حقہ
 الاشعریہ جواب ہدیتہ الشیعہ کا فرض محض قرار دے گئے جو ثواب و جزا ملی اس میں
 ایسا چونکہ موتید و شدید افعال خلفائے دو ناحصہ قرار دیا جاوے انشاء اللہ
 بجلد و سہ اصلاح افعال خلقاً و تحطیہ جناب سیدہ جس کے ثبوت میں تتمہ بحث
 مذکور تدریجہ ہدیتہ الشیعہ موجود ہے آپ کو وہ ثواب عظیم ملیگا کہ روح مقدس
 ابد الابد محفوظ و متلذذ رہے گی متوقع رہتے روز جزا عنقریب آئیںو الا یہ جہا
 متحد و کایہ فقرہ کہ بغور انقطاع مقدمہ مذکور گھر گھر غل پر گیا صاف دلالت کرتا
 ہے کہ قبل از فیصلہ مذکور اہل ہدیتہ اس امر سے مطلع نہ تھے کہ انبیاء کے در ثانی اہل
 متروکات سے بحکم قرآن محروم سمجھے گئے ہیں ورنہ ہر گز میں دفعتاً شور و غل
 برپا ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے اجنبی و غیر حاوی بات ہمیشہ قابلِ جرح یا ہوا کرتی ہے
 شاید اس غوغائے عام کا اثر نبی صاحب کے گہر تک نہ پہنچا ہو ورنہ ممکن نہ تھا
 کہ ازواج طاہرہ کو نوع ممنوعہ اسماعت پر گنجائش رجوع دعویٰ ملتی در
 حالیکہ منہ عائشہ محبوبہ و ضعیفہ رسول خدا بھی سنگ راہ ہو چکا تھا یہی سبب میں آتا
 ہے کہ ائمہات المؤمنین نے میان عائشہ کو محمول باغراض انسانیہ کر کے بھیج
 طور پر بار ورنہ فرمایا اور محض لغرض اتمام حجت شرعی دعویٰ پیش کر دیا اس جگہ
 عجیب و غریب نہایت باریک مضمون لکھ کر ارباب مکتہ رس و دقیقہ سنج سے داد
 طلبی منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ بہ تصریح صاحب ہدیتہ الشیعہ مذکور فی فیصلہ صلا
 ہونیکے وقت تک سوائے ابوبکر کے اور جملہ صحابی آیہ یو تسلیم اللہ کے اسرار
 و غوامض بلکہ معنی ظاہری سے بالکل بغیر اور رجال محض تھے۔ کیونکہ مہدی
 صاحب محمد و بہتابلعت فاضل دہلوی رقمطراز ہیں کہ نفس پاک نبی مسلم آیت

یو صیکم اللہ سے مستثنیٰ ہے باین معنی کہ اس موقع پر خدا بشل کلکڑا اور رسول خدا
 بمثل سرشتہ دار و پیش کار ہیں پس بروقت حکم سنانے کے جب سرشتہ دار یہ
 کہتا ہے کہ صاحب فکر یہ حکم دیتے ہیں تو اس وقت ہی مفہوم ہوتا ہے کہ سرشتہ دار
 محض جاکم کے حکم کا سامنے والا ہے اس حکم کا نفع و ضرر سرشتہ دار کی ذات
 سے متعلق نہیں ہوتا ایسے ہی یو صیکم اللہ میں نبی صاحب خدا کی جانب سے
 اہمت کو سامنے لیتے ہیں کہ خدا تمکو ایسی ہدایت کرتا ہے بقاء محمد صلعم بالکل اسکے
 اثر سے بچے ہوئے ہیں پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جن وقت تک حدود فیصلہ فداک سے گھر
 اگر غل نہ پڑتا تب تک اصحاب محمد صلعم آیہ توصوفہ کو یہی سمجھ کر تلامذت کرتے تھے
 کہ اس میں کوئی استثنا نہیں ہے کاش اسکے حکم کی خصوصیت سے واقف ہوتے
 تو امر معلوم پر گھر گھر کیوں غل پڑ جاتا جبکہ سیدہ ارث پوری سے ممنوع کی گئیں
 تب مدینہ کے ہر گھر اور علی الخصوص حافظان قرآن میں ایک سخت ہتلمہ پڑ گیا۔
 پس یہ بات نہایت آسانی کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ حسب تصریح اہل سنت اصحاب
 رسالت مآب نہایت بے تمیز تھے کہ آیات قرآنیہ کے عموم و مخصوص میں امتیاز
 نہ کر سکتے تھے اور یہ عقدہ مالاخیل تیرہویں صدی کے علمائے سنیہ کے تخیلات
 بالغہ سے حل ہوا افسوس کہ شاہ صاحب اور ان کے مایہ دولت کے ذہن
 محمد قاسم نے ایسے لوگوں کی سمجھ پر جو کہ ہم زمانہ رسول مقبول بلکہ سخطہ
 سے مطالب قرآن سیکھے ہوئے تھے تحفہ کیا اور ہم گروہ ناجیہ شیعہ امامیہ
 اثنی عشریہ معنی یو صیکم اللہ بشل اشخاص قریب العہد عام سمجھ کر ان ہندو گویاں
 کے فہم کی تصویب کرتے ہیں شکر خدا کہ ہم تابع ال اہلارہ واصحاب اخبار
 ہیں پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس وقت جملہ اصحاب آیہ یو صیکم اللہ کو یہی
 سمجھتے رہے کہ نبی وغیر نبی سب کے لئے شامل ہے اور آنحضرت نے سوائے

ابو بکر کے اور کسی کو اس کے حقیقی معنی نہ سمجھائے تعجب ہے کہ ایک جہنی شخص
 کو جب کا وراثت نبوی سے کوئی تعلق نہ تھا آنحضرت نے آیت کے معنی سمجھائے
 اور جن بزرگواران کے کہ وراثت سے پیش از ہمیش تعلقات تھے انکو بھجوا
 اور نہ وراثت پر مدعی ہونے سے روکا اور اگر منع فرما دیا تھا تو یہ اور غضب
 ہے کہ وراثت سے اپنے مورث کی واجب التعمیل حکم سے انحراف کر کے مال مسلمین کا
 غاصب ہونا تجویز کیا اب پھر عثمان اشہب کلام میدان دار و گیر عثمان غطف
 کرتا ہوں در حالیکہ حدیث منع وراثت رسول صلعم سے عثمان بن عفان
 حسب مفاد حدیث مندرجہ مسلم سن چکے تھے تو از دل و لعل کو استغاثہ
 نامشروع سے کس سلتے نہ روکا اور اپنی ذات ستودہ صفات کو لائیش
 رسالت ناجائز سے کیوں نہ بچایا مجھکو انتہا درجہ کی پیچیدگی و سرگرائی لاحق
 ہو رہی ہے اور سخت متوجش و حیران ہوں کہ اصحاب رسول مقبول خ صوا
 گو امان حدیث لا نورث کس طبیعت کے آدمی تھے اور درباب اکتساب طعام
 دنیا انکا کیا خیال تھا حسب اندراج صحیحین بلا کسی توجیہ و تاویل و تعلیل کے
 ثابت ہوتا ہے کہ اگر درباب فدا فیصلہ جناب ابو بکر جاتر طور پر صادر ہوا
 تو بیشک حسب تصریح مشہورین ملتے سنتیہ اثنی بخاری و مسلم و دیگر علمائے
 متاخرین مثل شاہ صاحب و محمد قاسم نانوتوی وغیرہ یہ لوگ سخت بے ایمان
 و دنیا طلب تھے۔ کیونکہ معائنہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کہی ابن حضرت
 نے رسول پاک سے حدیث لا نورث کا سننا بیان کیا اور جب موقع دیکھا خلا
 و عکس اپنی گواہی کے دعویٰ کر دیا اور جبکہ بموجب اسی حدیث شہادہ و سلمہ کو الہام کے
 حکام نے فیصلہ چھوڑا تب بچائے اسکے کہ اسے عمل مخالف سے دم و لیان مع کر
 سہر در گریان ہوئے انکو چھوڑا اور دعا پڑھا تا جا حیر حضرت امیر و جناب عباس علی

تو ذاتی قاذرہ بھی تھا بمقتضائے نفسانیت و جہل و غفلت جو کہتے تھوڑا تھا کمزور
 صاحب نے تو پرانے شکوک کے لئے وہ کام کیا کہ جسکو بڑی ناک و اسے خوب چلتے
 میں یہ حضرت تو از جملہ واقفان حدیث تھے انکو واجب تھا کہ اہبات المؤمنین
 سے کہہ دیتے کہ آپ کیسا دعویٰ رجوع کرنا چاہتے ہیں میرے مواجد میں مولیٰ آپ
 نے موجودگی چند اصحاب علیہ السلام اپنے متروکات پر نفی و رافضی فرمائی ہی
 نہ ان بیچارے پر وہ نیشوں کو ناجائز دعویٰ سے روکا اور نہ آپ اس کے
 وکالت پر خسارت سے راسخ کف ہوئے انگریزی عمارت میں ایسی ایسی چیزیں
 کی کارروائی دوہو کہ باری و بے ایمانی سے فوراً مقدمہ قائم ہو کر مجرم جہنم
 واصل کیا جاتا ہے اگر آفریں ہے حضرت صدیق کی چشم پوشی و فرو گذاشت
 پر کہ ایسے شخص کو بالزام دوہو کہ وہی دورہ پیر نہ فرمایا مگر چونکہ جناب ابو بکر
 کی یہ فرو گذاشت ایک بڑی مفسدہ کا سبب ہوئی لہذا بجائے آفریں اس کے تفراف
 کچھ اور کہنا چاہئے کیونکہ بقول سعدی **نکوئی با بدان کردن چنان است**
 کہ بد کردن بجائے نیک مرداں اگر خلافت اب انکو اس جرم نمایاں سے
 رہائی دیتے تو انکو ہرگز یہ جرات ہوتی کہ اپنے عہد دولت میں مجرمی جملہ
 مسلمین تہامردان بے ایمان کی جاگیر میں بخوبی صلہ رحمی و کتبہ پروری فدا کر دیتے
 کو دیدیتے کیونکہ حب اعتقادات شنیہ اس قسم کی رعایت و دست افشانی سے
 رعایتیہ کی صفت سے مخصوص سمجھے گئے ہیں پس یہ کیا شان مسلمانی ہے کہ جس
 چیز کے نہ لکھنے سے سیدہ نے ریجیدہ و پیر غضب ہو کر ابو بکر سے ہجرت کی اور
 مدت العمر کہ زائد از شش ماہ نہیں ہے کہی گفتگو نہیں کی اسکو ایسے شخص کی
 جاگیر میں عنایت فرمایا جاوے کہ جب کا بے ایمان و مترو دہونا کسی کے نزدیک
 بھی مشتبہ نہیں ہے سبحان اللہ کیا معقول شخص تھے حدیث لا نورث کے

گواہ ہو کر عام مسلمین کے حقوق کو ایک راۓ درگاہ کے حوالہ کر دیا چنانچہ مدت ستادہی تک مردان اور اسکی اولاد ناپاک باین سلسلہ فذک پر قابض و دخل رہے عبدالعزیز عباسی کے وقت میں رد فذک دست سادات عمل میں آیا ہے روایات کتب ذیل اس واقعہ کی تصدیق میں ملاحظہ طلب ہیں۔ فتح الباری شرح بخاری و متوطا علی قاری و مغانی شرح مصلح و مرقات وغیرہ بخوف تطویل عبارت کتب متذکرہ صدر باتمام نقل نہیں کی گئیں محض مضمون فتح الباری پر اکتفا کیا گیا بشرط مطابقت اور مجملہ حوالہ درست سمجھیں اگر خلاف پائین حصے دست پنجم ہوں اس کی جوابدہی بذمہ تحیف ہے فتح الباری کے باب فرض جس میں در باب فذک بہت طولانی عبارت ہے محض ایک فقرہ منت عطائے فذک بمروان از جانب عثمان ہدیہ خدمت ہے قالا لخطابی انما قطع عثمان ذلک مردان عبارات کتب محکمہ و مضمون فتح الباری بحکم ایمانذاری ملاحظہ ہوشمین کراہنے زمان حکومت میں اولاد رسول کو بدلیل لا نورث فذک سے محروم فرمائیں اور جناب عثمان اپنے عہد دولت میں حالانکہ گوش خود فذک کا صدقہ ہونا رسول اکرم سے سن چکے تھے تنہا مردان بے ایمان کو کہ جسکے فضائل مستغنی عن البیان ہیں مستغید فرمائیں ناظرین تحریر ہذا کو یہ خیال فرماتا ضرور ہے کہ جسوقت جناب سیدہ نے بعد رد دعویٰ حبہ جکا استدرا د خلافت مآب نے بوجہ عدم مقابضت وغیر تکمیل نصاب شہادت کیا تھا بغرض افہام واسکاتہ البوکر و اتمام حجت شرعی فذک کو مقبوضہ و مملوکہ رسول خدا قرار دیکر وراثتاً دعویٰ پیش کیا اور درباب وراثت انبیاء سخت محاجہ ہوا و اتفاق مقصد تنزیل و رموز دان قرآن و راسخون فی العلم اعنی اہلبیت طاہرین جو کہ بتعلیم نبوی ہر ایک آیہ قرآنی کے معنی و مطالب سے گماہی آگاہی رکھتے

تھے اور صحابہ عظام عند الوقوع تنازعات اُنکے ارشاد کو بالا ترین اقوال جانکر واجب التسلیم سمجھتے تھے ایک سمت اور خباب ابو بکر جھگو زبردستی پکڑ کر لوگوں کو اپنے سند خلافت پر شہاد دیا تھا اور وہ اکثر اور ہمیشہ اپنی ناقابلیت کے مستحق ہوتے تھے جیسا کہ اقلہ بیعت سے ظاہر ہے۔ اور علیؑ کی یہ حالت تھی کہ کلامہ تک کے معنی بخواب تھے مع رفقا سقیفہ کہ جن میں اول درجہ حضرت عمرؓ تھے ایک طرف سعد بن علم و حکمت و محل نزول وحی و ملائکہ جو کہ اعلم الناس تھے اور آنحضرتؐ نے اخذ احکام دینیہ اُن سے متعلق فرمایا تھا یہ بیعت کرتے تھے کہ انبیاء کا وہو بحکم قرآن ضرور ہے۔ اور ورثائے انبیاء یاقین برابر ورثہ پاتے رہے ہیں آیہ یوصیکم اللہ عام ہے مگر بڑا میرا شوب وقت تھا اسی نے دشنام اور سب کو قطعاً اُنکے باب کے ترکہ سے محروم قرار دیدیا تفصیل اس قصہ کی دوسرے حصوں بوجہ اتم کی گئی ہے ابتدائی زمانہ آدم علیہ السلام سے آج تک کسی کی اولاد برابر اساجرو ظلم نہیں ہوئے کہ متروکات پدری سے روکی گئی ہو اس نئی بات کی نظر میں لائے جناب سیدہ محترمہ کے اور کسی کو نہیں پیش کیا جاسکتا چونکہ اس موقع پر میرا منشا کو امان حدیث کی حالت ظاہر کرنے کا ہے بنا بر آں آویزہ گوش مبارک کرتا ہوں کہ جب فدک کا مقدمہ پیش ہوا اسوقت جملہ صاحبان مندرجہ حدیث مدینہ طیبہ میں تشریف رکھتے تھے اور وہ عمر موقع بار شہادت سے سبکہ دشمن ہونے کا تھا مگر کسی مومخ و محدث نے اپنی تالیف و تصانیف میں بغرض تکمیل مثل ایک گواہ کا بیان ہی لیا جانا اب تک ظاہر نہیں کیا بلکہ بخلاف اِس کے حضرت علی علیہ السلام کا بطرفداری جناب سیدہ قرآن پاک سے جہت اثبات و راشت انبیاء متدل ہونا ثابت ہوتا ہے مگر چونکہ ہاں خاطر سیدہ کیس حضرت امیر کا احتجاج فرمانا اُمی

منفعت ذاتی پر محمول تھا لہذا انکی استدلال پر کب عمل فرمایا ہو سکتے تھے ہاں
 جب کوئی مسئلہ لاحل و پیچیدہ پیش ہوتا تھا کہ جسکے نہ سلجھنے پر نفس خلافت
 میں بیٹھنے لگے تو حضرت علیؑ کو وارثِ علم نبی اور افضلی ترین امت احمدی سمجھ کر
 حل مسائل مشکلہ میں اٹھا دیا جاتا تھا اسجگہ جہاں کون موقع تھا کہ اُن کے اجتہاد
 کو تسلیم کیا جاتا مال کا خلیفہ صاحب نے بلا بینہ و شہود محض استعمال ذاتی پر
 کار فرما کر مقدمہ کو زیر تجویز سے خارج فرمایا اور حضرت امیرؑ نے جو درباب
 جہان و راشت تبرک انبیاء علیہ السلام استدلال کیا اُسکو محمول باعرض
 نفسانیہ و ذاتیہ کر کے ناما قبل اس بیان کے کہ ابو بکر کا حدیث منع و راشت
 کو زبان رسول اکرمؐ سے بذات خود منکر عمل فرمایا ہونا کیا اقتدار و اعتبار
 رکھنا ہے مجھ کو اس بات کا عرض کرنا ضروری معلوم ہوا کہ بہ ثبوت و راشت
 انبیاء جناب امیرؑ کا احتجاج ابو بکر کو کہا تنگ یا بند کر سکتا تھا اس بات کے ثبات
 کرنے میں کہ حضرت علیؑ کے استدلال پر ابو بکر کو عمل کرنا از جملہ واجبات تھا ملاحظہ
 النبوة سے کہ معتد ترین کتب شنیہ ہے ایک عبارت نقل کرتا ہوں اور وہ یہ
 ہے جبکہ رسول مقبولؐ نے زمانہ ابتدائی میں جہت تعلیم و تلقین احکام شریعت
 حضرت امیرؑ کو ملک میں کی طرف روانہ فرمایا تو یہ اہتمام کیا کہ عثمانہؓ مبارک
 اُنکے سر پہ باندھا اور اپنے ناقہ خاص پر سوار کیا اور برسم تودیع چند گام
 مشایعت فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ ترا فرستادم و بر مفارقت تودیع
 بخورم بعد ازاں آنحضرت صلعم دست مبارک بر سینہ علیؑ کرم اللہ وجہہ
 و گفت اللہم ثبت لسانہ و اید قلبہ لاجرم در علم قضا بر تہ رسید کہ
 زبان معجز بیان رسول اللہؐ بایں منقبت ناطق گشت کہ اقصا کو علیؑ و انقبت
 عظیم است صاحب مدارج کی یہ عبارت کہ اے علیؑ بر مفارقت تودیع بخورم

صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ ختمی مآب کو حضرت امیرؓ کی جدائی سے سخت
افسوس تھا یقین ہے کہ اگر اہل اسلام سے کوئی دوسرا شخص قابلیت تعلیم
و تکمیل احکام شریعت رکھتا تو ضرور ہے کہ آنحضرتؐ مفارقت امیر المؤمنینؓ
کو ارادہ فرماتے اور کیونکر ایسا ہوتا تبلیغ احکام شریعت امور ات عظام میں
ہے سوائے نبی یا نفس نبی کے کون تکفل ایسے امر سرگ کا ہو سکتا تھا سورۃ
برأت کہ جسکی تبلیغ سے حکم آسمانی عزل ابو بکرؓ ہوا زباں زو اطفال اہل اسلام
ہے رسالہ ہذا کے حصہ دوم میں مضمون سورۃ برأت کو عجیب شان سے عرض کیا
گیا ہے انشاء اللہ ناظرین اسکو دیکھ کر از بس تعظی ہو گئے خلاصہ کلام کہ حقیقت
حسب مفاد مدارج النبوت رسول اکرمؐ نے جناب امیرؓ کو افضلی ترین اُمت
کہا ہو گا ضرور ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہی چونکہ صاحب خاص تھے مٹا ہو مگر
افسوس ہے کہ ایسے صحابی جلیل القدر نے تکذیب ارشاد نبوی کر کے اجتہاد و تفسیر
کو مصون عن الثواب خطا و غلطی سمجھا بلکہ بحث و راءت میں جناب امیرؓ کو حضرت
عذیق نے نتیجہ با مر باطل سمجھ کر اپنی تہنارائے پر عمل کر کے مقدمہ اِرت کو فوات
کر دیا بہر حال اس معاملہ میں ابو بکرؓ کا حدیث لا نورث شکر حکم دینا صحیح ہو گا یا
حضرت امیرؓ کا استدلال اس واقعہ کو ہم ارباب ایمان کے روبرو پیش کیے
طالب حکم میں مجملہ دو اصحاب کے جس کے تصویب مناسب ہو کر دیو میں مگر اتنا
اور ملحوظ خاطر ہے کہ اگر جناب ابو بکرؓ کے افعال کی اصلاح میں کوشش نہ کی جائے
گی تو تورات و معصوم کی تکذیب لازم آجائے گی کیونکہ حضرت امیرؓ کے ساتھ علیؓ
طائی ممکنات ہیں اسلئے کہ رسالتا ب نے بحق حضرت امیرؓ لفظ اقتضاکم ارشاد
فرمایا ہے پس تعجب کی بات ہے کہ قاضی ترین اُمت احمدی ایسے مسئلہ پر بحث کیے
جو کہ سراسر خلاف قرآن ہو چونکہ حسب تفریع کتاب مسلم حدیث لا نورث کے دفع

پر چند صحابیوں نے بعد عمر ابن خطاب کو ابی دی اور ابو بکر کے رد پر فرمایا
 لب کشائی نہ کی اور خلیفہ صاحب نے اپنے علم ذاتی پر عمل کر کے انفصال مقدم فرمایا
 اور علمائے اعلام سنتیہ نے جبکہ نام نامی ذیل میں لکھے جاتے ہیں تجویز مقدمہ
 ارث میں ابو بکر کے نفرد کو مستند سمجھ کر انفصال مقدمات میں استناد بجز احاد
 کیا ہے ہذا بادی النظر میں جو کہ اس کا رد روانی پر جرح وارد ہوتی ہے انکو
 بیان کیا جاتا ہے پہلے اُنکے نام سن لیجئے جنہوں نے ابو بکر کے فیصلہ کی تصدیق
 بوجہ تفسیر کی ہے سیوطی صاحب تاریخ الخلفاء علامہ عضد الدین صاحب
 مواقف در شرح مختصر الاصول و کشف الایثار شرح اصل بزودی تصنیف
 عبدالغفر بن احمد محمد النجاری ابن حجر در معواتی حرقہ فخر رازی در کتاب
 الحصول بمقام اثبات علی بن ابی طالب و احمد غزالی در منہاج مولوی نظام الدین پدر
 عبدالعلی در صبح صادق ابن ابی الحدید معتزلی در شرح نہج البلاغہ جملہ کتب
 متذکرہ صدر کے عبارت کا نتیجہ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو از جانب عمر کو
 ابو بکر و باب اسکات انصار حدیث الاثمہ من قریش پیش ہوئے وہ از جملہ
 احاد ہے اور سیدہ کے محروم کرنیکی غرض سے جو سخن معاشر الانبیاء سے التماس
 کی جانب منسوب کیا گیا وہ بھی ایسا ہی ہے کہ سوائے ابو بکر کوئی دوسرا راوی
 نہیں ان دونوں باتوں کے راوی اصدا الصادقین جناب ابو بکر صاحب
 ہی ہیں۔ اور کل علماء موصوف نے اُن کی روایت کو با وصف واحد ہونیکے
 واجب التسليم جانا ہے مگر ابن ابی الحدید نے تعجب ظاہر کیا ہے کہ روایت
 وراثت کے لئے گواہ او متعلق ضرورت پر منہ پھرن یہ کیا معنی مگر قدرت خدا
 قابل دیدنی ہے اس جماعت کثیر و جم غفیر پر نظر کرنا چاہئے کہ کیسے کیسے مستحادی
 خبر واحد کو جائز جان کر انفصال مقدمات میں بڑے آئندہ فتوے جواز ہی دیتے

ہیں اور محمد سمیع بن جباری جو کہ اساطین دینِ سنّیہ سے ہے وہ اس سے قطعی مخالف
ہیں لکھتے ہیں کہ حسبِ قولہ اہل حجاز حاکم پر حرام ہے اپنے ذاتی علم پر کسی مقدمہ نہیں
حکم کرنا تا وقتیکہ علی ردّ سناشہاد کو ان سے باضابطہ اظہارِ حلفی نہ لیا جاوے
عبارت بنجاری یہ ہے قَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ يَقْضِيَ بَعْلَهُ دُونَ عِلْمِ
غَيْرِهِ إِنْ عَلِمَ أَكْثَرُ مَنْ شَهَادَةِ غَيْرِهِ وَلَا كُنْ فِيهِ تَعَرُّضٌ لِتَهْمَتِهِ نَفْسَهُ غَيْرِ
الْمُسْلِمِينَ وَاعْيَاءُ لَهُمْ فِي الظُّنُونِ وَقَدْ كَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَنُّهُ إِلَى آخِرِهِ
قاسم بیان کرتا ہے کہ حاکم کو اس جہت سے اپنی ذاتی علم پر مقدمات میں انفصال کرنا
مستحب کیا گیا ہے کہ اہل اسلام بدگمان ہو کر حاکم کے تہم کر نیکی اسباب پیدا کر سکتے ہیں
پس لازم ہے کہ کسی مقدمہ میں حکام ذوی الاحترام اپنے علم کو جو اس مقدمہ کی
نسبت اُنکو حاصل ہو چکا ہو دخل نہ دیوں بلکہ شہادتِ صحیحہ پر ڈالیں اگرچہ اُنکا علم
بہ نسبت اور لوگوں کے شہادت کے زیادہ ہو اور امام بنجاری نے یہ بھی لکھا ہے
کہ فقہائے اہل عراق مثل ابو حنیفہ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ حاکم کو اپنے ذاتی
علم پر بھی تصفیہ تنازعات میں عمل کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ علم بوقت
پیشی مقدمہ پیدا ہوئے وقتِ پیشینہ اولین پر عمل فرما ہونا جائز محض ہے
سو کچھ معاملہ فہم میں خلیفہ صاحب کو کوئی خیال بوقتِ رویہ جاری مقدمہ
ہونا تھا کہ جس سے اُنکے ذاتی علم کی حلت ثابت ہو جاوے بلکہ عدمِ راسخ
افہام کا علم اُن کو بزمانہ حیاتِ ختمی مآب بقول خود شان حاصل ہو چکا تھا
عبارت بنجاری مع تشریح فتح الباری یہ ہے قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مَا سَمِعَ
أَحَدًا فِي الْمَجْلِسِ لِقَضَاءِ قَضَايِهِ وَمَا كَانَ فِي غَيْرِهِ لِمَقْضِيهِ إِلَّا يَشَاهِدُونَ
اور شارح بنجاری نے یہ قول ابو حنیفہ کا ظاہر کیا ہے واضح ہو کہ وہ باتیں
اس باب میں بیان کی گئی ہیں اول یہ کہ روایتِ حدیث لا نورث کے مجرّد

بیان کرنے سے علمائے سنیہ نے ابو بکر کے نصرو کی توثیق کر کے جائز و واجب
 تعمیل سمجھا ہے۔ دوم یہ کہ بروایت بخاری فقہائے حجاز و عراق نے اپنی ذاتی
 علم پر کارروائی کرنے سے حاکم کو مجرم بلکہ مرتکب حرام قرار دیا ہے تیسری
 بات اور سنئے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ کے باب دہم میں بذیل طعن
 ابو بکر طعن دو از دہم کے ایک موقع پر بایں عبارت رقمطراز ہیں چون ابو بکر
 امین خبر را خود شنیدہ بود حاجت تقیض بدیکرے نہ داشت اسوقت خلیفہ صبا
 کی روح عجب کشاکشی میں ہے ایک گروہ بر خطا دوسرا بر صواب پاتا ہے
 نہ معلوم کس کو ڈگری ملتی ہے مگر ہم بفرست یہ کہہ سکتے ہیں امام بخاری و
 ابو حنیفہ کی تلمذ میں برہمتی ملت شیعہ تصور ہے اسکو گوارا نہ کریں گے اور
 شاہ صاحب کو ہندوستان کا ایک کالا آدمی سمجھ کر بے شبہ جو ثا قرار دیدینگے
 بخاری کے مطالب نے ہکو یہ نتیجہ بخشا کہ خلیفہ صاحب کا مرتکب بفعل حرام ہونا نہایت
 آسانی کے ساتھ بلا تکلیف ثابت ہو گیا شاہ صاحب نے جو تحفہ میں حضرت
 صدیق کے لئے در باب انفصال مقدمہ فدک اشکال عدیدہ بیان کئے ہیں
 منجملہ اُنکے یہ بھی عذر کیا ہے کہ اگر ابو بکر فاطمہ علیہا السلام کو فدک دیدیتے
 تو اُنکو سخت مشکل پیش آتی اور برائے آئندہ انتظام انفصال مقدمات
 بکڑجاتا اور قاضیوں کو نہایت آزادی ہو جاتی کیونکہ لوگ یہ کہہ اُٹھتے کہ خلیفہ
 نے اپنے نبی کی بیٹی کی رعایت کی اور عام مسلمین کے حق کو بیاس خاطر خراب کیا
 رعایت اُنسے مخصوص کر دیا پس یہ فیصلہ قضات کے لئے اذیتنا آئندہ میں کیا
 ہو کر باعث رعایت احد المتخاصمین ہو جاتا اسلئے اُنہوں نے اسوقت کی
 رنجیدگی کو گوارا کئے محض خیال انتظام پیچی گردن کر لی ہریتہ الشیعہ میں بہت
 شلخ و برگ لگا کر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے میری دانست میں جیسا کہ حسب

تصریح بخاری و روایت قاسم مندرجہ بخاری جناب ابو بکر کو ایسے ذاتی
علم پر کہ جسکی صحت ہمنوز محل کلام میں ہے فیصلہ دینے سے بدنامی ہوتی اس حالت
میں ممکن نہ تھی نہ معلوم خلیفہ صاحب کو کیا ضرورت شدید لاحق ہوئی کہ بغور
رہوع و دعویٰ بلا قرار داد امر تنقیح اپنی ذاتی واقفیت پر کہ جسکا ثبوت عیناً
یہی مسمون ہے تصفیہ کر ہی دیا چونکہ خالو زادہ نبوت کے مقابلہ میں ایک شخص
اجینی حاکم تھا لہذا خلیفہ صاحب پر فرض تھا کہ اپنی برأت و تقویت رائے کے لئے
بخیال زبان بندی خلائیق دوچار گواہ کا بیان ضرور قلمبند فرما لیتے یہ کیا معنی
کہ مقدمہ ہمہ بعد عدم تکمیل نصاب بنیہ خارج کیا جاوے اور اس جگہ باوصفیکہ
شامہ ان حدیث متعدد دیتے ایک کا بیان قید قلم میں نہ لایا جاوے میں کمال منزل
تمام حقوق سے دست بردار ہو کر عرض کرتا ہوں کہ اگر خلیفہ صاحب کو دریا
عدم وراثت انبیاء کوئی حدیث ختمی مرتبت سے بغرض محال پہنچی ہی تھی تو چونکہ
سیدہ کوفہ کے لیغ میں ایسا اصرار و استہدائے تھا کہ ہبکی دشمنی پر نہ روکیں
اور وراثت دعویٰ پیش کیا تو لازم تھا کہ خلیفہ ایسی چال چلتے کہ وہ بھی غلامند
مستہین اور عذائے اور عذائے الناس ائمہ پر ہی کوئی مواخذہ عائد نہ ہوتا کیونکہ
انکو اپنے زمانہ اقتدار و دوران حکومت میں اختیار حاصل تھا کہ جن حق
عام کو چاہتے خاص کر دیتے چنانچہ شاہ صاحب معترف ہیں کہ خلیفہ وقت کو
خواہد بخیرے تھیں شاید پس حکم حدیث مشہور کہ ہر شخص کی اولاد کے ساتھ بیجا
و مروت پیش کی و بخیاں حقوق انکے والدین کے خلیفہ صاحب پر واجب تھا کہ باس
خاطر رسول مقبول و بخیاں حقوق مریانہ و اشتقاق آنحضرت جناب سیدہ سے انکو
مخصوص فرما دیتے اور بظرا احتیاط اہل اسلام سے کہہ دیتے کہ اے ہاتھ بکھڑو
کچھ امارت فرمایا ست حاصل ہوتی وہ اس صاحبزادی کے پدر بزرگوار ہی کی بدولت

ہے ورنہ ابتدائے اسلام میں اپنی بے زری و کم وقاری سے ہمیشہ ابن ربیعہ
 کی جوتیاں کھاتے رہے چونکہ ایسے وقت میں کہ اسکو اپنے باپ کی مفارقت کا نہایت
 ملال ہے اور بظاہر کوئی مشکل اوقات گزاری کی بھی نہیں ہے اسکا خیال سب
 مسلمانوں کو کرنا چاہتے چونکہ یہ سیدہ محترمہ فدک کے لینے پر اڑی ہوئی ہے پس
 مناسب ہے کہ سب صاحب اپنے اپنے حقوق محل کر دیوں میں نہیں خیال کر سکتا کہ اور
 کوئی صاحب سوائے عمر کے اسوقت کے مسلمانوں میں انکار کرتے البتہ جناب
 عمر کو سخت امر آرہا تھا کہ فدک داخل خالصہ کر لیا جاوے چنانچہ یہ نامہ کا چاک
 ہونا ناظرین باتکلیں حصہ دوم میں ملاحظہ کر کے اس بات کو ضرور مان لیں گے کہ
 صاحب کو فی الواقع بوجہ حفاظت و غلاظت طبعی ایک نوع کی ہش و دہری تھی چہ کو
 اس موقع پر بتائید کلام خود رسول پاک کے زمانہ کا ایک قصہ یاد آگیا وہ یہ ہے کہ جب
 شوہر زینب و خیر بنی مویذ بن ابی ذریہ کفار گرفتار ہو کر آیا اور یہ شخص کی ربائی کیلتے
 فدیہ تجویز ہوا تو زینب نے اپنے شوہر کی مخلصی کے واسطے اپنا قلاوہ یعنی گردن
 آنحضرت کی خدمت میں بھیج دیا رسول پاک اسکو دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا میں
 سمجھتا ہوں زینب کا زیور لینا ت سب مسلمانوں نے بخاطر دانت رسالتاب
 اپنے اپنے حقوق سے جس قدر کسی کو پہنچتا تھا دست برداری کی اور قلاوہ
 واپس دیا گیا یہ مقام ذرا غور طلب ہے کہ رسالتاب کو اپنی ایسی بیٹی کے
 زیور لینے کا کہ جبکہ صلبی و ربیبہ ہونے میں گفتگوئے عظیم ہے یہ صدمہ ہوا کہ انسو
 نکل پڑے تو نہ معلوم جبکہ سیدہ محترمہ کے ساتھ ایسی سختی کی گئی ہوگی کہ چاک
 شدہ دھتیکہ لیکر دائر شریعت سے برآمد ہوتی ہوئی تو روح رسول اکرم
 پر کیا نقب گذرا ہوگا اصل حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ صاحب نے جناب معصومہ
 کے مقابلہ میں از قسم دشمنی و حق تلفی و رنجہ ہی دقیقہ ازدقائق فرو گذاشت

نہیں کیا اور حضرات اہل سنت اجماع انہیں امور کے جس طرح کہ بن پڑتا ہے تائید کرتے
 جاتے ہیں چنانچہ میں نے شیخ محبوب عالم مولوی پنجابی سے جو کہ آپکی اطفال کی تعلیم
 دینے میں نامور ہیں ایک روز برسیل مذکورہ تعجاؤ چھا کہ حسب روایت مسلم حضرت
 امیر و جناب عباس کا وقوع حدیث لا نورث پر گواہی دینا اور ما افا اللہ
 و ما لبی النبی کے طرز تقسیم بعد رسول اللہ حضرت عمر سے منکر بلفظ نعم اسکو
 تصدیق کرنا اور بخلاف اس علم و آگہی کے شیخین کے اوقات حکومت میں دعویٰ
 کرنا یہ کیا معاملہ ہے جواب فوری ملا کہ حضرت امیر علیہ السلام نے اجتہاد میں
 غلطی کھائی ارباب بصفت سے نہایت ادب کے ساتھ ملتی ہوں کہ برائے خدا
 زمام انصاف ہاتھ سے نہ دیں خطائے اجتہادی اگر حسب قواعد مقررہ ہوتی
 کوئی اثر رکھتی ہے تو اس معاملہ میں اسکو کیا نسبت ہے خطائے اجتہادی
 یہ ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ شرعی میں بلا اغراض و تعلقات بہ نیک نیتی اپنی ریلے
 سے حکم دے اور وہ خلاف ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اجتہاد میں خطا کھائی اور
 یہ توصاف طور کی بے ایمانی ہے اور سلاطین کو مغالطہ میں ڈالنا ہے اگر
 خاظمی فی الاجتہاد ہوتی تو شاید ایک مرتبہ تین مرتبہ ہر خلیفہ کے وقتیں دعویٰ
 کیا اور ایک ہی حجت لا نورث پر باطل ہوتا رہا صغیرہ براصرار کرنا داخل کبیرہ
 ہے اور کبیرہ کو جائز جانکر مصر ہونا منجر بکفر ہے اندرین صورت قابل بخطائے
 اجتہادی کے نزدیک حضرت امیر علیہ السلام نے مع علم و ذیشان ارتکاب کفر
 فرمایا سبحان اللہ کیا با ایمان گروہ ہے جو زبان پر آتا ہے بے کھشک کہہ دیتی
 ہیں ایمان رہے یا نہ رہے مگر ابوبکر کسی طرح بھیں سویرہ بغیر بعض محققین اہل سنت
 جیسا کہ مولوی عبدالعزیز صاحب جنکو اکابر سنیہ امام مجتہدین ہندوستان
 جانتے ہیں اور ان کا نام مبارک نہایت تعظیم و تکریم سے بہ لفظ مولانا

واولا نالیٹے ہیں وہ تحفہ کے باب دہم میں بذیل جواب مطاعن عمر مطعن
 تحریم متعہ کے ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ پس ہر کہ عزوہ خبیثہ را تانیخ
 تحریر متعہ گوید گویا دعوی غلطی و استدلال حضرت مرتضیٰ علی امینکند و این
 دعوی شاید جہل و محق اور اس است۔ یہ فقرہ صاف دلالت کرتا ہے کہ
 حضرت امیر سے وقوع خطا از جملہ محالات ہے اور حسب تعلیم شاہ صاحب
 جناب امیر علیہ السلام کے استدلال پر ایراد کرنا افراد سفہا و محتامین داخل
 ہونا ہے اندر میں حالت شاہ صاحب بہادر کے نزدیک خلیفہ اقل بھی علی
 درجہ کے سفیہ و احمق قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ عند الحاجہ سیدہ خلیفہ صاحبہ
 بنا منظوری احتجاج حضرت امیر خلاف فیصلہ صادر فرمایا ہے چونکہ جناب
 علی المرتضیٰ کا ختمی مرتبت کی زبان کو ہر فتان سے بگوش حق نبوش حدیث
 لا نورث سماعت فرماتا اور بخلاف اسکے دعویٰ رہونا نہایت پیچیدہ و مشکل
 قصہ ہے اور جواب اسکا موہنہ کا نوالہ نہیں لہذا علمائے اہلسنت نے بہت
 چکچیریاں کھائی ہیں و رقوق عقلیہ و زور طبیعت سے طرح طرح کے جواب تحریر
 فرماتے ہیں۔ مگر محمد اللہ آج تک نے جواب ایسا نہ بن پڑا کہ جبکو دس برس کا بچہ
 بھی تسلیم کر لے مولوی محمد قاسم نالوتوی نے جو کہ علمائے متاخرین میں نظر
 اہلسنت اعلیٰ درجہ شخص گذرے ہیں اور حضرات اہلسنت کو انکی طافت و یاقوت
 پر ہیئت ناز ہے اسباب میں کہ نہایت اہم و مشکل ترین قضایا ہے ایسی بدیہ البطلان
 توجیہ کی ہے کہ جسکے دیکھنے سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا تا مثر
 اہتمام سو احمق پوشی و خلاف گوئی کے اوکچہ نہیں ہے صاحب موصوف او اخر
 ہدیتہ الشیعہ میں نہایت ناز و تبحر سے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت نے جواب و صف
 سماعت حدیث لا نورث دعویٰ وراثت بخانہ سیدہ دائر کیا اسکی وجہ یہ ہوئی

کہ آخر انسان تھے اور لازماً انسان ہوں نیاں ہے پس بوقت رجوع دعویٰ ارشاد
 نبوی کو فراموش فرما کر خلاف اپنی شہادت کے دعویٰ پیش کر دیا جباً بوبکینے یاد
 دلایا تب یاد آگیا اور عالم بخود ہی میں بی بیوت نیاں تو جہات بے پایاں کے ہیں
 مولوی صاحب تو اس وقت موجود نہیں مگر میں آپسے چونکہ اُنکے متقدمین خاص سے
 ہو بخلف دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ جواب ایسا معقول ہو گیا کہ جسکی تعلیم پر ہم
 بروئے قواعد عقلیہ و نقلیہ بالکل مجبور کر دے جاویں اب سنئے کہ جناب امیر نے
 بروایت معتبرہ شیعہ ہر سہ خلفائے نامدار کے زمانہ میں دعویٰ کیا ہے اور برابر
 خارج ہوتا رہا تو کیا ہر حکم میں دعویٰ کے رجوع کرنے پر پہلا حکم ہوتے رہے لطف
 یہ ہے مادہ نیاں ایسا جوش زن ہوا کہ عباس ہی پہول گئے اور حسب روایت
 احمد بن حنبل حضرت عثمان سے جو خواستگار ہوئے اس وقت ہی پہول گئے اور طرہ
 برآں یہ ہے کہ خلیفہ عثمان نے جبکہ ازواج طہارہ کی جانب سے دعویٰ کیا اور
 بعد ناسمعی اپنے عہد دولت میں کہ نہایت آزادی کا زمانہ تھا مردان کی جاگیر
 میں فداک کو دخل کیا وہ ہی پہول گئے۔ یہ عجیب پہول ٹھیلیاں ہے کہ اپنے مطالبے
 خلاف کہی کجیاد نہیں آتے مگر خلیفہ اول کی یادداشت قابلِ داد ہے کہ مجروح
 رجوع دعویٰ وہ حدیث کا ستر یاد آگئی تعجب ہے کہ کبرسنی بھی باعث نقصان
 ہوتی اور نوجوان آدمی یعنی حضرت امیر کو قوتِ حافظہ نے ایسا جواب دیا کہ
 باوصف تنہات متواترہ ہو لیتے رہے عجب جھولن چلتا تھا اب جھکوبغرض تنہہ
 غافلیں یہ ثابت کرنا ضرور ہوا کہ آیا حضرت علیؑ احکام الہی و ارشادِ برائت ہی
 کے حفظ کی قابلیت کرسد رجوع کہتے تھے اور معاملات و وارثت میں مقدم تر قضایا تے
 ہوں نیاں انکی ذات اقدس سے واقع ہو سکتا تھا یا نہیں تفسیر اسباب و دل تفسیری
 و کشف و علینا لا دلیا۔ و تا سرخ طبری غیرہ میں لکھا ہے کہ جس وقت آیہ کریمہ دیتھا

اذن و اعلیٰ کہ جسکے یعنی میں کیا دیکھنے نعت و احکام صمدیت کو کان یا دیکھنے و لکھا
 نازل ہوئی اسوقت حضرت صلعم نے جناب امیر کو سینہ قبض کھینچنے سے چاہ فرمایا
 اور ارشاد کیا کہ اے علی مجھ کو حکم خدا ہوا ہے کہ تم کو اپنے نزدیک رکھوں اور
 دور نہ کروں اور جو احکام کہ تم کو تعلیم کروں انکو سنو اور یاد رکھو پس حد
 لا نورث کا زبان ختمی مرتبت سے سننا ایسے احکام میں ضرور داخل تھا لہذا
 حضرت امیر فرماتے ہیں کہ بعد از دعائے نبوی میں کوئی حکم فراموش نہیں
 کیا یہی وجہ ہے کہ شاہ ولایت سرمہر نگار کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ بوجھو تم
 مجھ سے قبل اسلے کہ کم کرو مجھ کو اکابر شیعہ مقررین کہ امت محمدی میں کسی نے
 یہ دعویٰ جلیل سوائے امیر المومنین کے نہیں کیا اور نہ کوئی ایسے لفظ کہہ
 کا منصب رکھتا تھا یہ بات پوشیدہ نہیں عوام جانتے ہیں کہ جب صحابہ کے ربوب
 کوئی مقدمہ مشکل و المانی پیش ہوتا تھا تو حضرت امیر کی طرف عاجزانہ طور پر
 رجوع کرتے تھے اور باتفاق کل امت ہر مسئلہ اختلافی میں ارشاد مرتضوی
 کو مطابق مرضی ختمی مرتبت سمجھ کر واجب التسلیم جانتے تھے افسوس ہے کہ معاملہ فدک
 میں خلافت مآب نے استدلال مرتضوی کو نہایت بے اعتبار نظر سے دیکھا بلوی
 محمد قاسم نے تو بجائے خود غرضیاں اپنے مقلدین اہل ملت کو ملین کر دیا مگر مقتدین
 مستدین کی بھی سنئے کہ وہ کیا کہتے ہیں ابن حجر شراح بخاری نے جناب امیر حضرت امیر
 کا حدیث لا نورث سکر اسکے برخلاف دعویٰ کیا ان حضرات کی شان سے قنانی
 و بعد القتل سمجھ کر بدستہر و بزرگواران عمر و ابو بکر کا ظلم و فاجر ہونا تسلیم کیا اور
 ایسا ہی ابو بکر جو ہری نے جو کہ ثقافت علمائے سنیہ میں کتاب یقینہ میں ظاہر کیا ہے کہ
 حضرت امیر بن ابی بکر و عمر کو ظلم و فاجر جانتے تھے عبارت ہو کہ تبت ہے ابن حجر
 عسقلانی فتح التباری شرح بخاری میں کہتے ہیں و فی الکمال شدید ہون خل العصبہ

فی ان العباس علیہ السلام قال لا نورث فان کان اسماء
 من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یطلبیانیہ بعد ذلک من عمر الذی ینظر والہ
 ۱ علم محل الامر فی ذلک علی ما تقدم فی الحديث الذی قبلہ فی حق فاطمة وان کل
 من علی وفاطمة والعباس اعتقد ان عموم قوله لا نورث مخصوص بہ بعض
 ما یختلفہ دون بعض ولذلك تسب عمری علی العباس انما کان یعتقد ان
 ظلم من خالفہما فی ذلک پس حسب تصریح شارح بخاری و ابو بکر جوہری
 بقواسط لایزال عہد انطاہمین ہر دو بزرگواران دائرہ امامت سے خارج ہو کر
 زمرہ فاسق و فجار میں داخل ہو کر امامت عظمی و نیابت کبریٰ سے نکل گئے چنانچہ
 شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب تحفہ نے ہی کتاب خزائن الحکمت میں اس قصہ کو از
 جملہ قضایا سے مشککہ سمجھ کر تسلیم کر لیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام و حضرت
 عباس اس ارثان حکمت و صاحبان عصمت اور قطب و امام مستنیر بنور نبوت ہیں ان
 بزرگواران کے ذوات قدسیہ سے بعید کیا بلکہ محال ہے کہ بلا وجہ و موجب ابو بکر
 و عمر کو جو ثا اور گنہگار و غادر و خائن سمجھتے تھے ہم ہی کہتے ہیں کہ خلاف
 قرآن حدیث وضع کرنے اور دیگر اقسام کے افتہ ایراد نہ ہوئیے جناب امیر انکو
 جھوٹا اور خائن بانتے تھے۔ نہ یہ کہ ممکن ہے کہ نائب سید المرسلین و ختم المرسلین
 کسی مرد صادق و راشد کو جو ثا خیال یا بالآخر جملہ حالات مذکورہ پر نظر کر نیسے
 باتیں پیدا ہوگی اول یہ کہ حضرت امیر و جناب عباس نے حدیث لا نورث منکم
 بطور ناجائز غاصبانہ طریقہ سے مال مسلمان لینا چاہا اور ہمیشہ حکام کو دھوکہ دینے
 سے اور بوقت نزاع سیئہ کد عین موقع اظہار امر حق تھا کمان شہادت
 کر کے لاکھم الشہادۃ کہ حرام محض ہے لب بستی فراموشی اور سب سے زیادہ
 حضرت امیر عزم قرار پاتے ہیں کیونکہ انہوں نے سیدہ کو دعوئی نروکا بلکہ مزید ان

تائید کلام کی اگر رسول پاک سے سن چکے ہوتے کہ آنحضرت کا کوئی وارث نہیں ہے
 تو کہہ دیجئے کہ آپ فضول بیچ آہٹا بیگے آپکے والد بزرگوار اپنے متروکات سے ورثہ
 کو محروم فرما گئے ہیں اور بوجہ رسالت ازواج و عطاۃ فدک بھروان ہی کیفیت
 جناب عثمان کی ہے۔ دویم یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی جانب سے ایک بکری
 مضمون وضع کر کے مستحقین کو انکے حقوق واجبہ سے بیدخل کر کے بصلۃ سلطنت
 قطعاً محروم کر دیا اور کچھ پیاسی احترام خاندان نبوت نہ کیا۔ سوم یہ کہ اگر
 ان جملہ واقعات و قضایاے مہرہ بالا کو پیاس خاطر خلفاء و علی و عباس
 غلط محض قرار دیا جاوے تو صحیحین چونکہ انہیں یہ تمامی حالات مندرج ہیں
 بالکل جھوٹی اور موضوع قرار پاتی ہیں اور بر بنار مسلم و بخاری اس قصہ
 خاص میں جس جس عالم و مورخ نے جو کچھ کہ لکھا سب کے سب کاذب و منقری
 قرار پاتے ہیں اور ان دو کتب کے ابطال پر مذہب اہلسنت کے بہرہی تھو
 و تخیل ہے نہ معلوم شقوق ثلاثہ سے کونسی شق مشہور طبائع حضرات اہلسنت ہو
 احتمال جملہ سوم جناب ابو بکر نے اپنی ذات بابرکات کو بقول عمر صاحب انا ولی
 رسول اللہ بیان کیا اٹھایہ ارشاد باعتبار اخبار ستواترہ و سقیضہ مندرجہ
 کتب موثقہ و معتبرہ غلط محض ہے کیونکہ رسول پاک نے اُنکو اپنا خلیفہ قائم نہیں
 فرمایا بلکہ سقیضہ بنی ساعدہ میں اقول عمرو ابو عبیدہ جراح نے بیعت کی بجایہ
 کہ کتب سیر میں مقول ہے اور لوگ سلسلہ مباہت میں داخل ہوئے پس بایشان
 اٹھایہ فرمانا کہ ولی رسول اللہ سر اسر خلاف تھی اور دیکھو صحیح مسلم کی جلد دوم
 میں بحوالہ ابن عمر مرقوم ہے کہ عمر نے قریب قات کہا ان الله يحفظ دينه واني
 (۱) مستقل فان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يتخلفه رستیکہ اللہ تعالیٰ حفاظت کرے گا اپنے
 دین کی اور تحقیق کہ میں خلیفہ نہ بناؤں گا کیونکہ نبی نے کوئی خلیفہ نہیں مقرر فرمایا

اولی کتاب میں یہ مقام دیکر مسطور ہے کہ جب ابو لوگوں کی ضرب سے خواب و دم مرجع
ہوئے تو سب لوگ اسے کہتے تھے کہ کیوں خلیفہ مقرر کیجئے پس بروایت سوراوی بنی
ابن عمر انھوں نے فرمایا کہ اگر میں کیوں خلیفہ مقرر کروں تو کچھ عیب نہیں کیجیگا
ابو بکر نے جو مجھ سے افضل تھے بجائے خود خلیفہ قائم کیا ہے اور اگر نکروں
تب بھی مجھ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ نبی صلعم نے جو کہ مجھ سے اور
ابو بکر سے پرترہ افضل تھے اپنا ولی قائم نہیں فرمایا عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں جو وقت
انھوں نے آنحضرت کے خلیفہ نہ کر نیکو ارشاد فرمایا اسی وقت میں سمجھ گیا کہ یہ اپنا
جانشین مقرر کر رہے ہیں جناب عبداللہ بفرستہ اتنی یہ سمجھ جانا کہ یہ ایک خلیفہ کو بیٹھ
ولایت کرتا ہے اس باب پر کہ یہ جناب بھی عدم اختلاف بنی پر مظاہر تھے اور شک نہیں کہ
ابن عمر بن ابی جراح شاعر کہتے ہیں پس عمر و ابن عمر و صابی جلیل الشان کی شہادت
عدم نفس خلافت پر ہر حال قابل قبول ہے اور یہ قول عمر حالت بیماری کا بیان کیا گیا
ہے پس جو لوگ کہ خلیفہ نہ کرنا تم کو نبی سے لے دیتے تھے انھوں نے بیان عمر پر اعتراض
نہیں کیا معلوم ہوا وہ بھی ارباب کوشش تھے کہ نبی باطنی انتقال فرما ہو گئے مگر میں یہی
قول شمر بخاری میں مندرج ہے پس کہ ابی تمیم بن محمد بن اندراج صحیحین نسبت ابو بکر
رسول اللہ کا یہ مختلف ہونا اگر یہ بطرفی عام اختلاف ہی بخوبی ثابت ہو گیا نظر حالت
مذکورہ بالا حدیثی اکبر کا بشہادت عمر بنی ذات کو انامولی رسول اللہ کہنا خطاب
سیدہ بتیث کو کہ غلطی جمہور سنید سے باطل کیے گئے موصوم پر افترا و اہام کی حد
غایت پر پہنچا نیوالا ہے اور عمر صاحب نہ خلافت ابو بکر کی فراع ہیں لہذا باطنی سد
علی القاسد ٹھیکے مکر وہ بھی حسب مضمون حدیث مسلم اپنے تئیں تین چار انامولی
رسول اللہ کہنے میں معلوم نکال دے گئے کیسے صحیح ہو گا کیونکہ باتفاق عام روایات سنید
ابو بکر نے اپنی خلافت کی صحت کی تھی حالانکہ اہل اسلام بعد از فطو علیہ اس وصیت پر ابو بکر

کو تنبیہ کے خلاف عمری سے ناراضا مندی ظاہر کرتے تھے شاید رسول پاک نے تخلیق میں صبا
 کی خلافت پر کوئی نص حنفی بروایت ام المومنین حفصہ فہائی ہو جیسا کہ جناب شمس الامانت
 ابو بکر کیلئے ارشاد ہوا تھا بعد غم تو جیہات میں احتمالات کچھ اور حالات قابل توجہ
 ارباب انصاف عرض کرتا ہوں چونکہ جناب امیر کا عمر و ابو بکر کو کاذب غیر حسب وایت سلم
 و بخاری جتنا اہلسنت کیلئے نہایت رنج واد پر سوز و استان ہے بنا برآں اہل علم
 نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس بحر ناپید انار میں بہت کچھ تھپتھپ کر میں مگر ساحل مقصود
 تک نہیں پہنچے مولوی نذوقی صاحب ہدیتہ الشیعہ لا فریبی کے بہت کچھ سیر فرمائی فوق
 تحت زمین و شمال ہوئے ہیں مگر ایسے فاضل جلیل القدر کی تحریطوں و بیویں کا نتیجہ کچھ
 نہیں نکلا وہ ملتے ہیں کہ کاذب غادر کا قصہ دگرگوں ہے عمر صبا نے عند الوقوع تنازعہ پیش
 الفاظ کذب عند و غیرہ مبالغہ بطور شکایت احباب فرماتے تھے مقدمہ راشت میں کسی
 ذکر اس قسم کا نہیں ہوا یہ تو جیہہ بڑی حیرت بخش ہے ہمنے آج تک دیکھا نہ سنا کہ کسی عیبت
 ایسے سلطان و نشان کو جس کے رعب و دب سے صحابہ کا پیشاب خطا ہوتا تھا بقصد بالغیا
 شکایت جھوٹا و فحاش کیا یا سمجھا ہوا و رہرت اقتراض اس بادشاہ کی عدم بجاوری
 شہادت عذرات سے اغماض کر کے سکون اختیار کیا ہو پکاری بھیجیں با وصف غور و اولیاء اس وقت
 تک بات جاگزین نہیں ہوتی کہ مبالغہ سے شکایت مند ہو کر احباب کو بے ایمان اور جھوٹا
 کس طرح کہا کرتے ہیں اگر حسب بیان صاحب ہدیتہ الشیعہ متولی ہونے پر بخش سی اس حجت
 کلامی کی سطحی تو عمر صاحب کی نہ تھا درجہ کی انسانی ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں
 کہ ابو بکر کے روبرو عباس علی باستحقاق جدا گانہ نبی مسلم کے ترکہ سے طالبے راشت ہوئے
 تھے ہوقت جناب ابو بکر نے مقدمہ مسک و جوہ میں حلیث لا انورث فرمائی تو بت کہ حسب تصریح
 مولوی محمد قاسم صبا عمر نے راشت کو بمعنی تولیت تعبیر کیا اور اس سے زیادہ ظہیر اولیٰ علی مقولہ اثر
 چرچا تاہی کہ بدعی دعویٰ ہول تولیت کے اور کلمہ جوہ منظور معنی میں ایسی دلیل لائے جس

سے سقوط و رانت لازم ہوا و متولی ہو نہیں سکتا کو کہ بخل ہے عباس کہتے تھے تو
 کہ مجھ کو چچا ہونے کی جہت سے رسول پاک کا ترکہ ملنا چاہئے اور حضرت علیؓ فرماتے
 تھے کہ میری بی بی اپنے باپ کی وارث ہے بھلا تولیت کو اس تفصیل سے کیا بتایا
 مالک اختیار ہے جسکو چاہے متولی کر دے کیلئے متولی نہ کرنے پر مذتبہ مالک کوئی جرم
 کذب خیانت وغیرہ لازم و عام نہیں ہو سکتا بلکہ اگر خواستگار تولیت کو کسی چیز کا
 کوئی متولی نہ کرے اور وہ اپنی ناکامی سے رنجیدہ ہو کر مالک کو برا بھلا کہے تو
 طالع تولیت کی سبکدستی عقل سمجھی جاوے گی اور عمر نے تو انکو بنیم حضرات اہلسنت
 متولی ہی کر دیا تھا اور بخلاف حدیث مسلم انفصال تنازع تولیت ہی کیلئے عباس
 و علیؓ دونوں آئے تھے پس اس ناکرد و گناہ کو کیوں کاذب وغیرہ بقول نہیں
 کے سمجھا ہو تو کیا محض یہ ہی لکھا ہے کہ حضرت امیرؓ آپ کے دل سے خلفا کو کاذب جانتے
 تھے میری عرض کرتا ہوں کہ دل ایک قطرہ خون ہے اسکا تخت و فوق کیا ہوگا اور بغرض
 اوپر حضرت مرتضیٰؑ و ادعنا دبوچہ مسعودی مقدمہ و رانت جمع ہوا تھا اسکا اشیئے نہیں
 کیا بعید تھا اگر ذلک پلٹ دیا جاتا تو ہم مان لیتے کہ کی قدر کرد و رت دل کے حصہ نہیں
 میں اپنی ہی مکرر ذلک بجز طرف ہو گئی اور جبکہ اسکو ایسے طریقہ مضبوط سے ضبط کیا گیا کہ
 آل مردان تک متسح ہوں مگر بنی فاطمہؑ اسکی آمدنی سے ایک جہہ پانچ تو ضرور ہے کہ اس
 صدمہ جانگاہ سے اذیت سخت باقر قلب کا حصہ آخریں ہی کبیدہ ہو گیا ہوا و بہتر
 دل سے انکو کاذب وغیرہ سمجھنے لگے ہوں فرمایا میں کیا استبعاد لازم آتا ہے بعض
 صاحب یہ بھی معنی نکالتے ہیں کہ عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بطریق استقام کہا تھا کہ کیا آپ نے
 جھگڑا و راہو بکر کو منع مذک میں جوٹا اورے ایمان سمجھا حقیر عرض پر دان ہے کہ بلا ضرورت
 جاترستی حقیقی سے عدول کرنا کیا سبب بکتا ہے حدیث میں پہلے خلیفہ دوم ابو بکرؓ عہد
 مرجع دعویٰ ہوا تھا اسکا تذکرہ کیا بعدہ پختہ کرامت ہمدان و صدیق اکبر و ذوالحجۃ

کو کذبِ غدر وغیرہ کا خدا حقیقی یعنی بار و راشد وغیرہ سے تعبیر فرمایا تو ایسی صورتیں نکلا
 انکار یہ کب تسلیم ہوتا ہے الفاظِ بار و راشد اپنی زبان سے کہنا خود بت پر دلالت کرتا ہے
 کہ یہ قابلِ اس کے خلاف سمجھتا ہے عجب نہیں کہ ایسے ہی معنی سمجھ کر حلِ یوم فرمایا ہے دیکھو یہ قصہ
 ایسا عجیبہ و مشکل ہے کہ محمد اسماعیل بخاری نے کمالِ تدقیر و دینداری سے الفاظِ کذب
 و غدر کا بالکل ذکر نہیں کیا اور بجائے اس کے کذا لکھ دیا ہے اور لفظِ صادق بار و
 راشد کو بہت خوشنحی کے ساتھ لکھا ہے امام بخاری نے چونکہ دیانتِ اری میں علی درجہ
 حاصل کیا ہے لفظِ کذبِ غدر وغیرہ کو محض سن و راشد شی سے حذف فرمادیا کہ میری تحریر کے
 اعتبار پر عجیب نہیں کہ لوگوں کو جو نا خیال کرنے لگیں کہ یہ نتیجہ ہے کہ ان الفاظ کے مقابلہ میں
 قادر و خائن خود پیدا ہو گئے کیونکہ عام قاعدہ جیتک کوئی کسی کو بیایا نہ سمجھے گا۔
 تب تک یا نذاری یہ اقامتِ دلائل کی بکلف ضرورت نہیں بخاری نے عمر صاحب کے اپنی ذات
 اور ابو بکر کو صادق کہنا خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امیر بخاری اس کے جانتے
 تھے نہ معلوم اتھام بخاری سے حضراتِ اہلسنت کو کیا فائدہ پہنچے گا اس موقع پر بعض
 محبانِ مثلِ شریکِ لباری مطلبِ لفظِ فراتماہ کا بطریقِ استقامت یہ ہوگا کہ اسے علی کو عباس
 جبکہ بدیلِ انورث ابو بکر نے تمہارا دعویٰ نامعلوم کیا تو کیا تم نے اسکو جو نا خائن
 وغیرہ جانا خیف کہتا ہے کہ ہاں جتنا غرور چھوٹا اور دغا باز سمجھا خلیفہ جی صاحبِ حضرت
 امیر کے معاملہ پر کیوں متبعاد کرتے ہو آپ کے حضور میں مجددِ ادعویٰ کرنا صاف دلیل ہے
 کہ جناب علی علیہ السلام نے حدیثِ انورث پر تمسک ہونے سے ابو بکر کو چھوٹا اور
 خائن جانا چونکہ آپ ہی اسی حدیثِ غیر مسلم کو دستاویز گردان کر تقدیر کو خارج فرماتے
 ہیں بلحاظِ محالہ آپ کو ہی یہی سمجھا گیا اور اس حکم سے ناکامی حاصل کر کے خلیفہ عثمان کے یہاں
 دعویٰ رجوع ہوگا اور جبے مان سے ہی جواب لینگا تو بوجہ کالت جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم و برو خداوندِ عظام مقدمہ دائر کیا جاوے گا حضور والا آپ سید ہی بات میں افہام

کیون جاری فرماتے ہیں یہ تو صاف بات ہے اگر ابو بکر کو جھوٹا نہ سمجھتے تو ہم کی حد اقل میں
 رجوع کرتے اور جبکہ آپ بھی یہی فیصلہ دیتے ہر جہت کہ ابو بکر دیکھتے تھے تو جو کلمہ جناب بوقت
 اعظم میں فرما دیجئے کہ یہ کیا سمجھا جاوے پس بوجہ بات بالاثبات ہو گیا کہ حضرت امیر مہدی
 ابو بکر و عمر کو کاذب و غاوری و خائن سمجھتے تھے اور جسکو جناب لایت مآب نے کاذب و مظالم و
 فاجر و خائن سمجھا وہ بلا شک و شبہ منافق و عیندہ ہے چنانچہ بخاری میں بھی تین چار
 علامتیں منافق کی بیان کی گئی ہیں کتاب موصوفہ کا باب علامات المنافقین ملاحظہ
 ہے اے بخیل ثبوت کلام عبارت سلم و بخاری بھی نقل کیا جاتی ہے عن عبد اللہ بن
 عمر قال قال رسول اللہ اربع من کن فیہ کان منافقا فخالصا ومن کان فیہ
 خصلۃ منہن کان فیہ خصلۃ من التفاق حتی یدعما اذا او من خان و اذا اشد
 کذب و اذا عاهد غدروا اذا خاصہ فخرانحہ او رو و سری حدیث یہ ہی عربی ہر پرتہ
 قال قال رسول اللہ لایب التفاق ثلاث و ان صلی و دعائہ مسلم اذا اشد کذب و اذا عد خلف
 اذا او من خان پس حسب تصریح بخاری و بیان خود عمر کہ اپنے آپ کو حسب تصریح
 کہ تب بخندہ سفید و اللہ انامن المنافقین فرمایا کرتے تھے اور اگر کٹر حدیث سے جنگو
 علم المنافقین تھا پوچھا کرتے تھے کہ سبیلہ العقیمین انحضرت نے ہمکو بھی بدیل اہل
 تفاق شمار فرمایا ہے یا نہیں بوجہ کمائینی ثابت و محقق ہو گیا کہ شیخین نظام سبب
 کذب غدرو خیانت وغیرہ کے اعلیٰ و درجہ شقاق و تفاق میں کہتے تھے اور اپنے
 موہن کامل ہونے پر انکو بھی خود ختم و وثوق نہ تھا کیونکہ عمر کا و اللہ انامن المنافقین
 کہنا کسی نوع سے محمول بغرور و کسر نفسی نہیں ہو سکتا جن علماء ہست نے ارشاد
 فاروقی کو مضمّن نفس سے تعبیر کیا ہے۔ اعلیٰ حصہ دوم میں خوب خبر لی گئی ہے
 تا ظہر غور فرمایا کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ باوجود جلیل القدر اپنی ذات کو
 رعایا کے سامنے ایسی صفات رزیدہ و خیرہ سے منسوب کرے کہ جن سے اسکا اخراج امرؤ ایما

متیقن ہو جاوے یہ قدرتِ خدا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے بطونِ اسرارِ صما تر کو لوگوں
 تکشف کر دیا تا نید اس قیل و غریہ کی اس استفسار سے بخوبی ہوتی ہے کہ جو حذیفہ
 اسرارِ رسولؐ کو اسے کہا کرتے تھے اگر انکو اپنے نفاق پر یقین نہوتا تو حذیفہ
 سے بار بار نہ پوچھتے کہ آیا آنحضرتؐ نے مکافاتِ کثافی لیلۃ العقیقہ جھگوئی نفاق
 شمار فرمایا ہے یا نہیں اگر یہ حضرت ان لوگوں کی جماعت میں داخل نہ ہوتے
 کہ جنہوں نے مفیدِ مذکور میں آنحضرتؐ کی ہلاکت کے سامان اسبابِ ہم ہمنی کے پوچھنے
 خواہ خواہ ختمی مرتبت سے کیوں بظنی کی کیا یہ ممکن ہے کہ رسالتِ مبینہؐ کو نہایت
 کہد یوں اور انکارِ حذیفہ بھی اس بات کو ظاہر کرتا کہ بیشک آنحضرتؐ نے جناب
 عمرؓ کو منافق فرمایا کیونکہ حذیفہ سے خدا الاستفسارِ عمرؓ یہ بیان کیا ہے کہ مجھ کو
 راز کے پوشیدہ کہنے پر آنحضرتؐ نے تاکید کی ہے پس اگر حضرت عمرؓ اس جہا
 منافقین میں تھے تو حذیفہ صاف کہہ دیتے کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں اور لوگ
 میں جھگو منافق کہا گیا ہے گھرچ نہ میں میں ہوں لہذا اس کے نام بیان نہیں ہو سکتا
 اور یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر پوچھنے والی نسبت ایسا اطمینان لایا جاسکتا ہے اتنی
 بیان کرنے سے حذیفہ پر الزامِ افتابے راز عامہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ افتابے راز کا
 جرمِ آشوبہ وار ہوتا کہ جب حذیفہ ایسے شخص کے استفسار پر بیان کر دیتے کہ جس کو
 فی الواقع آنحضرتؐ نے منافق فرمایا تھا ایسے پاک و پاکیزہ آدمی کے پوچھنے پر
 کہ جیسے حضرت عمرؓ تھے بنظر اطمینان مومن صاف و روشن الفاظ سے بیان کر دیتی
 کہ انکی ذات تک نفاق کی ہوا ہی نہیں خواہ خواہ کیوں مضطر ہوتے ہو معلوم ہوتا
 ہے کہ جناب حذیفہ نے ایک عرصہ تک اس غیب میں ڈالا یا کہ اسکو اپنی مومن
 منافق نہیں گنجائش امتیازِ نری میں بخوبی ثابت ہو گیا کہ بزرگوار منافق کامل تھا و
 جبکہ بوجہِ مذکور بالا انکا نفاق ثابت ہو گیا تو حکمِ آئی انی ہدایہ اللہ شہدائنا فیہ

لکھا کہ بوقت محض قرار پائے چونکہ قرآن پاک میں کاذبین کو بصفہ لعنت اللہ علیہم لکھا ہے
یادینا برآں ہم گروہ خبیثہ کیلئے آیہ موصوفہ پر مجبور ہیں و قتیکہ عبارت شلم میں یہ قلم قائم
فرما کر یہ کہ عامل ہوسم نہ قرار دیا جاوے تا کہ یہ موصوفہ کی تعمیل پر مجبور نہ رہیں و العذر عندہم کہ انہیں
مقبول۔

نتیجہ کلام

چونکہ حقیر نے کاذب خاتن و دائم پر بحث شروع کی تھی بنا برآں جس حصہ میں مسکلی ہو
طوری سے تشریح کی گئی اور حصہ دوم میں بعض معاملات بیان کیے گئے ہیں جن میں خلفہ کی
دیاد تیاں یہاں خانہ ان رسالت ظاہر ہوتے ہیں و در بالیقہ یہاں یہ ہے کہ بعد ثبوت اتہام
رد قول علمائے متقدمین و متاخرین علمائے شیعہ طبیعتہ علیہم السلام کو خلفہ سے بالکل
منتظر کر دیں اس وقت ان حالات کا کہنا خلط سمجھ کا شہہ پیدا کرتا ہے لہذا بالفعل
شرک کیا گیا اور آپ کو بھی جواب دہی تمام معاملات کی دفعتاً مشکل بڑھاتی اگر مایا
کلام ہے تو اسی کا جواب عنایت فرما کر گلو خلاصی فرماتے ہ

شرائط جواب

اگر آپ خیال حفظ آبرو متکفل جواب دہی ہیں تو اس بات کا لحاظ رکھنا کہ جواب مجمل جو
دینا بنا طرہ ہر فرقہ کا جواب غنایت ہو اور کل اعتراضات کا جواب کتب اہلسنت سے جو کہ
بنا کلام آپ کی ہی کتب پر ہے اور اگر الزام علی انھم کتب شیعہ سے ہو کہ وہ تو علم و ادب و عال
صحت روایت کے عدم تعارض و تخالف کتابی سنت ملحوظ خاطر کر کے کہنا ورنہ مقبول
نہوگا البتہ بعد بجا آوری شرائط صحت جو چاہنا تحریر فرمانا اور اپنے جواب کی توضیح
مولوی محمد رفیع صاحب لنگوہی و جناب مولوی محمد حسن صاحب مدرس علی مدرسہ دیوبند و جناب

مولوی محمد خلیل صاحب انجمن صوفی و جناب مآرا صاحبہ نجابی مقیم مظفرنگر وغیرہ علمائے
مؤنوقین سے شریعت و متون ذکر کر کے بھیجے اور جو کہ اس سالہ میں سالہ اتفاق شیخین حکم
صمیمین از جانب شیعہ بقابلہ مولوی رشید الدین صاحب شہزادہ شاہ صاحب لکھا گیا
اور سکولہ حلقہ فرا کر جواب لکھنے اور جو دلائل سالہ مذکور میں ثبت اتفاق شیخین
در سرج ہو چکے ہیں انکو باطل کرنے حضرت علی کے نزدیک خلفا کا سچا ہونا ثابت
کیجئے اگر اس رسالہ کی دستیابی آپکو ممکن نہ ہو تو میں لیکھتا ہوں غرضکہ ہر نوع سے
مستفاد ہو جائی چاہیے تاکہ اسکا وہم دفع ہو

کارروائی بعد حصول جواب

واضح ہو کہ کوئی اجماع یا جلسہ غیر بغرض صحت سواں وجوہات کیا جاویگا بلکہ آئمہ
علمائے متعصبہ کے ایک موقع پر خواہ اس ضلع میں یا مقام دیگر انکو کاغذات فریقین
دئے جاویں گے از بخلاف دو عالم شیعہ و دو عالم سنی حسب پسند خود اور دو عالم عربی
و ان از قوم حضرات ہند و دو عالم از قوم و ملت نصاریٰ مقبول فریقین جمع
ہو کر ملاحظہ اثبات و استرداد دلائل کذب و غدر وغیرہ پیش کردہ فریقین کی شکایات
اور اس کے دلائل سے رد و قدح کر کے فیصلہ آخر دیویں گے اور وہ فیصلہ ہمہ گیر
اس ضلع کے اکثر دیہات میں کہ چنان مسلمان کثرت سے رہتے ہوں ویران کیا
جاویگا۔ واضح ہو کہ جناب ورنیا زمند اس مقدمہ کے فریق اور جو علمائے سیر
اور ایکی تحریر کی توثیق فرماویں گے وہ وکیل سمجھے جاویں گے اور علمائے ہشت گانہ مذکور بالا
انہ شمار ہو گئے جب اس عنوان کے ساتھ آپ ثابت کر دیویں گے کہ حضرت امیر فی الواقع
عمر و نوکر کو جو ثمانہ جانتے تھے اور عبارت شمس سے وہم پڑتا ہے اور تقریر لازمی
مطابق ہے اور جگہ فسق و فجور شخص مندرجہ حصہ دوم جگہ ثبات ملے گی ثابت کیا

اور روبرو علمائے موقر موعود پر پیش کیا دیں گی اور انکو آپ رد فرمائیں گے
تب سمجھا جاوے گا کہ آپ نے غلبہ حاصل کیا اسوقت مبلغ ایک ہزار روپیہ کہ جسکا رقم
جدا گانہ باضابطہ آپ کو دیا گیا ہے بطور شکرانہ ادا کر کے میں مذہب اہلسنت
اختیار کروں گا۔

العبد سید سجاد حسین ولد محمد حسین ساکن پٹہ سادات بقلم خود ۲۴-۶ جون ۱۸۹۲ء

عبارت توثیق از مولوی غلام حسین صاحب کنتوری

سید سجاد حسین ولد محمد حسین ساکن پٹہ سادات نے یہ تحریر ہمارے دست پر پیش
کی اس غرض سے کہ اسکی موت و سقم پر نظر کیجاوے چنانچہ میں نے اسکے مطالب کی ہر
جو جانچ لیا اور نسبت ان مطالب خواہ حوالہ کتب کے اگر کوئی اعتراض کرے
تو ہمہ انکا انباب لازم ہوگا اسلئے کہ وہ اکثر عبارات ماخوذ کتاب تشنید المطمان
سے ہیں جو کہ جواب باب دہم تحفہ اثنا عشری کہے اور ہمارے جدمرحوم علی اللہ
مقاسم کی تصنیف سے ہے جسکے جواب میں آج تک کسی عالم اہلسنت و جماعت کو قلم
اٹھانکی مجال نہیں ہوئی۔ العبد مولوی غلام حسین صاحب

مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی

از بسکہ ملاحظہ سے یہ رسالہ جناب مولوی غلام حسین صاحب دامت معالیہ برکت
ایالیہ و لیالیہ کے گزرا ہے اور توثیق جناب ممدوح نے فرمائی ہے ہذا میں
العبد مولوی محمد حسن صاحب

مسکت الخالف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابجد حمد خدا و نعت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حقیر طبع فقیر خاک پاک شیعہ ان
 شیعہ و روحین و غیرہ مضین السید سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم و مرقوم
 غفرلہ ذنوبہ و ستر عیوبہ ساکن موضع بہڑہ سادات متعلقہ سادات بارہہ
 و اہل قریہ منظر فکر نجد متہ جمیع حضرات اہل سنت و اجماعت نہایت عجز
 و ادب کے ساتھ ملحق ہے کہ جناب مستطاب سے اقبال بولوی لوالہ الفہم
 صاحب شتی المذہب الہ آبادی نے ایک چوہرہ بایں سرخی (کہ
 ہوا ان اہل جمیع علمائے شیعہ) چھاپ کر بایں عرض شائع کیا ہے کہ بہ
 نظر خلائق ان کو وقعت حاصل ہو ہر چند کہ اس مسجد ایں کو یہ قابلیت
 حاصل نہیں کہ در باب معاملات مذہبی گفتگو کر سکے مگر بولوی صاحب
 مدد و کے سوال طبع زاد و نوز کجا کی شان کچھ ایسی انوکھی معلوم
 ہوئی کہ جس کے معائنہ سے بادی النظر میں صاف طور پر مجھ کو یہ یقین
 ہوا کہ اس تحریر کے نظیر کے جواب میں تصدیقہ اٹھانا غالباً اہل علم و
 صاحبان سواد اپنا کسر شان و تفضیع اوقات سمجھ کر بایں خیال
 خاموشی اختیار فرمائیں گے کہ آئست جوابش کہ جوابش غم نہی ہاوی

یہ بات عام حضرات اہل سنت کے نخوت و غرور کی ترقی کا سبب ہو گئی
 کیونکہ ہمارے حضرات کو معاملات مذہبی سے عموماً واقفیت ہوتی ہے
 اس لئے کہ بانیان مذہب و موجدان ملت نے نظر دور بینی و عاقبت بینی
 پہلے ہی سے یہ انتظام فرما دیا ہے کہ اُن کُتب کو جن میں صحابہ کے جھگڑے
 درج ہیں نہ دیکھنا چاہئے پس نہ فہمی کتابیں وقف انظار عوام الناس
 ہو گئی اور نہ مشاجرات و مخاصمات صحابہ پر کسی کو اطلاع حاصل کرنے کا
 موقع ملے گا شاید مشیدین ملتِ ستیہ نے اس انتظام سے یہ مصلحت سمجھی ہو گی
 کہ مبادا کوئی سنی پاک طینت بہ معائنہ حالات بغض و عناد و تشاجر و تحام
 بعض صحابہ مقبولین سے منحرف و غیر معتقد ہو کر گروہ ضعیفہ سے ملکر رالپ
 سفینہ نجات ہو جاوے۔ درحالیکہ اکابر حضراتِ ستیانِ یشان کو صحابہ
 کے اُن افعالِ رزیلہ و قبیحہ پر بوجہ عدم معائنہ کتب مناظرہ و تنقیر صحبت
 ضعیفہ مطلق اطلاع نہیں تو بیچارے جہلاً کس شمار میں ہیں نظر برآں چھکو
 یہ کہشک پیدا ہوا کہ سنی صاحبان چونکہ مساجد میں برابر یہ وعظ فرماتے
 رہتے ہیں کہ سنو ہائی مسلمانو نہ خلفائے اہلبیت پر ظلم کیا نہ انکے گہر پر لگ
 اور لکڑیاں لیکر گئے نہ محسن کو شکم مادر میں شہید کیا نہ خلافت کو بہ محرومی
 صاحبان استحقاق ز پر قیضہ لائے نہ مقدمہ فدک میں حضرت امیر و حسین
 علیہم السلام کی شہادت کو رد فرمایا اور نہ دین میں ایجاد کیا نہ نبی صلی
 پر الزام نہ دیا نہ لگایا اور نہ حبش اُسامہ سے تخلف کر کے حتمی مرتبت کی
 زبان مبارک سے حدیثِ نفیرین اٹھایا نہ کسی لڑائی سے بھاگے وغیرہ
 وغیرہ لہذا عجیب نہیں کہ اندریں صورت مولوی صاحب موصوف
 کی تحریر پر تاثر خارج از جواب رہ کر اُن کے خیالات پا در ہوا کے

استحکام کا سبب ہو جائے بنا برآں ایک عریفہ بوعده عطاے مبلغ پچیس
 ہزار روپیہ مؤلف صاحب کی خدمت باسعادت میں بایں غرض پیچیدہ یا کہ
 جواب باصواب عنایت فرما کر سب بالغ مندرجہ صدر داخل خزانہ عامہ
 فرما دیں مگر نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ تقلید قدیمین
 حضرت محدث نے عدم جواب بدیہی کو سنت ہو کہہ سمجھ کر سد باب کلام کیا
 ناچار اس خط کی نقل مطابق اصل شائع کر کے جمیع حضرات اہل سنت
 کی خدمت کرام میں متنبی و مستدعی ہوں کہ براہ دینداری دونوں تحریروں
 کے مطالب و مضامین پر باعوان نظر غور فرما کر مذہب حق کے حاصل
 کر نہیں کو شمش بلیغ فرمائیں اگر کوئی صاحب بیاس چا وایان و درود
 دین بتائید تحریر مولوی صاحب مطالبہ مندرجہ عریفہ کو رد فرماتا جاہر
 تو انکو پہی نہ مذکورۃ الصدرا نہیں قیود و شرط سے دیا جائیگا جو کہ اصل
 مؤلف پر ظاہر کی گئی ہیں جن جن حضرات اہل سنت کی نظر انصاف احسن
 یہ اوراق گذریں انکو خدا و رسول کی قسم دیتا ہوں کہ علمائے سمجھ و فضل
 کا بلین عرض کریں کہ حضرت جواب لکھ کر ہم خرماد ہم تو اب پچیس ہزار روپیہ
 لے لیجئے اور ہمارے عقائد کو تقویت دیجئے اگر حضرات علما آن جملہ امور
 کی جواب بدیہی سے جنکو متن عریفہ میں عرض کیا ہے کچھ سوچ سمجھ کر مثل
 مؤلف صاحب پہلو ہتی فرمائیں تو بے تکلف باور کر لینا چاہئے کہ مذہب
 اہل سنت بالکل باطل و لغو اور بالوکی دیوار ہے جسکا انہدام شیطان
 و براہین کی ہوائے تند و تیز سے یکسر کرنے پر آسانی قدرت رکھتے ہیں
 چونکہ اس خط کا جو کہ بطور ایک رسالہ کے ہو گیا ہے حضرت مخاطب
 سے جواب نہیں دیا گیا اور نہ تمام ہند میں انتشار اللہ تا قیام قیامت

کسی اہل سنت سے دیا جائیگا نظر برآں تاریخ نام مسکت المخالف کہتا
 گیا وما توفیق الا باللہ حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر پہلے حضرت
 الہ آبادی کا جو ورقہ نقل کیا گیا ہے اور پھر اس کا جواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مُصَلِّیاً

سوال از جمیع علمائے شیعہ

التماس۔ میرے چند احباب شیعہ مذہب جنکو زبانی مناظرہ کا
 بہت شوق ہے ہمیشہ چھیڑ چھاڑ مذہبی رکھتے اور وہی پُرانے دہریے
 سوالات کیا کرتے اور جواب دینے پر امر حق کو کبھی تسلیم نہ کرتے
 ان میں سے بعض اہل انصاف نے تو کتاب ہدایات الرشید جو
 زمانہ حال میں تالیف ہوئی ہے اور جسکو عجائب قدرت خداوندی کا منہ
 کہتے تو بجا ہے دیکھ کر سکوت اختیار کیا مگر بعض دیگر نے جنہیں مادہ
 تعصب و پٹ دہری بہت زیادہ ہے امر حق کو تسلیم نہ کیا اور وہی
 پُرانے لغو اعتراضات و سوالات پیش کرتے رہے لہذا خاکسار
 مجبور و لاچار ہو کر سوال معروضہ ذیل جمیع علمائے شیعہ کی خدمت
 میں بغرض جواب پیش کرتا ہے تاکہ جواب دینے کے وقت دلائل اہل
 سنت کی وقعت و قدر اُن کو ظاہر ہو جائے اور یہ ثابت ہو جائے
 کہ جناب امیر کی ہی ایمان و فضیلت ثابت کرنے کے لئے اس قسم

کے دلائل سے بڑھ کر کوئی دوسری دلیل دشمن کے مقابلہ میں نہیں ہو سکتی
 علمائے شیعہ سے اتنا سہیہ کہ اپنے ہی اصول کی بنیاد پر ایسا جواب
 عنایت فرمائیں کہ خصم پر بحث ہو سکے ساتھ ہی اس کے کوئی کلمہ سخت
 خلاف تہذیب استعمال نہ فرمائیں مگر ہمد صوابہ مقبولین اہلسنت جماعت
 مثل حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ رضی اللہ عنہم جناب پیغمبر خدا صلی
 علیہ وسلم کے ساتھ ہر اول ہی زمانہ دعوت اسلام میں کہ اس وقت کوئی امتیہ
 قطع دنیا کی نہ تھی ایمان لائے اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر آنحضرت
 صلی علیہ وسلم کا ایسے وقت میں ساتھ دیا کہ اس وقت آپ کا کوئی رفیق و منکسر
 نہ تھا اور تمام اپنے اور بیگنائے آپ کے دشمن تھے آنحضرت کی اعانت
 میں زرد مال اپنا صرف کیا کفار و مشرکین کے ہاتھوں اذیتیں اٹھائیں
 خدا اور رسول کے لئے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کی اور
 جہاں جاکہ لائے سفر اور حضر میں ہمیشہ آپ کے ہمراہ رہے آپ کی محبت میں
 رہ کر آپ کے معجزات و خرق عادات اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور آپ کے
 ارشادات و کلمات اپنے کانوں سے سنتے رہے حضرت ابوبکر صدیق
 نے آپ کے ساتھ غار ثور میں ایسی رفاقت کی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں
 کلمہ تصاحبہ آپ کی شان میں ارشاد فرمایا اور لفظ یار غار ضرب المثل عام
 ہوا حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی دختران پاک گھر حضرت عائشہ و حضرت
 کی زوجہ بنکوحہ ہوتیں آنحضرت صلی علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
 حضرت عثمان کے عقد میں آئیں حضرت فاطمہ زہرا کی صاحبزادی حضرت زینب
 صاحبہ عتراف حضرت امام جعفر صادق و حدیث اول فرج غصبت منا و علیہ السلام
 مثل خیمہ من تقی العلم اہل ہدی و نور اللہ شہنشاہی صاحبہ تہذیب صاحبہ شریعت

ماسخ التوائج وغیرہ حضرت عمرؓ کے عقد میں آئیں آنحضرت صلعم ان صاحبوں
 سے دین کے کاموں میں مشورہ لیتے رہے۔ آنحضرت صلعم نے (بروایت
 عوالی اللالی ابن جہور و مخزرازی امامیہ) حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ کو حضرت
 ابراہیمؑ و حضرت نوحؑ سے تشبیہ دی آنحضرت صلعم نے (بروایت شیخ
 ابن بابویہ درعیون) حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ
 تم لوگ بمنزلہ میرے گویا چشم و دل کے ہو جو تعالیٰ نے قرآن پاک میں کثر
 و بیشتر مقامات میں ان حضرات کی مدح و ثناء بزمہ صحابہ و مہاجرین و
 انصار فرمائی اور اپنی رضا و خوشنودی اسے ظاہر کیا اسلام و ایمان
 تنہا خود ہی نہیں فائدہ اٹھایا بلکہ تمام عالم کو اُس سے فائدہ پہنچایا قرآن
 شریف مختلف و منتشر اوراق میں تھا انہیں حضرات کی سعی و کوشش سے
 یکجا و مرتب ہوا اور تمام عالم میں شائع ہوا اور شیعہ کو بھی پہنچا اسلام کی
 حقیقت و وقعت انکے دلوں میں استقر رسائی تھی کہ اُسکی ترقی و شیوع
 کی کوشش آنحضرت صلعم کی حیات میں بھی کی اور نیز بعد وفات آپ کے لشکر
 و دنیا کے بہت بڑے حصہ میں پھیلا یا انہیں کی بہت و کوشش و سرگرمی سے
 اسلام نے ایسا رونق و عروج پایا کہ دنیا کے تمام مذاہب و اہل نے رشک
 کیا دیکھا ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی دین کی حقیقت کا سچے دل سے معتقد
 نہوا در اسکو قابو پا کر استقر رونق و عروج دے دشمن دین تو قابو پا کر
 اُسکے شانینی کوشش کریگا۔ اللہ اکبر کہیں جناب امیر کے ہاتھ سے استقر رشک و
 عزت و اشاعت و ترقی اسلام ظہور میں آتی تو معلوم نہیں کہ شیعہ کیا کچھ نہورجائے
 زمین و آسمان کا قلابہ ملا دیتے شیعہ نے حضرت امیرؓ کی تعریف میں ڈھائی جہیز
 کے کلاٹ ڈالے۔ لاکھوں جن قتل کر ڈالے۔ تمام قوم عاد کو ہلاک کر ڈالا۔ لاکھوں

زمانہ خلافت میں بہت بڑی فتوحات ملکی بھی ہوئی مگر ان حضرات نے عیش
 دنیا کی طرف کبھی التفات نہ کیا۔ دین و شریعت کا اس قدر پاس تھا کہ حضرت
 عمرؓ نے عین اپنی عہد خلافت میں اپنے فرزند ولیدؓ پر حد شرع جاری فرمائی اور
 دُڑے لگائے دیکھو حضرات شیعہ انکو خدا و رسول کا تو کچھ خوف ہی تھا
 پہر اپنے فرزند ولیدؓ پر کیوں دُڑے مارے حضرت عمرؓ نے وقت و فات
 اپنی خلافت اپنے صاحبزادے کو نہ دی بلکہ جب لوگوں نے سفارش کی
 کہ اپنے صاحبزادے کو خلیفہ مقرر کیجئے تو ترش روئی سے جواب دیا کہ اس
 میں بیاقت خلافت کی نہیں ہے کار دین کے انصرام کرنے کے لیے لایق
 آدمی چاہئے چونکہ ان حضرات نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندرجی و
 خوشنودی کے لئے دین حق کی اشاعت کی اور کفار سے جہاد کیا اس
 لئے اللہ تعالیٰ نے انکی جماعت قبیل کو کفار کے گرد و کثیر حسب ارشاد
 خود کہ من فتنة قليلة غلبت فتنة كفية غالب ومنصور فرمایا چنانچہ تھوڑی مدت
 میں سلطنت کسریٰ و قیصر کو لے لیا اور تمام دنیا میں اسلام پھیلا دیا ان
 حضرات کے زمانہ خلافت میں جناب امیرؓ انکو ہمیشہ صلاح و مشورہ دیک
 دیتے رہے اور ہر طرح سے تائید فرماتے رہے اور نیک شیر و شکر آج
 طے رہے اور ان کی ثنا و صفت انکے زمانہ میں بلکہ اپنے زمانہ خلافت
 میں بھی دبلکہ دیگر ائمہؓ ہی اپنے زمانہ میں فرماتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا
 کہ بنائے خلافت و حکومت مستحکم ہوتی گئی حضرات شیعہ فرمائیں تو یہی
 کہ کفار و منافقین کی تائید کرنا اور ان کی تعریف بیان کرنا اور ان
 کے امور خلافت کے استحکام کا باعث ہونا عند اللہ اجر و ثواب ہے
 یا کیا حضرت عمرؓ نے بروقت جنگ فارس و جنگ روم کے اپنے سچے

یا نہ جانے کے بارہ میں حضرت امیر سے مشورہ لیا آپ نے جو کلمات
 ارشاد فرماتے دیکھتے ہیچ اسلام اور اس کے شہر و اہل اس وقت کے
 مسلمانوں کو جو حضرت عمر کے حکم و بیعت سے اور آپ کو خلیفہ رسول اللہ
 سے جھک جہاد پر گم تھے خدا کا شکر فرمایا اس وقت کے اسلام کو جس میں خلفاء کی
 خلافت مانی جاتی تھی خدا کا دین فرمایا اس وقت کے جہاد کی تفصیل زمانہ
 رسالت کے جہاد کے ساتھ دسی جسے بڑھ کر یہ فرمایا کہ اہل اسلام کی فتح
 و شکست انکی قلت و کثرت پر موقوف نہیں ہے بلکہ وعدہ خداوندی ہے
 جو پورا ہوتا ہے اور اس وعدہ سے مراد انکی (جس کا تشریح بھی ابلاغہ
 غلامہ ابن میثم بحرانی و ملا فتح اللہ شیرازی نے فرمایا ہے) وعدہ ایہ تھا کہ
 ہے یعنی و علامت الذین آمنوا منکم و علواً صلحت لیس خلفائہ فی (اور انکی و یہ
 بیت بروایت قمی وغیرہ خلافت راشدہ شرعی حضرت امام مہدی پر نص
 ہے نتیجہ یہ ہے کہ حضرت امیر کے نزدیک حضرات خلفاء کا زمانہ خلافت اس
 وعدہ آیہ اختلاف کے پورا ہونیکا زمانہ تھا چنانچہ حضرات خلفاء کے حکم و فرمان
 سے اور انکی بیعت سے اس وقت کے اہل اسلام (و بزرگ شیعہ مجتہدین
 علی اضلالہ و مخالفین و کاتمین نص غدیر تھے اور بعض مونیہ حاصل کرنے
 کے سے کفار سے (لڑتے تھے) جہاد کر کے مال غنیمت لاتے تھے اُس میں جناب
 امیر حصہ لیتے تھے کئی لاکھ صحابہ بعد وفات آنحضرت صلعم موجود تھے
 جن میں غالباً بارہ ہزار صحابی مدو عین شیعہ یا اکثر و بیشتر ان میں کشتا مل تھے
 ان میں سے حضرت ابو بکر کو افضل ترین مومنین کا کھینچ لایق خلافت اور امام
 و مہربان و نائب رسول اللہ صلعم تھا اور مانا اور کسی یک نے بھی کسی موقع
 سے حدیث غدیر (جو بزرگ شیعہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر نص ہے) کا ذکر نہیں

نہ کی۔ حضرت اُمّ شعیبہ فرماتیں تو سہی کن کن لوگوں نے اور کس حدیث غدیر
 پیش کی اگر پیش نہیں کی تو کیوں نہیں کی یا تو اُنکے نزدیک حدیث غدیر سے
 حضرت امیر کی خلافت بلا فصل مراد نہ تھی یا یہ کہتے کہ صحابہ کلمہ جمعین (جنگے
 واسطہ سے) آنحضرت صلیع کی نبوت و معجزات و اعجاز قرآن و عجز بلغا وغیرہ
 کی خبر نہ آتے مابعد کو پہنچیں اور انہیں کی سچائی و دیانت کے ثبوت پر قول
 و افعال صحابہ سابقین کا ثبوت ہی موقوف ہے اور انہیں کی سچائی یوگان
 داری کے بہرہ پر آنحضرت صلیع کی نبوت و معجزات وغیرہ کفار کے مقابل میں
 ثابت کئے جاتے ہیں ایسی طبیعت و مزاج کے لوگ تھے کہ جنہوں نے دنیا کے
 لالچ سے وصیت تبغیر و حدیث غدیر کو کہ آنحضرت صلیع نے ہزاروں لاکھوں
 آدمیوں کے مقابل میں فرمایا تھا چھپایا اور اُسکے خلاف عمل کیا اور کبھی
 نے بھی کبھی کسی موقع پر ظاہر نہ کیا اور کفار منافقین کو اپنا امام و پیشوا بنایا
 اور ایک چوٹے اور بنائے ہوئے پیشوا کے اتباع و پیروی کی پس ایسی
 صورت میں یہ بات قرین قیاس ہے کہ ان لوگوں نے دنیا کے لالچ و سمو
 ایک تبغیر بنالیا ہوا اور طرح طرح کے قصے و حکایتیں مشہور کر دی ہوں
 آخر اس قدر تشویش و نیز دیکھ لگا رہتے ہی ہیں کہ اُس زمانہ میں جو اسلام
 ملکوں میں پھیلا یا گیا وہ صرف دنیا کے لالچ سے پھیلا یا گیا دنیا کے لالچ
 نہ ہوتے تو حضرت امیر کی امامت بلا فصل کیوں باطل نہ ہوتی جاتی حضرت ابو بکر و عمر کی
 صدق ایمان حقیقت کی اس بڑ بڑ اور کیا دلیل ہوگی کہ اپنے کو آنحضرت صلیع
 کے پہلوتے مبارک میں فرض کر لیا اور جالبانہ نے بھی باوجودیکہ تمیز و تکفین میں
 شریک تھے نہ کیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سابقین کہتے مونا زخروار و قطوا زبحار
 ہیں اگرچہ ان کے میزان عقل انصاف میں تو ہے جائیں تو کوئی شک باقی نہ رہے گا کہ یہ

بہترین مومنین صاحبین و افضل ترین امت محمدیہ اور سچے خیر خواہ اپنے پیغمبر اور
 دین اسلام کے تھے جسے کہ مورخین غیر مذہب دشمن ڈاکٹر کین و ڈیون پورٹ
 و کارلائل و سیل وغیرہ نے داد انصاف دے کر ان حضرات کو آنحضرت صلعم
 و دین اسلام کا سچا خیر خواہ ٹھہرایا و اسے بر حال شیعہ کہ باوجود اس سبب
 و کمالات کے پہر سچا انکو منافق و کافر بتلاتے ہیں اگر آیات قرآنی پیش کی جاتی
 ہیں تو لغو تاویلیں کرتے ہیں اگر اسے یہاں کے احادیث معتبرہ پیش کی جاتی
 ہیں تو انکو موضوع و نامعتبر بتلاتے ہیں اگر خود انہیں کی کتابوں سے
 اقوال و افعال حضرت امیر و آئینہ سے سند دی جاتی ہے تو تفتیح کا بہانہ کرتے
 ہیں اگر علمائے غیر مذہب مثل نصاریٰ وغیرہ سے فضائل ثابت کئے جاتے
 ہیں تو کافر کا قول کہہ کر مالتے ہیں جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات اول
 ہی زمانہ دعوت اسلام میں آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر ایمان لائے ہمیشہ کلمہ
 پڑھتے رہے اور احکام شرع کے پابند رہے ہمیشہ آنحضرت صلعم کی
 محبت میں رہے ایسی اعانت و نصرت کی۔ دین کے واسطے کفار کے ہاتھوں
 سے اذیت اٹھائی آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنے گہر بار عزیز و قریب کو چھوڑ کر
 مدینہ کو ہجرت کی آنحضرت صلعم دینی کاموں میں ان سے صلاح و مشورہ لیا
 کرتے تھے شرع کے معاملہ میں اپنے فرزند تک سے رعایت نہ کی اور ان
 پر جد جاری کی اسلام و ملت محمدیہ و قرآن و اخبار و آثار نبوت تمام عالم
 میں شائع کئے لاکھوں کڑوروں کافروں کو مسلمان کیا بنیاد کفر کو ٹھایا
 کفار سے بدعویٰ اسلام جہاد کر کے انکا ملک لیا بعد اسلام لائے آنحضرت
 صلعم سے ہر طرح کی قرابت قریب پیدا کی حضرت ابو بکر و عمر آنحضرت
 صلعم کے مصاحب دنیا میں بھی تھے اور قبر میں بھی ہوئے (اور

آخرت میں بھی انتشار اللہ تعالیٰ ہونگے) حضرت امیرؓ ان کے امور خلافت کی ہدایت فرماتے رہے اور تعریف و توصیف کیا گئے باوجود حاکم و خلیفہ ہونے کے لذات دنیا کی رغبت نہ کی وغیرہ وغیرہ تو اسوقت یہ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں دنیا کے دکھلانے کی تھیں ان کے دل میں ان نہ تھا اب شیعہ ہی تبلیغین کہ جب کسی صحابہ کے ایمان و عدم کے بارہ میں کسی مخالف سے گفتگو ہو تو کس قسم کا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے۔

سوال۔ لہذا اب جمیع علمائے شیعہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ آپ لوگ حضرت امیرؓ کا مومنین صالحین و محدوحین صحابہ سے ہونا کسی ایسی دلیل قطع سے (جو علاوہ اس قسم کے دلائل کے ہو اور اس کے مقدمات مستحکم ہوں) بمقابلہ خوارج و نواصب و دشمنان حضرت امیرؓ کے ثابت کر دیں اور وہ سبکت رہ جائیں اور ایسے شبہات لے جو شیعہ باوجود ان تمام دلائل قویہ کے ایمان اصحاب ثلاثہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بارہ میں کرتے ہیں نہ کر سکیں۔ واضح رہے کہ مسلمان ہونا کلمہ پڑھنا احکام شرع کا پابند ہونا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دین اسلام کی اعانت و نصرت کرنا۔ کفار کے ہاتھ سے دین کے بارے میں اذیت اٹھانا۔ ہجرت کرنا اسلام لانے کے بعد سے آنحضرت کی صحبت میں ہمیشہ حاضر رہنا بعد اسلام کے آنحضرت سے قرابت قریہ پیدا کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے دین کے کاموں میں ہمیشہ صلاح و مشورہ لینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور بعد آپ کے دین اسلام و ملت محمدیہ کو عالم میں پھیلانا اسوقت کے لاکھوں مسلمانوں کا انکو بہترین مومنین سمجھنا اور اپنا پیشوا اور امام بنانا کفار سے بدعویٰ اسلام چا د کر کے انکا ملک لینا۔ لاکھوں کروڑوں کو

مسلمان کرنا۔ بنیاد کفر کو مٹانا۔ شرع کے معاملہ میں اپنے فرزند تک سے
 قصاص میں درگزر نہ کرنا۔ باوجود حاکم و خلیفہ ہونیکے عیش و لذت دنیا
 کی طرف رغبت نہ کرنا جناب امیر کا انکی توصیف و تعریف اور انکے احوال
 میں مدد و نصرت کرنا قرآن کو جمع و مرتب کر کے عالم میں شائع کرنا اپنے
 کو آنحضرت صلعم کے پہلوتے مبارک میں دفن کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب
 ایسے اوصاف ہیں کہ بہ تسلیم فریقین صحابہ مقبولین اہل سنت و جماعت کی
 ذات میں موجود تھے اور جس کسی شخص میں ذرا بھی مادہ عقل و انصاف
 کا ہو گا وہ ہرگز انکے کماں ایمان میں تردد و شک نہ کرے گا لیکن شیعہ کے ائمہ
 میں یہ سب باتیں کافر و منافق کی ذات میں ہی جمع ہو سکتی ہیں اور ثبوت
 ایمان کے لئے دلیل کافی نہیں ہو سکتیں۔ لہذا ایسی صورت میں اس قسم
 کی دلیلیں خوارج و نو اصحاب کے مقابلہ میں شیعہ کی طرف سے کیونکر جا
 امیر کے ثبوت ایمان کے لئے کافی ہو سکی اور وہ کب ساکت رہیں گے
 شیعہ نے عداوت صحابہ کرام کی وجہ سے اپنے مذہب میں ایسا رخنہ ڈالا اور
 اپنے پیر میں ایسا نیشہ مارا کہ قیامت تک اسکا علاج انکے اصول پر نہیں
 حوصلہ کی بات تو یہ ہے کہ ان سب دہلیوں کو چھوڑ کر کوئی ایسی بات نہ ہو
 نکالیں کہ انکے مقدمات ہی خوارج و نو اصحاب کے نزدیک مستلزم ہوں و ارس
 سے حضرت امیر کا ایمان ہی انکے مقابلہ میں ثابت ہو جائے مگر ناظرین یکہ
 لیں گے کہ انتشار اللہ تعالیٰ ابدالہ ہر تک شیعہ کو کوئی ایسی دلیل نصیب
 نہ ہوگی اور ممکن نہیں کہ بلا مدد اہل سنت و جماعت کے انکو دشمنان جناب
 امیر کے مقابلہ میں کبھی کامیابی حاصل ہو یہ تو صرف ایمان حضرت امیر
 کے ثابت کرنے کی درخواست بمقابلہ خوارج و نو اصحاب کے شیعہ سے

منیگی ہے۔ بہت بڑا مقدمہ اسلام و نبوت کا ہے کہ شیعہ کے اصول پر
اسکا ثابت ہونا بمقابلہ کفار و منکرین اسلام کے اس سے زیادہ محال ہے
چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب دوسرا سوال طبع ہو کر شائع ہونیوالا ہے
اس میں چند مقدمات قائم کر کے تمام دنیا کے شیعوں سے استدعا کی گئی
ہے کہ اسے مذہب کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر ہونا اور اسلام کا دین
ہونا بمقابلہ کفار و دشمنان اسلام ثابت کر دیں اور مذہب شیعہ
سلامت باقی رہے ۛ

محمد ابوالقاسم غفر اللہ لہ ساکن محلہ خلد آباد شہر الہ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرخیل شکوین سنہ۔ جناب مگر مولوی محمد ابوالقاسم صاحب ادغایتہ
تسلیم بعد تعظیم چار ورق مرسلہ سامی کہ جن میں تمام علمائے شیعہ سے چند
اور استفسار ہوا ہے حقیر کے پاس پہنچنے میں نہایت شکور ہوا کہ ہمارے
عدم سوابق معرفت جناب نے نیاز کیش کو یاد فرمایا ممکن تھا کہ محض
بانتقال امر سامی بایں نادانی و بیداشی سوالات مندرجہ اور اوراق
نکو رسکا جواب دیا جاتا۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے
محققین سابقین و منفذین اولین نے تاخرین کے لئے کچھ نہیں چھوڑا

علمائے شیعہ سے گزارش یہ ہے کہ اگر ان دلائل کے علاوہ کوئی دوسری دلیل دیکھیں
فارح و لواصب نہ پیش کر سکیں تو ہرگز قصہ تحریر جواب نہ فرمائیں مطبوعہ ناسرین

چونکہ اُموی مستفسرِ عالی بکرات و مرات زیر بحث و درج کتب ہو کر دست
 فرسودہ خلائیق ہو چکی ہیں لہذا جہہ کو بحکم ذہن جدت پسند مکر وہ معلوم ہوا
 کہ پُرانی ملی دلی مل پر تازہ کلب چڑھا کر اہل دانش کی نظر میں بشل حجاب
 والا تحصیل حاصل کا الزام اُٹھاؤں۔ ہاں اگر آپ اپنی فکرِ عالی سے
 کوئی جدید بات پیدا کر کے نشانِ خلاقی دکھاتے تو اتنا عالا مرہم
 ہی کچھ ماتہ پیر لاتے ذرا سوچو تو سہی در باب مباحث مذہبی آپ کے
 شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بایں عنوان اختلاج باب مناظرہ فرمایا
 کہ بقول خود کسی مسئلہ بحث طلب کو فرو گذاشت نہیں کیا پس ضرور ہے
 کہ جن باتوں کو میر پیر کر جناب والہ نے نہایت قرطاس فرمایا ہے عزیز
 دہلوی زیب و تحفہ فرما گئے ہیں زراں بعد مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی
 نے تحفہ موصوف سے امداد لیکر مٹھی الکلام میں انتہا کا زور دکھایا اگر نجانب
 ضیعہ ہر دو کتب موصوفہ بالا کے جواب شائع نہ ہوتے یا کہ اجوبہ کتب مذکورہ
 کا رد و مسکت خصم حضرات اہل سنت کی طرف سے حوالہ قلم ہو جاتا تو آپ
 کو ہر طرح کے فخر و مباہات و مطراق کی گنجائش تھی۔ خدا را آپ ہی نصیب
 فرماویں کہ جب ایسی کتابوں کے جواب کہ جن کے معنفین کو جمیع اہل سنت
 خاتم المجتہدین و رؤس المناظرین اعتقاد کتے ہوتے ہیں بایں کثرت لکھے
 گئے ہوں کہ الماریاں پُر ہوں تو یہ چند سطور سطورہ سامی کہ جب کارِ دہی
 نہ یکبارہ دوبارہ بلکہ بار بار ہو چکا ہو کیا وقعت و اقدار رکھتی ہیں۔ اگر
 حضرات اہل سنت کی طینت میں حقِ طلبی ہوتی تو ان کے لئے یہی کافی
 تھا کہ نہایت انصاف ایمان داری سے گوشہ تشویش میں سر نہ اٹھائیں
 تفکر جبکہ کر خور فرمائے کہ تحفہ وغیرہ کے جوابوں سے تا حال کسی عالمِ اہل سنت

مستعرض نہونا صریح طور پر دلالت کرتا ہے کہ صاحب تحفہ نے لوگوں کے
 نگراہ کر نیکی غرض سے ایسے اکاذیب و افتراءات حوالہ قلم کئے ہیں کہ جنکے
 جوابات کا ردِ اہلسنت تو کیا فرشتہ ہاں کے بھی امکان سے باہر ہو گیا تھا کہ
 علوی حق اسی کو کہتے ہیں کہ شیعوں کے مقابلہ میں سنیوں کی طاقت ہر
 قسمہ حسابی قاعدہ سے پندرہ سولہ درجہ بڑی ہوتی ہے۔ پس اتنے
 طاقت دار گروہ کا ضعیف و قلیل جماعت کے روبرو باثبات حقیقت خود
 قلم نہ اٹھانا گویا بصد زیاں اپنی فرومانگی کا اقرار کرتا ہے یہ قلم میں
 طاقت نہیں ہے کہ تحفہ کی جو دھجیاں اڑائی گئی ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع
 کر کے کوئی تعداد اجوبہ ظاہر کر سکوں مگر بظاہر حال شستہ نمونہ از خروار
 اتنا عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ باب ہفتم متعلقہ امامت مندرجہ تحفہ کے
 تقریباً پچاس ورق ہیں جس کے جواب میں فقط ایک عالم شیعہ نے تیس جلدیں
 مستحی بعقبات الانوار لکھی ہیں بعض جلد اتنی ضخیم و ضخیم ہے کہ چودہ پندرہ
 روپیہ قیمت پاتے ہوتی ہے اور پانچ چہرہ روپیہ سے نو کوئی بھی کم نہیں
 باب دہم جبکہ تعلق مطاعن خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ و ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ
 صدیقہ وغیرہ سے ہے اس کے جواب میں بڑی بہاری تین جلد لکھی گئی
 ہیں نہی الکلام کی بھی یہی کیفیت ہے کہ استقصاء الافہام ہے تین جلد مجموعہ آ
 دیا گیا ہے اگر آپ وسیع النظر ہیں و تحفہ وغیرہ کے جوابات زیر ملاحظہ لکھے
 ہر حق صاف طور پر ارقام فرمائے کہ کسی عالم شیعہ نے تاحال آپ کے امور مستفسر کا
 جواب نہیں دیا یہ کہ شاہ صاحب غیرہ متکلمین کو باین تجروہ ہمدانی در حقیقت یہ
 اعتراض سوچا ہی نہیں کہ شیعہ تصدیق جواب اٹھاتے۔ جس وقت کہ آپ اپنی
 وسعت نظر سے ایسی تحریر ہمارے حوالے فرمائیں گے انشاء اللہ صفحہ کتاب کا

نشان دے کر اپنی ادعا و تقدیر کو باطل کیا جاوے گا مگر چونکہ اہلسنت کو عالم
 مذہب میں جذبات واقفیت نہیں ہوتی اور میں دیکھ رہا ہوں کہ بعض ناواقفین
 اپنی کوتاہ نظری سے مضامین شہرہ سامی کو آپ ہی کا انشائیہ یا خیالی فائدے
 ہیں لہذا جبکہ بعض مصالح سے یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے
 استفسار کی حقیقت واقعی منکشف کر دی جاوے کہ چندین بار حضرات
 اہلسنت ان باتوں کو بیان فرما کر جواب پا چکے ہیں ورنہ خوف ہے کہ ہمیں
 خدا نخواستہ آپ کے دل میں غالی میں یہ بات جا گزریں ہو جاوے کہ میں بھی
 از جملہ مناظرین و متکلمین ہوں کتب فارسیہ و عربیہ کا دیکھنا تو شاید بقدر
 ہو براہ کرم گسٹری بالفعل ایک رد و کتاب کو ملاحظہ فرما کر اپنا اطمینان
 خاطر فرمائیجئے اگر اُس میں آپ کے سوالات کا پتہ نہ چلے تو مجھ سے دست و پنج
 ہو جئے مولوی ہمدی علیخان صاحب بہادر محسن الملک نے جو آیات
 بیانات لکھی ہے اُسکا جواب ہماری جانب سے بذریعہ کتاب مستطاب
 رمی الحجرات تین جلدوں میں ایک فاضل کامل و عالم متبحر نے طبع
 کرایا ہے اور آیات بیانات کا اہلسنت کی نظر میں تحفہ وغیرہ سے بھی کچھ
 اقتدار پڑا ہوا ہے ہر ایک احسان فرما کر ان جوابوں کا ایک نظر دیکھ کیجئے میں یقین
 کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کا پورا اطمینان ہو جائیگا ہر چند کہ دربارِ علم و تحقیق عقد
 جناب کثرت مکتوم صاحب رمی الحجرات نے بھی بحسب ضرورت ارقام فرمایا ہے لیکن
 سوائے مقتدا ناخبر متکلمین و غیر مناظرین حضرت مولوی علی اظم صاحب
 نے ایک سالہ سستی بہ کثرت مکتوم اس بارہ میں خاص طور پر باریں عنوان لکھا
 ہے کہ جسکو دیکھ کر آپ بالیقین یہ فرمادیں گے کہ بے شبہ روایتِ سنن نے ہبات
 میں غلطی اٹھائی اور ایک بوجہ چیز کو اپنی غلط فہمی سے یادیدہ و انسہ

قائم کر دیا پھر تو امید ہیں ہے کہ آپ کہی چلو سے ہی اس قصہ وہی کو صحیح
 باور فرماویں گے تو فرمائیے کہ یاں ہتھوکتہ و مکتہ علماء اہل سنت کی
 طرف سے ایسا قصور بہت کیوں ہوا کہ شیعہ کے مقابلہ میں آج تک قلم اٹھایا
 کی جرات نہیں ہوئی آج دنیا میں کوئی ایسی کتاب نظر نہیں دیکھا جاسکتی
 کہ شیعہ کے جواب کا رد اہل سنت نے لکھا ہو یا کہ اہل سنت کی کسی کتاب کا
 جواب بمقابلہ اصل کتاب یا دیگر کتب میں منجانب شیعہ ہو گیا ہو مخزن
 اس خاندان کے اختلاف کہی عزت نہیں پاسکتے کہ جنکے اختلاف میں کسی
 نوع کا نقص ہوتا ہے۔ دیکھیے قاضی عبد المجیب رحمہ اللہ اول و اعور میں
 تبیہ و ابن روزبہاں و صاحب صواعق محرکہ و تحفہ و منتہی الکلام و
 سیف مسلول و نوافض الروافض و رشید الدین و مولوی ہمدی علی خاں
 صاحب وغیرہ باعتبار قدامت سب کے سب آپ کے بزرگ اور حضرات ان کے قور
 ہیں پس جبکہ بمقابلہ شیعہ ان حضرات کی یہ توفیر ہے کہ ایک ایک سطر کے
 رد میں جزو کے جزو لکھ دے گئے تو پھر آپ کس شمار میں ہیں سچ فرمائیے
 کہ کہی اس صدمہ میں خواب راحت تبدیل ہو گشت ہی ہوتی ہے آپ
 کے بزرگواران مثل شاہ صاحب و حیدر علی صاحب کے نام مبارک
 سے آج تک کسی سختی پہائی نے الزام کذب و افتراء و غلط نویسی و خلاف
 گوئی دفع نہیں کیا اور نہ تا قیامت امید ہے میں یقین کرتا ہوں کہ جب
 کہی آپ کو یہ خیال ہوتا ہو گا کہ (ہیں) اہل سنت کی یہ کثرت و قدرت و قوت
 اور بمقابلہ شیعہ ایسی پنبہ دہنی فرط ایما زاری سے نیندا چٹ جاتی
 ہوگی اور سچ جو مسئلے کہ طلبگار گنج قارون است۔ یہی حال ہوتا
 ہو گا کہ کسی جیل و ترکیب سے بزرگواران کے اقوال کا استرداد و جنجانب

شیعہ ہوا ہے اُسکی اصلاح ہو جاوے۔ مگر تم من۔ گستاخی معاف ہو جب تک کہ ابواب تحفہ و تہی الکلام و آیات معنیات کے جوابات کا ابطال اہلسنت کی طرف سے نہ ہو گا۔ مسوقت تک آپ تمام حضرات وابستہ زنجیرِ ندامت و عاملِ مذہب باطل سمجھے جاویں گے خیر اگر بدر نہ تو اندر سیر تمام کنند۔ سابق کردہ حقیقہ سے گو کہ کتب شیعہ کا رد نہ ہو سکا مگر آپ ماشار اللہ فی طبیعت و صاحبِ جو دتِ نئی روشنی کے آدمی معلوم ہوتے ہیں بمقتضاتِ سعادت مند سی منجملہ اعتراضاتِ عدیدہ و کثیرہ کے دو چار ہی باتوں کا جواب عنایت فرما کر اپنے بزرگواروں کے سرِ پاک سے یہ بار گراں کہ مباحثہ کو ہمالہ ہے دور کر کے خلف الرشید و سعید کا خطاب حاصل فرماتے اور اپنے معاصرین و اہل سنت زمانہ کی نظر میں موقر و معزز ہو جتے اگر ہمارے علما کے اُن اقوال کو جو کہ بر بنیادِ حقیقتِ مذہبِ اہلسنت لکھے گئے ہیں آپ از جملہ محالات تصور فرما کر باطل نہ کر سکیں تو حضورِ شاہِ حبیب کی اُس کذبِ نویسی ہی کوتاہیلِ غیرِ علیل سے جو کہ بضدیتِ شیعہ غایتِ حیا و ایمان و پاسِ اسلام سے حضورِ ممدوح نے بحایتِ اہلسنت کی ہے درست فرما دیجئے ورنہ ہمارے نزدیک ایسی صورت میں آپ کبھی ممدوحِ خلائق نہیں ہو سکتے کہ بزرگوارانِ بچیلہ دروغ گوئی و خلائقِ نویسی و خیانتِ شعاری و افترا پر دازی شنیعہ المطاعن و تقلیدِ المکار و عیقاتِ الانوار و بوارقِ مہر و مقتضاتِ الانعام وغیرہ کتبِ کلامیہ کے سنگین حوالات میں لکھ کو بکلیانِ شیعہ بیان رہیں اور اُن کے اذواجِ اخلاف جیسے کہ حضرت لایح النور میں ہی روشد مضامین کہ جتنے لکھنے سے بڑے بوڑھوں پر سخت دار و گیر ہو رہی ہے تہی نئی عبارتوں میں بیان کر کے چملا کی نظر میں آجائے

عاقلاً زمانہ و فرزانہ روزگار ثابت کرائیں۔ میں آپ کو روح انصاف کی قسم دیکر پوچھتا ہوں بلکہ خلیفہ ششم حضرت معاویہ و خلیفہ ہفتم حضرت یزید رضی اللہ عنہ کا واسطہ اسپر ستراد کرتا ہوں کہ ایمان اسی کا نام ہے کہ شیعوں پر ذاقوال شاہ صاحب وغیرہ تمام مطاعن و رزائل و قبائح کو خلفائے ذاتِ عالی صفات سے چسپاں کریں اور اہلسنت ٹھنڈے سانس نہ بہہ کر پشیم و ان الزامات کو معائنہ کر کے غایت بے بسی و کوتاہ دستی سے دم خود ہو جائیں مگر بنظر جلال اُس گنہ گارے خلافت پر کہ جسکو اپنے بدنِ زیبا سے خلیفہ اول نے حسب الارشاد جناب امیر علیہ السلام مصرحہ خطبہ متفقہ مندرجہ پنج البلاغۃ مسئلہ سننیہ کھینچ کھا چکر چسپاں فرمایا کہ کوئی بزرگ یا کردہ ہو کے دیتے رہیں اور وہ دُہو کے شیعیان مرتضوی کی تابشِ م سے ایسے اڑیں کہ جیسے آفتاب بخینہ برانے مانے جنابِ الہی نبی جہلا گم کردہ خرد کے دُہو کہ وہی میں دقیقہ از دقائق فرو گذاشت نہیں کیا۔ ابتداء کلام ہی میں وہ چال چلی ہے کہ سوشیان کامل فن کی روح شاعر و بلاگردان قلم ہو جاوے جیسا کہ خاتمہ کلام پر خوارج کے مقابلہ میں اہل حق سے تازہ تازہ گرم بہک بہکائی و لائیل طلب ہوتے ہیں سو یہی ابتداء کلام میں اہل حق کو پرانی دُہرائی باتوں کا بیان کرنیوالا تجویز فرمایا ہے غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث ہی آپ کی ریلے میں ان کی طلب ہیں حضرت من پہلے بخاری اور مسلم شریف کے ساتھ وہ عمل فرماتا ہے جو کہ جناب عثمان کانِ عفت و ایمان نے قرآن کو شتمل بقرق و اغلاط ٹھکر کیا تھا بلکہ حضور پر نور تباہی جناب و النورین گرم بازاری فرما کر کتبِ صوفیہ سے اُن مطالبِ مضامین کو جو پر شیعہ متسک ہو کر حضراتِ اہلسنت کے

مقابلہ میں مظفر و منصور مورخ تھے جس حریف فرماویں تب بعد از شاشت و ثانی
 بخوف و خطر ہو کر ہم سے کہتے کہ اب تو شیعہ کے پائے استدلال کو ابن مسعود وغیرہ کے
 قرآن سوختہ کے ساتھ بہ تبعیت جناب محرق القرآن ہم نے ملحق فرما دیا اب
 کہیں سے نئے دلائل باثبات ظلم و جور و شیخین ہم پہنچائے اسوقت جیسی صحت
 ہو عرض کیا جائیگا۔ لیکن جینک کہ کتب موصوفہ مصنون فرما تصرف ہیں
 براہیہ ہی کہے جاتیں گے کہ وہ دیکھو بخاری میں غضب جناب سیدہ کی روایت
 درج ہے صحیح مسلم میں حسب تسلیم حضرت عمر بن الخطاب کرام کا حضرت امیر کے
 نزدیک چھوٹا دغا باز خیانت شعار ہونا لکھا ہے رسول اکرم کے ارشاد
 ہدایت بنیاد پر الزام نذیان درج ہے دیگر کتب معتدہ میں خلفاء راشدین
 کا بجرم نافرمانی و تخلف لشکر اسامہ صدیقہ لعن اللہ من تخلف عن حبشہ اسامہ
 اٹھانا اور جناب امیر کے گھر برائے لکڑیاں بیجانا محسن کا شکم مادر میں
 ضرب ہشت و لکڑ سے شہید کرنا نبی کو بے غسل و کفن چھوڑ کر دنیا کے
 پیچھے بڑھ جانا صحابہ مقتولین کو مار مار کر مدینہ سے نکال دینا متعدد قرآنوں
 کو جلانا اہلبیت کے حقوق واجبیہ کا غضب کرنا وغیرہ وغیرہ درج ہے۔
 اگر حضور عیسیٰ تسنن گل کتب کو مع قرآن پاک دنیا سے اٹھا دیویں تو ہم
 بھی اعتراض جدید کے پیدا کر نہیں کوشش کریں مگر اسوقت ہی ہلکویہ کہتے
 کی گنجائش ہو جائے گی کہ حضرات اہل سنت کو شیعہ کے مقابلہ میں ایسی
 پس پائی ہوئی کہ کتب احادیث کو باین عنوان درہم و برہم کر دیا کہ
 کسی کی فصل نہیں اور کسی کا باب نہیں۔ ما شاء اللہ آپ بھی عجیب چیز
 ہیں پہلی صدی کے نصف اول میں حضرات ثلاثہ بمقابلہ خاندان نبوت
 بدعنی کریں اور چودھویں صدی کے ابتدا میں آپ انکو چھڑانا دھڑانا قرار

دیکر ناقابل التفات سمجھیں میں نہایت خوشی کے ساتھ سننا چاہتا ہوں
 کہ ہمارے پیچیدہ انتہا اعتراضات میں سے دس پانچ ہی کی نسبت ارشاد
 فرماتے کہ فلان فلان پُرانا ہے اور ہماری جانب سے اُنکے یہ نئے پُرانے
 ہوئے ہیں ہمیں بنا اگر انکا شیطان کو جو کہ دربابِ سجدہ آدم
 علیہ السلام واقع ہوا ہے ابتدائی قصہ سمجھ کر فردا اعتراض سے خارج
 کیا جاوے تو غالباً حسب مذاق سامی درست ہو گا۔ کیون حضور غار
 ثور میں جناب رسالت مآب کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کا متواری
 ہو کر شرف بہ نشریف ثانی اثنین اذہما فی الغار ہونا جسکو آپ بدانت
 خود محمول بتوصیف فرما کر بیان کرتے ہوئے جہوم جہوم کر دے ہو
 ہو جاتے ہیں۔ ہجرت کی پہلی شب کا قصہ ہے تعجب ہے کہ وہ پُرانا ہوا
 اور حضراتِ خلفا کی وہ بے ادبیاں جو کہ دورانِ خلافت میں بمقابله
 خاندانِ نبوت سرزد ہوئی ہیں ناقابل بیان تجویز کئے جاویں۔ اجمی
 حضرت جن اعتراضات شدید کا کسی عالمِ اہلسنت سے ازبد و افتتاح
 بابِ کلام الی الآن کہ زائد از تیرہ سو سال ہوتے ہیں کوئی جواب نہیں
 دیا گیا وہ پُرانے ہو کر مبدم مضبوط ہوئے جاتے ہیں یاد رکھتے پُرانا
 اعتراض اہل زبان کی اصطلاح میں اُسی بات کو کہتے ہیں کہ جسکا جواب
 نہ ہوا ہو اور جو اعتراض کہ حجتِ ہائے بالغہ و دلائل کاملہ سے مندرج ہوا
 ہے اُسکو پُرانا نہیں کہتے بلکہ وہ قطعی باطل خیال کیا جاتا ہے۔ کیوں
 جناب غزل جناب ابوبکر از تبلیغ سورۃ برات و تحلف صحیحین از تبرکت لشکر
 اُسامہ و قصہ طلب داشت قرطاس و خامہ و معاملہ فدک و ضبطی خمس ایجاد
 تراویح و منہ متعہ وغیرہ وغیرہ ان پُرانے اعتراضات کا یہی جواب ہے

کہ ہمارے کتب کے مقابلہ میں قلم شکستہ کر لیا جاوے آخر فرماتے تو سہی چہ تک
 آپ جواب نہیں شیعہ معترض ہونے سے کیوں رکیں جناب من ہندستان
 کے ذی رتبہ اہل سنت آپ کے ان فقروں میں نہ آئیں گے کیونکہ دشمنان
 ہند کو شاہ صاحب کی تراش خراش کا جوابوں کے دیکھنے سے کچھ کچھ
 حال معلوم ہو گیا ہے وہ جو گئے ہو رہے ہیں خیال مجھلا ابدتہ ایسی گھڑت
 کو تیار وہ پسند کرتا ہے سو آپ کی ندرت دامن کشان جسطرف چاہتے ہیں
 کیا خوب قانون تادی نے گھر کے گھر صاف کر دے آپ حکیم اناس علی
 دین ملوکہم معدن رسالت کے حقوق جائزہ کے مقابلہ میں اس کا تلافی
 چاہتے ہیں سو یہ بخیر ہمارے دعوے میں بنائیت الہی سی طرح پہنچی دی
 نہیں آسکتی۔ بموجب احکام قرآن و حدیث پہلے ہی ڈگری حاصل سمجھ
 ہیں۔ اجرا بھی ہو گیا۔ منکران حقیقت گرفتار ہو ہو کر اپنے اپنے مقامات
 پہنچ گئے کسی پشتید المطاعن و عبقات الانوار کا پہرہ لگا ہوا ہے کوئی
 تحفہ الاشعریکہ کے سرنگوں کی سختی سے مجرم تبدیل معافی قرآن میں نظر
 آتا کہ حدود اسلام سے سات پار اتار آ گیا۔ دیکھو فتاویٰ اے علمائے شیعہ
 منشیہ نظر تحفہ الاشعریہ جواب ہدیۃ الشیعہ ایک صاحب استہصار الافحام
 کے محکم قلعہ میں قید رہ کر بعد اسے ہائے یائے مقتدان و مریدان کو بیکار
 رہے ہیں کہ خدا را جواب دے کر چپکوا اس قید شدید سے چھڑاؤ گائب
 پنبہ بگوش ہو گئے ایک دم نہیں مارتا رہی ابھی مولوی جہانگیر خاں صاحب
 مؤلف اظہار الہدیٰ حضرت علی کے کرامات و خرق عادات کے جو کچھ
 اور اہیتوں کی شعبہ بازیوں سے مشابہت دیکر تازیانہ کفر کھاتے
 کھاتے چراغ بامو گئے کتاب معیار الہدیٰ کا ورق آخر ملاحظہ طلب ہے

جس میں چند علمائے سنّیہ نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے حضرت من یہ ایسا نہیں
 ڈگری ہے کہ جس کسی نے اس کے نا واجب ہونے میں چون و چرا کیا فوراً کافر ہو گیا
 کا سر پر د ازان عدالت العالمیہ کے ساتھ موالیان اہلبیت برابر نشان
 ہوئے پھر رہے ہیں جس کسی کو ذرا ہی اس قدر ترقی ڈگری کے مستحق نہیں
 اکرٹتا ہوا دیکھتے ہیں فوراً پادستے دگرے دست بدستے دگرے منکرین
 اولین کے ساتھ ملحق کر دیتے ہیں بلکہ ان کی دانشمندی پر کمال افسوس ہے
 ہے کہ ایسی ڈگری جس کا رجسٹر اس کے کبھی خارجہ ہوا ہے نہیں بعد
 استد و مدت کیونکہ ناقابل اشتمیل ہو سکتی ہے خیر عین کا راز تو آید
 و مردان چیں کنند کتاب ہدایات الرشید کی آپ نے بڑی مداحی فرمائی
 ہے اور بحدیث بالغہ کیا ہے کہ اُسکو عجائب قدرت خداوندی کا نمونہ
 قرار دیا ہے۔ خیر یہ اپنا اپنا پسندار ہے اگر آپ اُسکو نقل لوح محفوظ یا
 مؤلف صاحب کو خدا کہنے لگیں تو کون زبان روکتا ہے میں بہت شہ تیاق
 کے ساتھ آپ کی زبان مبارک سے اس بات کو سننا چاہتا ہوں کہ دعایا
 نئی بات و راج کتاب موصوف ہو کر آپ کے لئے مایہ فخر و ناز ہوئی کہ جس کا
 ذکر کتب اولین و پیشین میں آیا ہو آپ کو حضرت پیران پیر کے اس مقدم
 مبارک کی قسم دیتا ہوں جو کہ حسب قاعدہ سامی تمام اولیاء کے دوش
 مقدم ہے کیا صاحب ہدایات الرشید نے مطاعین خلفائے کسی طعن فرمایا
 متخلیفین جیسے اسامہ سے جملہ عن اللہ دفع کیا مذک کے سچ و درجہ قصہ
 کو صاف کیا جناب سیدہ کے گھر پر آتش باری کی تصویب کی سقط جسم و جان
 نکتہ ہمدردی کی کوئی تاویل بیان کی۔ الزام تحریم متعہ و تقابلی حجتی و غیر مل
 کی کوئی علت صحیح ارشاد ہوئی۔ تھیہ کو باطل فرمایا۔ حضرات خدیجہ با ایمان

ہونا ثابت کیا آخر فرمایا تو یہی مولف کتاب موصوف نے کیا ایسا کاغذ پایا
 کیا جلی وجہ سے ان کی کتاب کو نمونہ قدرت خداوندی کہا گیا جو پرنے والی
 اسکو معائنہ کیا ہے وہی صواق تحفہ و مفتی الکلام کے پرنے مضامین ان
 بیٹ گریزنگ تازہ بیان کے ہیں۔ لہٰذا آپ بھی بوجہ قدامت ناپسند فرماتے
 ہیں مولف کتاب موصوف اگر ہمارے سید و انتہا اعتراضات میں سے
 کسی ایک دو کا ہی جواب مسکت غبارت فرماتے تو شاید ہم خود مجبور ہو کر
 ضرور گریز بیان ہوتے مگر چونکہ آپ نے پر شوکت الفاظ میں اس کتاب کا
 ذکر فرمایا ہے عجب نہیں کہ دیگر حضرات ہی اسکو ایسا ہی سمجھ کر ناویدہ
 مصدق ہو جائیں۔ بنا برآں مناسب معلوم ہوا کہ دو ایک مقام مندرجہ
 کتاب سوموفہ کی حالت پیش نظر عقلاً زمانہ کر کے اُنکے انصاف پر محول
 کر دیوں کہ جس کتاب کا مصنف ایسا پاکدامن وزیر ک و براست گفتار
 ہو اسکی تحریر کیا کچھ ہو گی واضح ہووے کہ حضرات اہل سنت کو ہمیشہ
 یہ اہتمام نظر رہا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا ہم نہ بنوایا جائے کہ جس سے شیخ
 و خلیفہ ابو بکر کی رضا مندی و رباب فکر ثابت ہو کر فی الجملہ رفع خجالت
 ہو نظر برآں خواجہ نعم اللہ کابلی صاحب صواق نے ایک کتاب سستی بہ
 محتاج السالکین مع چند سطور عبارت غلط طور پر منسوب بہ شیعہ کر کے بدست
 خود اس بات کو ثابت کرنا چاہا کہ سیدہ علیہا السلام معاملات فدک
 میں خلیفہ ابو بکر سے رضا مند ہو گئیں صاحب تحفہ اشاعہ عشری و مولف
 سیف مسلول چونکہ کاسہ نہیں کابلی ہیں انہوں نے بلا تاملش و معائنہ
 اصل کتاب بقولے نقل راہ عقل اُسی طرح لکھ دیا۔ منتقدین شیعہ نے
 بروقت جواب نویسی نہایت شور مچایا کہ کوئی کتاب محتاج السالکین ہی

کتابوں میں نہیں ہے یہ بے پر کا کبوتر کیسے بنایا گیا جبکہ علمائے شیعہ نے زور
 دیکر دیا یہ تیبی چارے مقلدان شاہ صاحب کی جان پر ہی ادرا با تو کیا تو
 جواب نہ دے سکا مگر حجاج السالکین کی بابت انہوں نے ایک معنوں تجویز
 کیا مگر ایسا ہے جیسا کہ بقول بعض ظرفا حضرت انسان نے خدا سے منظوری
 حاصل کر کے چمکا ڈر یعنی شیرک بنایا تھا چونکہ احسن الخالقین کا کام یہ تھا
 اپنا ناقص خالق نے کل اعضا و مقامات بنائے مگر مقصد بنائی قبول گئے ہیں
 حال جناب حافظ خلیل احمد صاحب مؤلف ہدایات الرشید کا حجاج السالکین کے
 توجہ میں ہوا تمام رخنہ بندیاں کیں۔ مگر ایک جگہ ایسے ہے کہ کل کارڈانی
 و سہم و برہم ہو کر مثال تذکرہ صدر کے دار و گیر کرنے پر ہلکے باعث عینی
 صاحب مدد و ح کتاب مذکورہ کے صفحہ (۸۶۳) پر ارقام فرماتے ہیں
 کہ در اصل وہ کتاب جس کا حوالہ صاحب تحفہ نے دیا ہے عبا ح السالکین
 ہے کاتب کی غلطی سے کتاب صواعق میں جس سے شاہ صاحب ناقل
 میں صادر ہوا کی جگہ تا و جیم بد لکھ حجاج ہو گیا۔ غالباً اسی قسم کی تاویل
 کی کہ سنے جناب والا کو کتاب مذکورہ کی عجائب قدرت خداوندی ہے
 پر اعتقاد کرنے سے مجبور کیا بخاطر داشت سامی تحیف حافظ صاحب
 کی اس تاویل کو منظور کر کے عرض کرتا ہے کہ صادر کا حاکمے ساتھ بدل
 جانا تو ممکن ہے مگر یا اور جیم کا تبادلہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ان دو نحو
 میں کسی نوع سے تجنیس قطعی پیدا نہیں ہو سکتی اگر صاحب صواعق کو ایسا
 ایسا غلط نویس محرر ملا تھا کہ یا اور جیم کی شان کتابت میں امتیاز نہ دے
 سکتا تھا تو نہ معلوم اپنی خوش فہمی سے متن کتاب میں کیا کچھ تغیر
 کیا ہوگا۔ شاید مقابلہ کی نوبت نہ پہنچی ہوگی ہماری سمجھ میں ایک بات

اتی ہے اگر آپ بھی چونکہ انصاف دوست ہیں پس ہند فرمایوں تو اسکا
 تصفیہ بآسانی ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عبارت مصباح السالکین
 سندر جہد آیات الرشید و عبارت معراج السالکین مجولہ تحفہ کا باہم بل
 کیا جاوے اگر عبارت مصباح وہی ہے جو کہ صاحب تحفہ نے بحوالہ
 معراج ارقام فرمائی ہے تو بے شبہ بقول جناب حافظ خلیل احمد صاحب
 کاتب کی غلطی سے بجائے مصباح معراج لکھا گیا اور اگر خدا خواستہ
 عبارتوں میں تفاوت ہے تو نہ شاہ صاحب وغیرہ شیعہ کی دار و گیر
 سے بچتے ہیں اور نہ ہدایات الرشید نمونہ عجائب قدرت خداوندی
 بانی جاسکتی ہے میں نے تو خوب دیکھ لیا دونوں کتابوں کی عبارات
 میں اتنا فرق ہے کہ جتنا مجہ میں اور آپ میں اب فرماتے جبکہ عبارتیں
 ایسی متفاوت ہیں کہ باہم کسی نوع کا ربط ہی نہیں تو سوائے انہیں
 اور کیا خیال کیا جاوے کہ صاحب صواقع نے کتاب کے ساتھ ایک
 عبارت ہی کھڑی پہلے تو ہم خواجہ نصر اللہ کابلی کو صرف معراج السالکین
 کے لفظ پر کاذب و مفہمی خیال کرتے تھے اب جناب مولوی حافظ خلیل
 صاحب کی تحقیق و تنقید و وقت نظری سے ایک طوائفی عبارت بنانیکا ہی نہ
 الزام قائم ہو گیا وہ صاحب جس کتاب میں میر خسرو کیسے اکل اور بے تال و متر
 باتیں راجع ہو ان آپ اسکو عجائب قدرت خداوندی کا نمونہ کہتے ہیں مجولہ
 کہ معراج السالکین پر چارے اعتراض قدیم کو جناب حافظ صاحب کی تنقید
 جہد یہ ایسا استحکام ہوا کہ ایک سے ہزار درجہ پر پہنچ گیا دیکھئے جناب زید ظل
 اسکیو کہتے ہیں جیسا کہ آپ کے مدوح صاحب ہدایات الرشید کرتے ہیں کہ صاحب
 ایمان جکوائف ماشہ ہی پاس سلام ہے رتی بہر غور فرماتیں تو انکی نسبت بخلاف

یہ کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقع یہ کوئی غوث یا قطب یا ابدال ہیں یا انکے ان کے
 جسم لطیف میں یہ ان پر کی روح پر متوجہ نے حلول فرمایا ہے۔ میرا قلم
 جرات نہیں کرتا کہ انکے وجوہ ایمانداری کی تفصیل میں کچھ کام وے کے
 ماشاء اللہ حضرت کو وہ باریک معنوں سے سمجھتے ہیں اور ایسے توحیدیات و کون
 کار بیان فرماتے ہیں کہ جس سے اسلام کا وقار و تقاریر کی نظر میں بھی مثل کوہ
 بوقیس ہو جائے چونکہ حافظ صاحب آپ کے مدوح و پیشوا اور حقیر کے
 عنایت فرما ہیں لہذا میں انکی کتاب پر ایسا ذکر کرنا مکروہ منجہ کر آپ کو فقط
 اس قدر دکھائے دیتا ہوں کہ بلا شبہ وہ کتاب اگر عجائب قدرت خداوندی
 پر مشتمل نہ سمجھی جاوے تو کسی دوسری قدرت پر ضرور اسکا احتمال ہے
 بحکم نقل کفر کرنا باشد۔ صاحب ہدایات الرشید کے ایک توحید جو کہ پاس
 صحابہ دنیا طلبان کیلئے میں ہدیہ خدمت کرتا ہوں ذرا اسکے نتائج پر
 غور کیجئے نتیجہ قدیم سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت خلفاء
 نے دنیا کی طمع سے آنحضرت کے جسد اطہر کو بلا غسل و کفن و دفن نماز تہنہ
 وغیرہ چھوڑ دیا اور درباب خلافت باہم لڑتے پڑتے رہے یہ اعتراض
 ایسا جگر خراش و ندامت افزا ہے کہ اچھے اچھے دانشمند سرنگون ہو جاتے
 ہیں اور غایت اضطراب سے کچھ جواب نہیں دے سکتے مگر مؤلف ہدایات
 الرشید نے چونکہ مصدر عجائب قدرت خداوندی ہیں ہمارے غمزدہ
 کو تسلیم فرما کر ایسی دلیل بیان فرمائی ہے کہ جبکا انعام ہمارے پاس
 سوائے اس دعا کے نہیں ہے کہ خداے کریم بتصدق غوث ثقلین
 و بی بی عاتشہ صدیقہ مولوی صاحب موصوف کو بروز حشر
 حضرت عمر و جناب معاویہ کے ساتھ محشور فرما کر جمیع اہلسنت کو انکے سامنے

عاطفت میں تمام رفیع عنایت فرماتے جناب موصوف ہدایات الرشید کے
 عظیمہ (۱۵۱) پر بایں مطالب رقمطراز ہیں کہ یوم انتقال سے حضرت تیس گردن
 دفن ہوئے اور پھر بفاصلہ قبل اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ مسئلہ خلافت نبوت
 دفن رسول اللہ صلیع اہم اور ضروری اور خطرناک تھا اگر حضرت کے
 دفن میں تعمیل نہ کی گئی تو کچھ باک نہیں آپکا بدن مقدس بگڑنے اور متعفن
 ہونے سے پاک و منزه تھا اگر دفن نبی کو انتظام خلافت پر مقدم کیا جانا
 تو بڑا بہاری اندیشہ اسلام کی برہمی کا لگا ہوا تھا کیونکہ جس طرح انصار
 کی منشا تھی اگر اسی طرح سے خلافت متفرق ہوتی تو اسلام و اہل اسلام
 درہم و برہم ہو جاتے۔ انتہی پتھر کا حاجت کہاں ہیں مسلمان مولف عجائب
 قدرت خداوندی کی نکتہ رسی و دقیقہ بخشی کی داد دیکر انکی قلبیت و غوثیت
 کے قائل ہوں اور دست بیج ہو کر حضرت کے صاحبِ حال ہونی کا عقیدہ
 کریں تمام دنیا کا قاعدہ ستہ ہزار ضرورتوں پر خاک ڈال کر پہلے میت
 کو دفن کرتے ہیں۔ مگر یہ نبی بات سوائے رسول اکرم کے نقش مبارک
 کے اور کسی کے ساتھ نظیر نہیں دیکھا جاسکتی کہ تین روز تک گھر میں جنازہ
 رکھا رہا شاید فرط محبت سے بی بی عائشہ نے نہ دفن ہونے دیا ہو
 جبکہ آٹھ بدرزگوار سقیفہ بنی ساعدہ سے دستارِ امت باندھ کر آئے ہونگے
 تو غالباً انہوں نے اس سوگ نشین سندِ ماتم داری کو سمجھا سمجھا کر آمادہ فرج و
 لغز و غسل وغیرہ فرمایا ہوگا بڑی غلطی کی اسے تو اطمینان ہی تھا کہ جو جہاں عجز و
 ایمان لاشہِ عفونت نہیں کر سکتا پھر اسلئے رسالت کیوں نہ خاک کیا۔ ویسے ہی
 تختِ بیت پر بیٹھنے دینا تھا سب لوگ آپکا رنگ و منور دیکھ کر تاقیامت یارت
 سے شرف ہوا کرتے۔ امت کی بڑی حق تلفی ہوئی۔ بہلا خلفا تو اپنے اس کام

میں بجان دل مشغول تھے جس کے حاصل ہونے کی امید میں حضرت کو دوات
 قلم ندیا چیشیل سامہ کی شرکت سے مرتابی بلکہ پاکشی کی بغور انتہا ختمی
 مصنوعی محبت سے خود رفتہ ہو کر شمشیر بدست ہو گئے اہمیت علیہ السلام کے
 کام میں مشغول نہ تھے کہ گھر میں ضرورہ قرار کیا حضرت امیر کو شورش
 میں بھی شریک نہ تھے پھر یہ کیا کرتے رہے چونکہ آپ ہی موالیان اہمیت
 بلکہ شیعہ ادلی میں داخل ہیں مولانا ارشاد تو فرماتے یہ کیوں ہو جو جن
 و کفن ہوتے شاید آپ یہ جواب دیں کہ بتی و علی دونوں مجلس سے
 و دفن کیلئے خرچ کہاں سے آتا بیت المال پر تو پھر لگا ہوا تھا
 خلیفہ مقرر ہو گیا تب انہوں نے مثل خواجہ سلاطین دنیا و دنیا
 کے برآمد ہونیکا حکم دیا کیونکہ شامان دنیا کا قاعدہ و تائید ہے
 مرحلے تو ختم و کار برد ازان سنہ تھا کہ کی جناب میں
 حضور کی فکر و میں ایک غماناں آوارہ سافر میں آ کر کیا ہے
 تجسیر و مکھن کا انتظام ہونا چاہیے غافل ہی رہا تھا کہ
 قائم ہوا تھا کاش اگر دس بیس روز تک منتظران خلافت مشغول ہو کر
 و ما در و پدر و پادری و ہول جیتی رہتی تو جید اہل سیرد نہیں نہ کیا جاتا
 تو یہی ہے کہ جنک ضرورہ دفن ہو کر کہانے دانے کا سامان نہیں ہوتا نہ علوم تین
 ثبات نہ روز متواتر فاقہ کہ نہیں اہمیت اور خند صا حضرت سائیکہ کی نبی جان
 پر کیا گزری ہوگی ہائے افسوس یہاں تا اب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھول
 شقیہ اپنی زندگی میں خلیفہ کے نہ قائم فرمائے سے اسلام میں سخت ہلکا
 برپا فرما دیا ادنے ادنے باتیں حتی کہ مسائل جاتے ضرور واداب
 مباحثت و غیرہ سب بیان فرمائے مگر ایسی بہاری اور ضروری

مسئلہ کو جو کہ بقول صاحب ہدایات الرشید آپ کے دفن و کفن پر بھی
مقدم تھا صحابہ کی رائے پر چوڑ گئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا قص
ارائے گروہ کی نسبت حضرت کو کیونکر اطمینان ہوا آخر انصار کا ہی
بڑا ہتوک تھا اور قرآن پاک میں جا بجا انصار کی روشن الفاظ میں
تعریف آئی ہے اس گروہ کی توحید تسلیم صاحب ہدایات الرشید ایسی
گنجی پر رائے شامل تھی کہ اگر انکی فتائے موافق انتظام خلافت ہوتا
تو اسلام کا تختہ تختہ ہو جاتا تعجب ہے کہ جناب حافظ خلیل احمد صاحب
نے ہدایات الرشید میں ایسے ذی عزت و باوقفت گروہ کو جنکی توصیف
پر قرآن پاک شہادت دے رہا ہے ملت بیضا اور شریعت عزا کی یہی
کاسبب بخیر کیا جو کہ عین شہادہ کفار بدکردار ہے ہم لوگ بیاد اس
بے ادبی خاندان نبوت اگر ذرہ ہی اپنی محمولی اعطال سے کسی ہمارا
و انصار کی خدمت میں حرف زن و نکتہ گیر ہوں تو رافضی کہے جاویں
اور اہلسنت و جماعت ایسے آزاد و گستاہار ہوں کہ انصار کو
مصدر کفر اور ارتداد بیان کرنے سے ہی معذور ہوں بلکہ عجائب
قدرت خداوندی کے نمونہ سمجھے جاویں عجیب حال ہے امامت کو
فروعات دین میں داخل کر کے کہی ایسا بے حقیقت سمجھتے ہیں کہ امام
کے ظالم اور کاذب اور فاجر اور فاسق اور غادر اور خائن ہونا
سے ایک ذرہ ضرر اسلام خیال نہیں فرماتے ہیں چنانچہ منی علیہ السلام
خود مؤلف ہدایات الرشید نے درجہ دیوبند میں بموجب چند طلبہ کو آج
مجت حیران شاہ فرمایا کہ بے شبہ حسب روایات مذکورہ صحیح مسلم بقول جناب
عمر حضرت امیر علیہ السلام خلیفہ اول و دوم کو کاذب و غادر و خائن وغیرہ جانتے

تھے مگر انکے کاذب ہونے سے اہل سنت کو کچھ مضرت نہیں پہنچ سکتی ہیں
 جتنی کہ ہمارے نزدیک خلافت اصول دین میں داخل نہیں ہے کہ جس سے
 خواہ مخواہ خلیفہ کا مایمان اور سچا ہونا لازمی ہو اور لگاہے اُسکو ایسا
 اہم اور ضروری ظاہر فرماتے ہیں کہ رحمت اللعالمین کے دفن پر تقدم
 کر کے خلیفہ کے تعیین نہ ہونے سے امور اسلام کی برہمی و ابتری تصور
 کی جاتی ہے خدارا غور فرماتے اگر امامت کوئی چیز نہیں اور ہر فاسق
 اور فاجر و ظالم و زانی شقی و کاذب و غادر اُسکا تحمل ہو سکتا ہے تو
 انصار کی برخاش درباب تجویز خلیفہ اسلام کی جلتی ہوئی کشتی کے ڈوبنے
 والے کیوں تجویز کرتے گئے۔ اگر خیل انصار سے کوئی خلیفہ قائم کیا جاتا تو
 بیش برین نیست کہ فاسق و منافق ہوتا ہر اُس سے اسلام کو کیا ضرر
 پہنچتا آخر حضرت ثلثہ ہی تو چشم بد دور ایسے ہی تھے انہیں کے جواز خلافت
 کے لئے تو یہ تعین کی گئی ہے کہ ہر فاسق و فاجر امام ہو سکتا ہے ہمارے انت
 میں صاحب ہدایات الرشید کو یہ کہنگہ پیدا ہوا کہ اگر انصار میں سے خلیفہ
 ہوتا تو شاید لوجہ نرم مزاجی ناظمہ کے گھر پر آگ اور بکریاں نہ لیجاتا۔
 خدک کو ضبط کر کے آل احمد کو محتاج محض نہ بناتا شکم سیدہ میں محسن معصوم
 کو شہر نہ کرتا حلال خدا کے حرام اور حرام خدا کے حلال پر رعیت کو مجبور
 نہ کرتا بیگناہ لوگوں پر بالزام روت سیف اللہ نہ چلتی ازواجِ سلیم سے
 زنا کاری نہ کیا تھی ان تو ہم رائے لگاتے ہیں کہ لاریب اگر انصار وغیرہ دیگر
 ذوی خلعیت خلافت سے ختم ہو کر باہیت کے احرام میں کوشش کرتے تو حسب
 قواعد موضوعہ اہل سنت اسلام ڈوب جاتا مسلمانوں نے توجہ ہی رد نفی کر لی
 جبکہ رسالت برپا کیا گیا احکام کو سخت تعجب ہو رہا ہے: حالیکہ امامت کی

یہ ضرورت شدید ہو کہ سلطان کون و مکان معاذ اللہ تین روز تک سے
بٹے رہیں اور اسکو ایک اور خفیہ سمجھ کر صحابہ عظام متوجہ بدین نہ ہوں اعلیٰ
اصول کیوں نہ کیا گیا تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے یہ حضرات اہلسنت
کو خلافت و امامت کے داخل اصول کر نہیں ایک سخت لاچاری واقع ہوئی
اور سوائے اسکے کہ ہر عالم و فاسق دکان کو امام بنالیا جاوے اور
کسی طرح سے اسکا دفعیہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ کل شیعہ کا اتفاق
ہے کہ ہادی خلافت و پیشوائے امت جمیع ارجاس و ادناس سے پاکیزہ مہربانی
ہو علم و کمال میں پنا نظیر نہ رکھتا ہو کسی مسئلہ مشکل میں دوسرے کی ہدایت
کا محتاج نہ ہو مثل بنی سالم و دامن و غوامض فرقائی کو سمجھ کر استباط و
استخراج مطالب پر قدرت تمام رکھتا ہوا اہلسنت بخلاف اسکے کہتے
ہیں کہ افضلیت شاہ امامت و خلافت نہیں اور یہ نظر سہولیت ایک
خاص قاعدہ و تجویز فرمایا ہے کہ سوائے کفر کے اور کوئی گناہ صحابہ کے
شرف صحابیت کو دفع نہیں کر سکتا دیکھو ہدایات الرشید کا صفحہ اگر حضرت
اہلسنت ایسی تعظیم نہ کرے تو کبھی کام نہ چلتا کیونکہ صفات مجوزہ شیعہ حضرات
نشدہ کے ممکن بلکہ عمدہ سے ہی بفراسخ دور ہیں آپ غور فرمائیں کہ شیعہ نے درباب
امامت کیسے سخت شرائط لگاتے ہیں ممکن نہیں کہ سوائے خاصان خدا و برگزیدگان
ربا لعلی کے اور کسی کی ذات سے اسکا ایفا ہوگا اور محمد اللہ کل و صلا انا
کو احوال عنما موثوقہ شیعہ سے ثابت کر دے کہاتے ہیں گو بعض متعصبین نسبت
بہ جعلی غصت ائمہ شیعہ کے مشک میں مگر جب کبھی ذکر آتا ہے یہی کہتے ہیں کہ آئمہ
چراغین پاک چہار دہ معصوم حضرت امیر کی نسبت برابر کتب میں لکھتے آئے
ہیں کہ امام اثنین سید الوصیین عزرا مجلسین فرق اتنا ہے کہ اجمالا فنا غر اذ الفاظ

بنائیت سے جو کہ متعلق یہ خصوصیت میں حضرات ائمہ علیہم السلام کو یاد کرتے
 ہیں مگر بروقت مباحثہ خلافت اپنے خلفاء کے بعض حالات پر نظر کر کے
 خالوادہ مقدس کو حاملی و گنہگار و جبار و اخطا قرار دیتے ہیں کو بھی نصف
 با ایمان داد دے کہ ہم نے پیشوائے امت و مادی خلافت و مرشد طریقت
 کے لئے بعینہ وہی صفات قائم کی ہیں جو کہ انبیاء کے لئے ہوئی جاہیں مخالف
 عنید کو کتب مبسوط و مطوکہ میں دکھا سکتے ہیں اہلسنت نے جو جہاد الکر
 ایسا سر لکا کیا کہ ہر جاہل و لایق و کاذب و غادر کو امام بنا لیا اور
 شرط افضلیت ائمہ مادی معاذ اللہ اولی الامر جسکی اطاعت بذیل نیت
 خدا و رسول معدود ہو وہ کاذب و خائن ہو سکتا ہے۔ آپ ماشاء اللہ
 ارباب فہم سے ہیں بجائے خود انصاف فرمائے کہ امامت درحالیکہ
 حسب فحوائے حدیث شریفی علیہ من مات لم یبعث امام نہ ماتنا مات صیغۃ جاہلیہ
 یہ وقت رکھتی ہو کہ عدم معرفت امام زمانہ سبب بکفر و ارتداد مرگ جہالت
 ہو جائے تو اسکو داخل اصول کیوں نہ سمجھا جاوے ظاہر ہے کہ مسائل فرعیوں
 کے نہ جاننے سے شخص جاہل بذیل کفار معدود نہیں ہو سکتا کفر کی صفت
 اسی وقت عائد ہوگی جبکہ اصول دین نہ جانتا ہو پس ہر گاہ برہنہ فریقین
 جناب مخبر صادق علیہ السلام نے امامت کے اقتدار میں یہاں تک اہتمام
 فرمایا کہ جاہل و منکر امام کو کافر قطعی قرار دیدیا تو اسکو از جملہ ارکان
 ایمان نہ سمجھنا تو یا حتمی مرتبت کا تحقیر کرنا ہے کتاب مہاج میں قاضی
 یضاوی کا قول ملاحظہ طلب ہے جو کہ امامت کو اعظم ترین مسائل
 اصول دین سے سمجھ کر اس کی مخالفت کو کفر و بدعت ہونا اعتقاد رکھتے
 دتے ہیں آپ بطور حکم اس پیچیدگی کو صلیبائیں کہ حدیث موصوفہ بالاکے

ارشاد سے رسالت کا کیا منشا تھا آیا یہ ہے کہ امثال ابو بکر و عمر وغیرہ
 کی عدم معرفت سے مسلمان زنجیر کفر میں جکڑ بند ہو جائیں گے یا کیا اگر اس قسم
 کے خلفاء جو کہ ظالم و فاجر و فاسق تھے ایسے معزز سمجھے جاویں کہ ان کے خلفائے
 کے انتظام کو دفن نبی صلعم پر تقدیم دیا دے تو ان کے ساتھ جان بچان
 نہ ہونے سے مرگ جہالت نصیب ہونا اسلام کو باہین رفتہ نشانِ شکستہ
 جعبان و نسوان بنانا ہے یہاں تک پڑانے دھرانے اعتراضات کا حال
 اور ہدایات الرشید کا نمونہ عجائب قدرت خداوندی ہونا بر سبیل اختصار
 کیے از ہر اعرض کیا گیا اب ان سوالات کی جانب متوجہ ہوتا ہوں جنکو
 آپ نے لا جواب سمجھ کر تمام علمائے شیوہ سے مخاطبہ فرمایا ہے ہر چند کہ
 ربی انجرات و کثر مکتوم و دیگر کتب کلاسیہ میں جناب کی فرمائشات ایسی
 پوری ہو چکی ہیں کہ تاقیامت ان کا جواب ممکن نہیں مگر آپ کو ہماری
 کتابوں کے معائنہ سے ایسی نفرت ہے جیسے کہ خلفاء کے کذب و غدر
 وغیرہ سے محبت۔ ضرور ہے کہ حسب عادات ان کو نہ دیکھا ہو گا اور
 یہ عریضہ تو بالیقین ملاحظہ عالی سے گزرے گا۔ لہذا کچھ حالات مجملًا
 حوالہ قلم کرتا ہوں بمقتل کیفیت کتب محولہ بالا کے ملاحظہ سے مثل
 روز روشن عیاں ہو جائے گی جناب کو اس بات پر بڑا ناز ہے
 کہ ابتدائے زمانہ دعوت میں جبکہ آنحضرت کی گرو میں ایک پیسہ نہ تھا
 صحابہ اپنے پیگانہ بیگانہ سے موہید ہو کر سختی و رقت کا ساتھ دیکر کم
 سے بے گھر ہوئے سفرِ حضر کی تکلیفیں اٹھائیں اسے دو سخت ہجرت
 کی زوجیت میں داخل کیں عہد خلافت میں اسلام کو خوب ترقی و
 وسعت در رونق دیکر شریعت کے تقابذ میں بیانیہ ک کا پاس کیا

تو ہے مار کر بحیم زنا کاری ہلاک کر دیا وغیرہ وغیرہ غرض آپ کی یہ
 ہے کہ جو لوگ اس طریقہ سے آنحضرت کے حوالہ سبائیت میں داخل
 ہوئے عقل باور نہیں کرتی کہ وہ ایک ساعت کے لئے ہی سبوت بکفر و
 نفاق ہوتے ہوں جناب والا ہم اس نکتہ کے پابند نہیں بلکہ تقلید
 شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ہمارا خیال اس طرف گیا ہوا ہے کہ
 خواہش نفسانی آئین واحد میں اچھے ایمان دار کو جادۂ اعتدال سے
 متزلزل کر کے حدود کفر میں داخل کر دیتی ہے ممکن ہے کہ ایک ماہ
 میں آدمی کا مزاج صحیح ہو اور بربر بنا صحت عقل و ثبات نفس ایمان
 بخدا بخدا و رسول لایا ہوا اور پھر وجوہ و اسباب خارجیہ و داخلیہ
 مثل غلبہ حرص و حسد یا طمع دولت و حکومت فریب شیطانی سے مطیع
 شہوات نفسانی ہو کر قویم دین بنزریقہ مستقیم کو چھوڑ کر کجروی و اعوجاج
 اختیار کرے چنانچہ شاہ صاحب تحفہ میں صفحہ (۲۵۱) پر معترف ہوئے
 ہیں کہ حالت نبی آدم بکر شیطان و اغوائے نفس دمبدم در تغیر است
 یف یزجرین مینا و عیسیٰ و فراد عیسیٰ و مٹا و یصیم کا فساد قصہ بر صیاد
 بنعم با شور دیس باب براتے عبرت کافی است) الحاصل انسان کا
 تادم مرگ ایک صورت پر رہنا کسی دلیل عقلی سے تسلیم نہیں ہو سکتا
 مہربان من ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر بخدا صحابہ کے کسی نے بعد وفات
 آنحضرت صلعم نقلین یعنی قرآن پاک و آل اطہار کے ساتھ ایک ذرا سچی اپنی
 کی وہ کا قلمہ گو و نامسلمان محض ہے شیخین وغیرہ کا مکہ سے ہجرت کر کے
 مدینہ جانا عزیز و اقارب کی محبت کو ترک کر کے منطس شخص کا ساتھ دینا
 صاحبزادیوں کا حرم سرا میں داخل کرنا اسلام کے پیالے میں ساعی ہوا کیونکہ

کار آمد ہو سکتا تھا جبکہ بلا نفاق و شقاق و اتمال اغراض نفسانی محض لوگوں میں
 ہوتا اور بعد نبی صلعم انکی اولاد و احفاد کو مرشد زادہ سمجھ کر اعزاز و اکرام
 میں دقیقہ از وقایق فرو گذاشت نہ کرتے اور مبطل طرح کہ موطن متعددہ
 میں آنحضرت انکی تعظیم و تکریم پر نفیحت و عصیت فرما چکے تھے پورے
 طور پر عمل فرما ہوتے کیوں جناب بحکم عقل و مشاہدہ حالات زمانہ و سیر
 تو اس نچ یہ بات ممکن نہیں ہے کہ کسی شخص کا اقتدار روز نہ رہو و برقی
 و یکہ کر خیل محتاجین و مفلو کین بائید آئندہ اپنے ذاتی منفعت کے لئے
 بظاہر رفاقت و ہمدردی و جاں نثاری کا دم بہرنے لگیں آپ غور کریں
 آنحضرت کے لشکر میں تین قسم کے آدمی تھے۔ مومن و منافق و مؤلفۃ القلوب
 مومنین و منافقین کفار و دشمنان اسلام کے ساتھ ایک ہی طرح سے
 جنگ و جدال و نہب و قتال کرتے تھے بلکہ منافقین (بنا عیب نفاق چہانے
 کے لئے سب سے زیادہ کوشش دیکھاتے تھے اور دونوں گروہ باہم
 ایسے خلط ملط ہو رہے تھے کہ مومنین منافقین میں کوئی درجہ امتیازی
 نہ تھا بلکہ قرآن ثابت ہے کہ رسالتنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی انکو
 رتخت کر کے تھے البتہ بروایت ترجیح ترمذی مومنین و منافقین کے
 لئے محبت و مدارت و تقویٰ کے ایک اصولی مہین ہونی چاہیے بقول آنحضرت
 اشارت کرتے ہیں کہ جناب اللہ نے یہ دیکھا تاثر یہ واسطہ لگائے کہ یہ مومن
 خالص الایمان نہیں بلکہ منافق شریک ہے۔ رہے یہی برس و اوقات القلوب
 وہ مومنین کی جمع میں منحل ملا زمانہ کسرت سوا اشارت میں داخل
 ہو کر لوٹ مار میں شریک ہو جاتے تھے بصورتہ دیکھ جائیگا کہ کیا
 نکتے تھے صلح حدیبیہ جو کہ بیعت رضوان سے بعد واقع ہوئی ہے۔ اجماع حضرت

خلیفہ ثانی نے آنحضرت کی نبوت میں شک کئے زمرہ شاکیں و مرتابین میں
 اعلیٰ درجہ کا پاس حاصل کیا اسکا دفعیہ حضرت امام عینی شایخ بخاری
 شریف نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ تمہیل کان مؤلفۃ القلوب الی الکلات
 حضرت عینی اس گستاخی کی مداخلت میں ہو کہ صلح حدیبیہ حضرت عمر سے وقوع
 پذیر ہوتی ایسے دست پاچہ ہوتے کہ انکو گھٹیل درجہ کا مسلمان سمجھنے
 مؤلفۃ القلوب تسلیم کر لیا جو کہ مثل بنتے بقالوں کے حمایت الاسلام میں ہر
 خوب مال چکھا کرتا تھا۔ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ بیعت رضوان کے بعد صلح
 حدیبیہ واقع ہوئی ہے پس حسب تسلیم امام عینی حضرات اہلسنت کا وہ
 طمطراق خاک مذلت و ذلالت میں مل گیا جو کہ بیعت رضوان سے بحق
 حضرت عمر اشاہم کیا گیا ہے۔ کیونکہ آیتہ دافئ ہدایہ لقد رضی اللہ عن النہدین
 سے بیعت موصوف کے مقصود مومنین ہیں نہ اہل تالیف تعجب ہے کہ سائنس
 علیہما التحیۃ و التناکاز مانہ وصال قریب چہنچ گیا اور خلیفہ صاحب ابنتی ماؤ
 مزاجی سے زمرہ مؤلفین میں اخل ہو کر سنو ز روز اقل ہیں۔ سچ سے
 خامسار آدمی کا ساتھی ہمیشہ ڈوبتا ہے امام عینی نے ہر چند زور لگایا کہ حضرت
 عمر کے مشکوک بہ نبوت ہونے کو جو کہ عین کفر و نفاق ہے مولفۃ القلوب کے
 ساتھ بد لکراہست کے قلب نازک کو فی الجملہ تسکین دیجائے مگر بقولے
 مدعی شست و گواہ چست جناب عمر نے اپنی شان فاروقی و نصف شکاری
 سے انجی تمام محنت کو ضائع و برباد کر کے اپنے ایمان ہی میں بیٹھ لگا دیا جو لوگ
 کہ حضرت عمر کو باوصف طول قامت بہ نحوائے کل طویل حق الاعراب اقل تسلیم
 ہوتے ہیں لازم ہے کہ کلم اقرار العقلاء علی انفسہم عبونا فوق ہی مان لیں
 کیونکہ حدیث سے جو کلم المنا فقین حاصل تھا بار بار گہر کر لو پھا کرتے تھے کہ

تم کو میرے سر کی قسم یاد دلاؤ کہ گستاخی لیلۃ العقبہ آنحضرت کے مجھ کو بھی پہنچ
 منافقین سعد و دفر یا اسے یا نہیں مگر جناب حذیفہ بھی ایسے پکے امیر کلمہ
 تھے کہ صاف طور پر کہی تپہ ندیا مگر بطور کمال اس قدر تکفیر کا مشاہدہ انہیں
 فہم عالی پر محمول کر دیا انت اعلم بقسطی یعنی اپنی ذات کو آپ خود ہی خوب
 پہچانتے ہیں کچھ دلائل انصاف فرما دیجئے اگر دے رہا ہے ہلاکت سختی مرتبہ غریب
 مذکورہ میں حضور ہی بنفس نفیس شریک جماعت منافقین تھے۔ تو یہ تفسار
 چہ معنی دارد پس جرم بزرگوار کہ از جملہ مجاہد انصار بدالست خود غافلین
 میں داخل تھے یا کہ منافق نہ تھے اور خواہ مخواہ بخلاف کما ظنوا المؤمنین خیل
 رحمة اللعالمین سے بدگمان ہو کر حسرت ظن نہ رہتے تھے۔ اگر بعض صفات
 مستندہ سامی ظاہر ان میں پائی ہی گئیں تو ایسے آدمیوں کو اہل اسلام
 دینیات میں اپنا پیشوا کب مان سکتے ہیں۔ آپ اس پر نہ جائیں کہ جو
 ایک مرتبہ بظاہر احاطہ اسلام میں داخل ہو گیا وہ ہر گز اس میں شک
 سے نہیں نکل سکتا جناب والا آپ کے ثلاثہ نوکری کے کچھ ایسے نمودی آدمیوں
 میں داخل نہ تھے جنکی نسبت بخلاف قواعد عقلیہ خیال کر لیا جاوے کہ وہ
 کبھی جادۂ اعتدال سے مترنزل نہ ہوتے۔ دیکھ لیجئے جناب حذیفہ
 اول جنکی نسبت راہ خدا میں بذل اموال کرنا آپ صاحب بیان فرماتے
 ہیں قبل از اسلام ایسے مفلوک و قلاش تھے کہ ابن ربیعہ جیسے ذلیل و
 خوار کے ماتہ سے وہ وہ تحایف اٹھاتیں کہ جگو ہم صاف الفاظ میں بیان
 کرنا آپ کے خلاف مزاج سمجھ کر تب تو اس رخ کے ملاحظہ پر ہدایت کرتے
 ہیں جب بیچاروں نے دیکھا کہ اس کفر کیشی میں شانہ روزیہ ذلت و
 خواری پر نیکی لہذا ابنا ہر مسلمان بکر بعد وفات آنحضرت انکی اولاد مقابلہ میں ہی

ایسی کارروائیاں کیں کہ صحیح ہیج کافر نکند آغیہ سخاں کردند۔ پھر جب
شاہ صاحب کے ارشاد سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ حالت انسان و مبدع
معرفی تغیر نہیں ہے اگر صحیح کو مسلمان ہے تو شام کو بے ایمان اسی کے مؤید
جناب مولوی مہدی علی خان صاحب بہادر افاضیائے نبیات میں ارقام
فرماتے ہیں کہ بعد اسلام کے اکثر مسلمانوں کو شیطان نے بہکا کر ایسے
ہے کہ حضراتِ ثلاثہ ہی اس طعنِ دونہ یعنی نزہوں کی جیٹ میں آگے ہو
ہر جہاں کہ جناب خلیفہ دوم کے سامنے شیطان محض بے حقیقت تھا اور کی
شوکت و صولت کا خوف اسپر جیسے غالب ہو گیا تھا کہ سایہ سے بہکتا تھا
چنانچہ کہا گیا ہے کہ الشیطان یفر من ظل عمر مگر جناب خلیفہ اول پر اسکو
بہاننگ تسلط تھا کہ ان لی شیطانا سے ظاہر ہے اب یہ بات قابلِ ملاحظہ
ہے کہ حسبِ تصریح صاحبِ آیاتِ نبیات اہل اسلام میں وہ کون کون
صاحب تھے جو کہ بعد اسلام خواہش نفسانی و اغوائے شیطانی سے رگڑ
بادیہ ضلالت ہو گئے۔ ہکو اس سے بحث نہیں ہے کہ اسم باسم ان سبکی
فہرست مرتب کریں جو کہ مطیع شیطان ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ نابین سنی
و حنیفہ ابتدائے خلفائے ثلاثہ کی بابت گفتگو جلی آتی ہے لہذا انہیں کی
نسبت تحقیقات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اگر بروئے تحقیق حضرت ثلاثہ
اس قسم کے مسلمانوں میں داخل ہو گئے جنکو بعد ایمان کے شیطان نے
بہکا کر راو مستقیم سے ہٹایا تو جقدرائے امالی موالی ہیں وہ سبکی سب
اسی صفت میں داخل ہو جائینگے ماسعد الدین تغتا زانی جو کہ اجلہ
علمائے مشاہیر و فضلاء اہل سنت سے ہیں انہوں نے اواخر شرح مقامہ
میں ایک طو لانی عربی عبارت لکھی ہے جسکا مضمون اُردو میں کیا جاتا ہے

دہونہا صحابہ میں جو مفاسد برپا ہو کر منجربہ نزاع ہوتے وہ مرہا کجاہر
 دلالت کرتے ہیں۔ کہ بعض صحابہ حق سے تجاوز کر کے حد ظلم و فسق پر پہنچ
 گئے اور یہ تمام خرابیاں اسوجہ سے واقع ہوئیں کہ حدود و حدود
 و طلب ملک و ریاست و میل بہائیں لذات و شہوات طبائع میں حلول کر گیا
 تھا چونکہ صحابہ معصوم نہ تھے اور نہ بوجہ مرافقت و مصاحبت آنحضرت مومن
 بخیر لہذا بوجہ عدم عصمت نفرت کا ہونا چنداں مستبعد نہیں ہے لیکن علما
 نے حسن ظن سے صحابہ کے مفاسد باہمی میں تاویلات و محامل پیدا کئے ہیں
 بایں تو ہم کہ عقائد مسلمین صحابہ کبار خصوصاً مہاجر و انصار سے پہرہ
 جاتیں کیونکہ وہ بشر بصواب دار القراء ہیں اور جو ظلم کہ بعد اُنکے
 اہلبیت پر گزرے وہ ایسے ہیں کہ اُنکو کوئی سختی نہیں کر سکتا اور قریب
 ہے کہ گواہی دیں اُنکے جمادات و نباتات اور زمین و آسمان
 اور منہدم ہو جائیں ہاں شوق ہو جائے پتھروں کے سینے باقی رہی
 خیرانی اُنکی ہمیشہ ہمیشہ لعنت خدا کی اُسیر ہو گیا کر نیوالا ہوا ان ظلموں کا پہلی
 اگر آپ کی طبیعت میں کچھ ہی انصاف ہے تو خود ہی غور فرمائیجئے کہ بقول
 علامہ موصوف و دیگر علما جنکے اقوال کتب بسوط میں منقول ہیں جو صحابہ
 کہ منظر ظلم و تعدی و فسق و فجور ہو کر حق سے تجاوز کر گئے اور ریاست و ملک
 و بادشاہت کے طالب ہو کر لذات و شہوات نفسانی کی طرف مائل ہوتے
 وہ کون بزرگوار تھے میں یقین کرتا ہوں کہ اس بات کو مان لینے میں کچھ
 مائل نہ ہو گا کہ بوجہ یہ مبارکہ اختلاف حسب عقیدہ اہلسنت جناب ثلاثہ کرام ہی
 کو ممکن فی الارض ہوا ہے پس اگر ثلاثہ نامدار سے کوئی بے اعتدالی نہیں
 ہوئی اور مہام خلافت کو حسب مرضیات الہی پور طور پر انجام دیکر افراتفت

پیر میں اپنا نام نامی درج کرایا تو ایسے سرپرستوں ملت سے اہل اسلام کی
 طبائع کا منحرف ہونا یعنی چہ اگر کوئی پلید غبی الذہن یہ کہہ اٹھے کہ علامہ
 موصوف کی غرض کسی اور گروہ سے ہے تو اسکا دفعیہ اس فقرہ نے بھڑکا
 تمام ترک کر دیا، خصوصاً تھا جبر و انصار کے وہ بیشتر بصواب دار و لقا رہیں
 حسب روایات اہلسنت سرخیل عشرہ عشرہ ہی تین بزرگوار شمار کئے جاتے ہیں
 اندر میں حالت حضرات ثلاثہ نے کس کا حق غضب کیا کس کو ٹٹا کس کے گہر پر لگاؤ
 کٹریاں بیکر گئے جو انکی جانب سے لوگوں کی طبائع لغزش پذیر ہوں اگر حسب تفریح
 تقاضا زانی وغیرہ خلفائے نامدار سے ایسے عمل بد سرزد ہوتے ہیں کہ جو بخیر تعلیم
 تھے تو ہم پر کیا جبر ہے کہ انکو اچھا خیال کر کے امور مذہبی میں اپنا پیشوائے ملت
 و مرشد طریقت سمجھیں ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ جن صحابہ کی رفتار و کردار
 رسول اکرم کے سامنے اور انکے مابعد اچھی رہی اور خاندان نبوت کے پورے
 طور پر تائید و تعلید کر کے ایمان صحیح پر دنیا سے اٹھے وہ بہترین ائمہ ہیں
 انکے جمیع اقوال و افعال کا اتباع ہم پر ضروریات دین سے ہے البتہ جن
 صحابہ نے ظاہر و باطناً و لفظاً و معناً مخالفت اہلبیت کر کے انکو متا صل کرنا
 چاہا۔ وہ حضرات ہمارے نزدیک نیرید ثانی و دجال اُمت ہیں اور غالباً
 جناب کو ہی ان قیود سے انکار ہو گا۔ کیونکہ آپ اس بات کے مدعی ہیں
 کہ صحابہ و اہلبیت باہم تعلق و محبت رکھتے تھے اور ہم کہتے ہیں کہ پوری
 مخالفت تھی نہ انہیں کبھی کوئی تعلق رشتہ بندی ہوا نہ اہلبیت نے انکو گاہے
 اپنے ولی اُمت یعنی ختمی مرتبت کا یار و فادار سمجھا بلکہ بروایات صحیح حضرت
 امیر نے حب سلیم جناب عمر ابو بکر و خود عمر کو کاذب و غادر و خائن و آہن چھانا
 شیعہ مکررہ روز مضیٰ فدک سے تا یوم وفات شیخین عظام سے کلام نہ کیا

جنانہ پر انکی اجازت نہ دی ہم آپ ہی کے سر پاک پر دستا بر سر بیخی باقی
 ایس خدارا پکڑی کی لالچ کر کے اپنے انا میں خالی کے قول مند جیہ میں اعلیٰ
 سے جکا ذیل میں تذکرہ ہوتا ہے بلا ذوق ناویل سماج و صریح مطلب
 بیان کر کے پزور و تقریر و لہجہ وہیں نشین ثلاثہ کرام و الہیت عظام کا تمام
 ثابت فرماتے انا موصوفہ در باب اخلاف صحابہ از بیعت روز عذر ایشاد
 فرماتے ہیں کہ کربا مبارک باد عینا دلالت کرتا ہے خفاقتہ بر تقویٰ کی تسلیم
 و رضا پر مگر زمان بعد ہوا وہوس نصانی بیعت حبیب ریاست دنیا آئیں
 غالب ہو گئی حیووت انہوں نے تقیہ کا غریب پر و رسالت کہنا گھوڑا
 کا کتوتیاں ملا کر برابر چلتا مالک کا فتح ہونا اموال و غنائم کا آنا دیہاں
 دنیا کی آفت نے اُنکو ایسا مست کیا کہ ہر غریب کو آنحضرت کے رو برو ہوتا
 بشارت و انبساط کے ساتھ شکر کر چکے تھے دفعتاً تو رڈ والا اور اپنی حالت
 قدیم پر عود کر گئے اور اُسکے بدلے میں نہایت ہی ذلیل و حقیر و حقیف المالیت
 چیز خریدی دیکھتے حضور امام غزالی نے بالکل صاف صاف لکھ دیا کہ مخالفین بیعت
 مرتضوی حضرت دوم و امثالہم تھے۔ پھر اتحاد و موالات مابین صحابہ پہلے
 کجا۔ پس علامہ تقی زانی کا یہ ارشاد کہ علمائے بوجہ حسن ظن صحابہ کے مفاسد
 و تنازعات باہمی میں تاویلات و محامل پیدا کئے ہیں بایں خیال کہ مسلمانوں
 کے عقائد صحابہ کبار سے متغیر نہ ہو جائیں کہ وہ شیعہ کو مجبور نہیں کر سکتا
 کہ باتباع منتظران دین شیعہ ہم ہی اُنکے افعال بدعت اشمال کی اصلاح میں
 جو تاویلات رکیکہ کی گئی ہیں بہ طیب خاطر منظور کر کے اُنکو از جملہ اخبار چھین
 لگیں حکم خیر معتبر مطلقاً بالمشینین خیر طایفہ مومنین و موقنین سے حسن
 ظن ہونا چاہئے۔ نہ کہ فاسقین و فاجرین و ظالمین و مرتابین و مشاکین و

فارین سے آئوٹ کے معجوبہ سے کوئی ہندی یا کسی نہ تھا وہی کہ مدینہ
 کے حضرات سبھی جکی تفریق و مذمت پر حوالہ قرار پاک شامل ہے۔ تعلقہ
 آیات و احادیث و اقوال و افعال کے بغیر غائب و غیور کے ساتھ
 تطبیق و دیگر اس کے کفر و فتنے کا اقرار و تائید ہے۔ اس کے بعد
 میں اور آپ صاحب پر غایت و غیرہ پر شہادت کے لئے آیت و احادیث
 بدو نیک الصداۃ کا نام لے گا کہ کہیں کوئی صاحب شہادت نہ ہو
 اس بات کو پسند کر سکا۔ یہ کہ جو کہ اس کے لئے شہادت دے گا کہ وہ
 ضلالت ہو گئے۔ انکو اپنا امام پیش کیا۔ اس کے بعد حضرت
 کی محبت و ودالات سے وابستہ و متعلق خیال کرے۔ سب سے بڑا امتیازی
 باعین سنی و شیعہ ملنا کا ایمان سے اہل سنت ان تمام باتوں کو جو کہ شہادت
 سے پر جانتا تھا۔ یہ خانہ اور بہترین بہ طبع حکومت و جرجش و دار و نو
 پیر ہو چکیں۔ مگر یہ کہتے کہ اس کے عملی و فرائض کے لئے کہ یہ صاحب
 مشہور کو تسلیم دے ہوئے ہیں اور سیدہ شہادت کے لئے خود یہ ہونا چاہتے ہیں
 اور پیر کہ یہ لے لے لے لے لے ہیں شاید آپ کے لئے کہ یہ ہونا چاہتے ہیں
 کہ یہ کو فقیہ خانہ یہ علمائے شیعہ کا بڑا مجمع ہوا۔ بزمہ علمائے اہل سنت
 جناب مولوی حافظ فیصل احمد صاحب مؤلف نمونہ عجائب قدرت خداوندی
 بھی تھے ہی مسئلہ ففاق اخیر ایک رسالہ جو طبع و ناسخ از دست سے کیا
 کر کے حقیر نے ایک فاضل شعی اللہ بہ کو نذر کیا تھا۔ فاضل موصوف نے
 اس کا جواب عنایت فرمایا دونوں تحریروں کی جانچ کی گئی علمائے طہن
 کا ایک خاص جلسہ قرار دیا گیا اور معاہدہ تبراضی باہی مرتب ہوا
 منجملہ دیگر شرائط کے عہد نامہ میں یہ بات بھی قرار پائی تھی کہ بروئے

جائے ہر دو تحریر سے جو غلط ہو جائیگی اسی گروہ کے علماء بدل نہ سکیں گے
اسکا اعلان بذریعہ اخبار کرویں گے چنانچہ تاریخ مذکورہ پر ہر دو فریق
دونوں تحریروں کی جانچ و پڑتال کے لئے جمع ہوئے پہلے بتائید تحریر خف
منجانب فقلاً شعبہ پابندی شرط معاہدہ یہ گفتگو ہوئی کہ اگر سب سے جانچ
فاضل مثنیٰ کی تحریر سے نفاق استنبین کا ابطال لازم آگیا تو ہم ہی جلسہ
میں مذہب بدل دیں گے چونکہ میرے مقابل کا جواب صریح و بدیہی ناموس
و قابل التفات اہل علم نہ تھا لہذا حضرات اہل مکتبہ کو سوائے اس جیلہ
کے اور کوئی ندیر نہ سوچھی کہ تاہنوز ہماری نظر سے محاطات جو ثبوت
نہیں گزرے ہر چند ان سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ نے درحقیقت وہ تحریر
جس کی جانچ کے لئے بلا و بعیدہ سے رحمت سفر گوارا کر کے قدم فرمائی
کی ہے معائنہ نہیں فرمائیں تو کافی ثبوت اُنکے ملاحظہ کے لئے ہم سے دیکر
بعد اطمینان تبدیل مذہب کا وعدہ فرمانا علمائے موصوف نے نہ کھلت
نی نہ اپنے ہم مذہب فاضل کی تحریر کو تصدیق کیا نہ خود جواب دی ہی پر
آماجگی ظاہری بلکہ کچھ ایسی دو راز کار تقریریں پیش کیں کہ جھکا تذکرہ اس
جگہ نامناسب ہے۔ رسالہ انصار الشریعہ نمبر (۲) میں جو کہ بجا ابلیسہ شعبہ
ماہواری شایع ہوتا ہے کل روداد جلسہ قابل ملاحظہ ہے پس آپ ہی
انصاف فرمائیں کہ جن بزرگواران کی پیشانی مبارک سے علمائے اہل مکتبہ
باوصفہ ایں ہمہ جاہ و ثروت نفاق کا جھکا ہوا ستارہ کنز تک قلم سے نکلا
نہیں کر سکے اگر اُنہوں نے فتوحات کر کے روم و شام و ماشرقا نہیں
اسلام کا جھنڈا لگا کر بخلاف حکم خدا و رسول شریعت پاک میں ایجاد
و خود سازی کر کے رواج دیا ہو تو ایسے حضرات کو کیا مفاد اخروی

مل سکتا ہے تاہم دین شہین حکم حدیث صحیح مندرجہ بخاری شریف
 ان اللہ یتوبہ ان اللہین بالرجل فاجو فساد و فجار کے ہاتھ پر موقوف ہوئی
 ہے جبکہ حسب تصریح قدی اہلسنت اشرا و فجار و نابکار و ناہنجار لوگوں
 سے دین نبوی کی تقویت ہوگی تو ہم محض باعتبار فتوحات و ترقیات
 و توسیعات ملکی خلفا پر تفاق کو لائق منصب جلیلہ خلافت عظمیٰ و مہبت
 کبریٰ کیوں سمجھنے لگے آپ کے مذہب میں چونکہ مُرتکب کبار کی امامت کا
 اعتقاد ضروریات دین سے ہے لہذا یہ عقیدہ مبارک رہے ہم بغیر اس
 دُور ہیں۔ افسوس ہے کہ بوجہ ظاہر پرستی آپ اس خیال سے بڑے
 دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اگر خلفا بباطن دشمن اسلام ہوتے
 تو اُسکو کیوں ترقی دیتے بلکہ قابو یا کراؤ کے شانے میں کوشش کرتے
 حضرت من اُن بزرگواروں نے اپنے دورانِ خلافت میں جو بظاہر
 پاس اسلام کر کے فتوحات میں کوشش دکھائی اور رواج دین میں
 کمر بستگی و جہتی سے بخیر ارباب ظاہر میں وقار پایا اُسکو ترقی دینا اور
 مدد و معاون اسلام ہونا نہیں کہتے وہ ایسے دشمن اسلام تھے کہ بقول
 امام عزالی و تقی زانی حرص و حسد سے رہگزارے بادیہ ضلالت ہو گئے
 انہیں کی کارروائیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلامی طاقت تہہ تختوں پر
 منقسم ہو کر ضعیف و کمزور ہو گئی جناب والا دشمن خانگی عدوِ بیرونی
 سے بدرجہا مضرت رسان ہوتا ہے وہ بیاس بگاڑت و یکجہتی
 ایسے کام کر دکھاتا ہے کہ جس استیصال لگی ہو جائے اگر صحابہ بعد نبی
 صلعم اطاعتِ تعلین کر کے ترویج دین میں کوشاں ہوتے تو بے شبہ بگاڑ
 اعزاز جاری نظر میں از جملہ ضروریات دین ہو جاتا۔ انحضرات نے تو

سند خلافت ہو کر پہلے بی کے گھر کی صفائی پر کمر باندھی منج احکام الہی و
 حاکمان علوم رسالت پناہی کی سیج کنی جب بد نظر ہوئی تو کیونکر باور
 ہو سکتا ہے کہ وہ بزرگوار محض باعتبار فوج کشی و فتوحات حامی الہی
 تھے نبی و دین نبی کا دشمن قرآن و اہلبیت کی عداوت سے کہ جنگی طاعت
 پر تمام مسلمان مامور ہیں پورے طور پر متمیز ہو سکتا ہے فہرست مسئلہ ششم
 ہند کے مطالب کو بغور ملاحظہ فرما کر دیکھ لیجئے کہ آپ کے مدوح کیسے
 تھے اگر انہوں نے بعد نبی صلعم قرآن و اہلبیت کی متابعت کر کے رواج
 اسلام میں کوشش کی تو اریب امکانی خلافت کے حق ہونیکا اعتقاد کرنا بہر
 مثل روزہ و نماز فرض ہے پس آپ کو واجب ہے کہ فہرست کے مطالب
 کو دیکھ کر جواب دیتے کا نتیجہ فرمائیں کہ صحابہ عظام نے اہلبیت کی کس
 حد تک اطاعت کی بخدا اگر باطل مضامین فہرست آپ نے ہم کو واجب
 طریقہ سے مجبور فرما دیا تو کوئی شک نہیں ہے کہ ہم بھی حضرات خلائک کو
 مثل آپ ہی کے سمجھ کر انکی خلافت کے رسادات کا اعتقاد کر کے اپنا فلاح
 آخرت سمجھیں گے مگر دشوار تو یہی ہے کہ دشوار یہی نہیں کب ممکن ہے کہ
 آپ آل محمد سے خلفائے ثلاثہ کا اتحاد ثابت کریں کامیابی حاصل کریں گے
 کیونکہ انہوں نے اپنے ولی نعمت کے خاندان کو ایسا تباہ و برباد کیا
 کہ ادسے ادسے آدمیوں کو داعیہ سلطنت اسلام ہو گیا چنانچہ تاریخ
 بلاوری کے صفحہ ۴۶۲ پر لکھا ہے کہ جب وقت یزید نے جناب امام حسین
 علیہ السلام کو شہید کیا تو عبداللہ ابن عمر نے تنبیہا و تادیبا اسکو لکھا
 اما بعد فقد عظمت الرزية وجلت المصيبة وحدث في الاسلام حدث عظيم
 ایوم کیوم الحسین الخ یعنی تحقیق کہ بڑی مصیبت واقع ہوئی

اور حدیث عظیم اسلام میں پیدا ہوا۔ اور نہیں ہے کوئی روزا یا جیسا
 کہ روزِ قتلِ امام حسین تھا۔ یعنی باعتبارِ راند و وہ و طال کوئی ایسا دن
 نہیں ہے جو کہ روزِ عاشور سے مثال دیا جاوے۔ پس یزید نے ابنِ
 ابی جہل کو کہا کہ اے امیق ہم تیار رکھا تو نہیں مقیم ہو کر بجھے ہوئے بچھوئے
 اور آراستہ مسند و منبر تکبیر بن ہوئے اگر یہ حق تھا کفایتِ جبرِ سزا و قلع
 ہو کر منجر بہ جہدِ ال و قتال ہو اسو اسے ہمارے کسی اور کا تھا تو آپ کے
 والدِ باجد پہلے شخص میں جہنوں نے اہل حق کو محروم کر کے دوسرے
 خاندانوں میں اسکو منتقل کیا ہے۔ یہ پتہ کی بات سیدِ خلیفہ دوم صاحبِ جہاد
 ایسے چپ ہوتے کہ ہر کبھی یزید پلید پر کوئی تعریض نہ کر سکے علامہ نقاشانی
 و امام غزالی کی تحریروں یزید کا جوابی کارڈ بہت ہی ملتا ہوا ہے تماشہ یہ
 کہ فضل ابنِ رومیہ ان کے کتابِ ابطال الباطل میں تاریخ مذکور کے
 مضمون کا انکار نہیں کیا بلکہ اسکو قبول فرما کر یہ لکھ دیا کہ یزید کے
 قول کا اعتبار نہیں اچھضرت سچے دل سے ایمان لا کر ترویجِ دین میں
 ایسی ہی کوشش ہوا کرتی ہے جیسکہ بقولِ یزید حضرت عمرؓ وغیرہ سے
 وقوع پذیر ہوتی۔ جنابنِ تفاق کی تعریف صحیح یہ ہے کہ کفر و ردِ انبیاء
 اللہ اکبر و اشتن۔ بی بی عائشہ صدیقہ و حفصہ اہلبات المؤمنین کا معاملہ
 وہ سورہ تحریم کی آیات محکمات سے ہویدا ہے آٹھ صفاتِ عظیمہ و جلیلہ
 کا بحکمِ قرآن اتنے نقص ظاہر کیا گیا ہے کہ جنہیں اول درجہ پر ایمانِ اسلام
 ہے اور حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی ازواج سے جو کہ کافرہ نہیں
 انکو تشبیہ دی گئی ہے علاوہ ازیں جنابِ عائشہ محترمہ نے حضرت امیرِ علیہ السلام
 کے ساتھ مخالفت کر کے جو جو کارِ نمایان کئے ہیں وہ سب طشتِ ازبامِ ہرجاجت

ابعادہ و تکرار نہیں جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی شجاعت و دلادری پر
 جو جنگ زنی ہو کر ارشاد ہوا ہے کہ اگر اُسے ایسی فتوحات نمایاں ہوئیں
 جیسکہ ثلاثہ سے ہوئیں تو نہ معلوم شیعہ کیا شور مچاتے۔ اس کا جواب سبیل
 اختصار یہ ہے کہ تیرا علم میں افواجِ اجتہاد و رخصتہ میں مرحب و عارث کو
 قتل کر کے ایک انگلی پر ایسے دروازہ کو جو کہ بدشواریاں و ربروایت
 شتر جو انان قوی سیکل کی ہمت سے جنبش نہ کرتا تھا اُٹھالینا عمر ابن عبدود
 سے جنگِ خندق میں درحالیکہ جناب فاروق اُسکی ہمت و سطوت و زور
 طاقت کے اظہار سے دیگر صحابہ کے لئے باعثِ انہزام و بیدلی ہوئے
 تھے تیرہ برس کی عمر میں جنگ کے قلع و قمع کرنا اُحد میں جبکہ آنحضرت
 کو عین موقعِ جدال پر حضرت ثلاثہ تنہا چھوڑ کر رہے و بفرار ہوئے تھے بڑا
 واحد کفار مقابلہ و مقاتلہ کر کے سکائنِ سموات کو بہ کلمہ مقدسہ لافنی
 الا علی سیفکذا و الفقہا اپنا مدارج بنا کر و اہرب العطیات سے ذوالفقار لینا
 جبرئیل علیہ السلام کا اُنکی جو انمردی و مواساتِ دین پر شہادت
 دینا دوشِ احمد پر قدم رکھ کر خانہ کعبہ کو ارجاسِ اصنام سے پاک کرنا
 شبِ ہجرت میں بستر نبی صلعم پر کہ اُس جنگِ غالبِ اُتھال ضرر تھا بے تکلف
 و راز یا ہو کر من بیشری نفسہ ابتغاء لمرضات اللہ کا آسمان سے خطاب
 پانا۔ چہ لاکہ کفار کے مقابلہ میں بذاتِ واحد سورۃ برأت کو جو کہ
 مقتلِ بو عید شدید تھی بیخوف و خطر ٹپہنا وغیرہ وغیرہ۔ شاید جناب کے
 انصاف میں داخل شجاعت و تہوری ہو اگر کسی جنگ میں ثلاثہ
 کا خود چرکا کہنا یا کہ کسی لوے لنگڑے اپنا بیج پہاگتے ہوئے کے اچھی
 ضرب کا پہنچانا ہی آپ ثابت فرما دیتے تو اُسکی نسبت کتب میں غور

کیا جاتا وہ بزرگوار تو ایسے پرورش یافتہ ناز و نعم تھے کہ جسم لطیف پر
 کبھی آنچ آنے ہی نہیں دی لیجئے عہد رسول صلعم کے تمام معارف و محارب
 کی تاریخ موجود ہے اور فتوح الشام وغیرہ میں وہ جملہ محاربات
 جو کہ خلفائے سرزد ہوتے درج ہیں ثابت کیجئے کہ خلفاء شجاعت
 شعار فرار کردار نے کبھی کسی کو مارا ہو یا کہ خدا خواستہ جسم لطیف پر کوئی
 صدمہ اٹھایا ہو ادا نے ادا نے صحابہ کے کشتوں کی تعداد موجود ہے مگر
 ان حضرات کے نام نامی پر صفر لگا ہوا ہے اسی حضرت اُنکے عہد حکومت
 میں مسلمان فتح ممالک کر کے اموال و غنائم سے بیت المال پُر کرتے تھے
 اور انکا نام ہوتا تھا بقولے کاٹے دمار نام تلوار کا۔ لڑے سپاہی نام نہار
 کا چاری اور آپ کی شجاعت بالذات مابہ النزاع ہے وہ آپ کے
 زمانہ میں قطعاً نہ تھی حدیث غدیر کی بابت جو آپ معترض ہوئے تھے
 اگر حضرت امیر کی خلافت بلا فصل پر حدیث موصوف دالت کرتی
 تو ضرور تھا کہ ایسے قوی ثبوت کے پیش کرنے میں شیعہ کبھی کوتاہی نہ کرتے
 اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی رائے معدلت پیرائے میں یہ بات جائز نہیں۔
 ہو چکی ہے کہ اگر جناب علی المرتضیٰ بروقت نزاع خلافت امیر استدلال
 ہوتے تو سمجھا جاتا کہ مولیٰ کے معنی اولے کے ساتھ تعبیر دے جاتے ہیں
 کوئی گنجائش کلام نہیں ہے میں نہایت ادب سے دست بستہ آپ کی خدمت میں
 مستدعی ہوں کہ اگر حضور طالب حق ہیں تو بس اسی ایک بات پر فیصلہ ہے
 اور تمام قصہ کہانی چھوڑ دیجئے اور اسی پر جم جائے اب ذرا سنیں بیٹھے
 یہیں دشمال نہ دیکھتے آپ بحث کو محدود کر چکے اقرار کی پابندی مرد و بیاد
 پر فرض ہے اگر ہم کتب اہلسنت سے یہ بات ثابت کر سکے کہ جناب میر علیہ السلام

خطبہ غدیر سے کہی استدلال بخلافت کیا ہے تو بے شبہ ہمارا یہ دعویٰ کرنا کہ ختم غدیر
 میں آنحضرت خلافت مرتضوی پر بقیہ جلی فرما چکے ہیں بالکل غلط ہو جائیگا اور اگر کہنے
 اس امر کو علمائے موقنین اہل سنت کی زبانی ثابت کر دکھایا کہ ختم غدیر پر جو آنحضرت
 نے خطبہ مولایت حضرت امیر ارشاد فرمایا ہے اُس سے خلافت خطی فیما بین ابی
 مراد ستار و جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بوقت ضرورت صحابہ سے استہاد فرمایا
 ہے اور جن لوگوں نے اعراض نفسانی و اغوائے شیطانی سے دیدہ و دانستہ اُسکے
 ظاہر کر نہیں مضائقہ کیا وہ امراض شدید و صعبا علاج مثل جذام و سفید داغ
 وغیرہ میں مبتلا ہوتے اور منکرین غشا خطبہ موصوف پر آنحضرت کے سامنے عذاب
 آسمانی نازل ہوا تو فرماتے کہ یہ تمام باتیں اپنے نقات کے اقرار سے معلوم کر کے
 حسب وعدہ خود حضور جناب امیر کو منصوص سمجھ کر نہ یکہ خلفا کی خدمت گزار ملی سی
 طرح فرمائیں گے کہ جیسے شیعہ کرتے ہیں یا کہ نہیں خیف نے تحریر ہذا کے آخر
 پر جو ایک فہرست چسپاں کی ہے اسی میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ آنحضرت صلعم
 نے بحکم قرآن ولایت مرتضوی کا اعلان فرما کر صحابہ سے عہد لیا تھا جس کا تذکرہ
 امام غزالی نے باریں مضمون کیا ہے کہ تم کا مبارکباد دینا ولایت کرتا ہے خلافت
 مرتضوی کی تسلیم و رضا پر نگرزاں بعد بھٹ حب ریاست و طمع دُنیا ہوا
 و ہوس اُس پر غالب ہوئی اور وہ عہد غدیر جسکو بعد بشت روبرو نے
 آنحضرت ظاہر آبا خہار رضا مندی موثق کر چکے تھے دفعۃً توڑ ڈالا اور اپنی
 حالت قدیم پر عود کر گئے بس خیال فرماتے کہ ایسے عہد شکن و ناکث بیعت حکم
 اُمیر الدین ینقصون عہد اُمہ من بعد یشاقہ و یقطعون ما امر الله به ان
 یوصل یفسدون فی الارض و لعلک اہم اللعۃ ولہم سوء الدار کرم کلت و غدر یلعون
 محض کیوں نہ سمجھ جاویں اگر کرم بہ مقتضائے غلط فہمی خلاف طور پر پرکھا

بادۂ نواہت ہو گئے ہیں تو خدا را ہم کو نبھا لکر اہل اسلام کی ڈوبتی ہوتی
 کشتی کو اس طوفان بے تمیزی سے کنارہ لگاتے ہوئے امام غزالی و تفتازانی
 وغیرہ کے بیانات ہوشِ رُبا و جاگنڈا کی کوئی تاویل متین و ذہن نشین بیان
 فرماتے کیونکہ مجھ کو یہ نیک فیتی یہ بات منظور ہے کہ تمام مسلمانوں کا نفاق ابھی
 اٹھ جائے اور یہ گروہ پر شکوہ یکہ لی سے اپنے مفاد دینی و دنیاوی
 میں کوششِ بلیغ و کھلا کر قوم کے ستارۂ اقبال کو جو کہ وفورِ ادا بار سے
 انحطاط پذیر ہوئے ہوئے حقیضِ مذلت و خواری میں چھنچ گیا ہے کیون
 و شریا سے بھی کچھ اوجھا کر دکھائے لہذا ایک فہرست اُن بعض مطالب کی
 جو کہ حضراتِ خلفائ ثلاثہ و اُن کے تابعین سے برہنہ تھا لغتِ خدا و رسول و سعادت
 ثقلین یعنی قرآن پاک و اہلبیت کرام ظاہر ہوئے ہیں مع ذکرِ حدیثِ غدیرِ طوف
 عریضہ ہذا آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ برائے خدا و رسول و ستانہ
 طریقہ سے ایک جلسہ علما و ماہرانِ علم کا منعقد کر لیجئے تاکہ یہ جھگڑا جو کہ
 مدتوں سے زیرِ بحث ہے صاف ہو جاوے اور حقیقہ و جناب و الا جو کہ
 بلا خیالِ مجادلہ و مکارہ اس امرِ عظیم کے جو کہ بدر و حنین و خبیر و مھین
 کے جہاد سے غالباً کم درجہ نہیں رکھتا بانی ہوتے ہیں عجب نہیں کہ عندئ
 ماجور و مشاب ہوں آپ اُن جملہ معاملات کو جو کہ متعلق بحدیثِ غدیر و دیگر
 اعتراضات و غیرہ پیش کئے جاتے ہیں مطالبِ ذہن نشین سے ہمارا
 اطمینان فرمادیں گے تو باللہ العظیم نہایت صحیح طور پر یہ وعدہ
 کیا جاتا ہے کہ مبلغِ پچیس ہزار روپیہ بطورِ انعام آپ کو دیا جاوے گا
 اور جماعتِ کثیر مذہبِ اہلِ سنت اختیار کر کے بذریعہ اخبار و اشتہار
 خلفائ ثلاثہ کا احقِ نجافت ہونا شائع کر لگی اگر طبیعتِ خواہش کرتی ہے

کہ بذیل دوستانِ خدا جناب والا و دیگر اہل اسلام شمار کئے جاویں
تو فہرستِ ملفوفہ خوب غور و تأمل سے ملاحظہ فرما کر ارقام فرمائے تا ایک
معاہدہ باہم مرتب ہو کر شرائطِ جلسہ طے ہو جاویں اُس وقت بقدر
زیر مذکور ایک پرائیمری نوٹ کسی مردِ امین میں امانت کر دیا جاویگا۔
بخدا کائینال ہم اپنے مرشدانِ طریقت و پیشوایانِ دین کی قسم سے لکھتے ہیں
کہ بصورتِ مغلوبیتِ زیر مذکور اصدارِ ادا کرنے پر بجانِ دل آمادہ ہیں
اور آپ سے بصورتِ ناکامی ایک جہ نہ لیا جاوے گا دو ماہ کی ہمت
دیجاتی ہے۔ اگر مطالبِ مندرجہ فہرست و مضامین عریضہ ہذا کے بطلان
کی آپ میں بروئے قوتِ مذہبی طاقت ہے تو جواب ارسال فرمائے ورنہ
بعد انقضائے مدتِ معہودہ یہ خط جو کہ بطور ایک رسالہ کے ہو گیا ہے
چھاپ دیا جاویگا اور نیز ایک اشتہار بھی شائع ہوگا۔ جس میں کچھ حالاتِ احوال بیان
کئے جا دیں گے ہر چند کہ تا نصفیہ معاملات مندرجہ فہرست و عریضہ نیازِ محکوئی
ضرورت نہ تھی کہ آپ کے نوٹ پر جو کہ خاتمہ اوراق پر دیا گیا ہے تو جہ کرتا
مگر جو نکتہ آپ کے فحوائے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کردہ شیعہ اپنی حقیقت
مذہب کے اثبات میں یہاں تک عاجز ہے کہ خوارج و کفار کے مقابل میں
بھی بروئے اصول خود کامیابی حاصل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بالمقابل اہل سنت
پس در حالیکہ ہم خود اہل سنت ہی کو اُنکے صحاح و کتبِ سیر وغیرہ سے ایسا
الزام دیکھتے ہیں کہ وہ ناقیامت بھی اگر کو بخش کریں تو سوزنِ تجرید و تقریر
سے اپنے مذہب کی اُس چاکہ امن پر پیوند ہیں چڑھا سکتے کہ جس کو ہم مضامین
مندرجہ فہرست کی تشریح سے پارہ پارہ کیا ہے تو اب ہم کو کیا ضرورت باقی رہی
کہ سوا و عظیم اہل اسلام کو چھوڑ کر ایک ذلیل و حقیر کردہ کے مقابلہ میں قلم ثباتین

اگر خوارج و کفار سے رد و قدح کر کے بہتے کامیابی بھی حاصل کی تو اس
 کی کیا وقعت ہے ہمارا مذہبی اقتدار یہ ہے کہ اہل صفت کو زنج نچ کر کے
 محض ناکارہ کر دیوں بخدا ہماری حمیت و ہرات کبھی گوارا نہیں کرتی۔
 کہ آقا کو چھوڑ کر غلام کا بیچا کر دیں لہذا اپنی قوم سے کلام کرنا کہ شران سچا ہے
 اس سے اعراض کر کے آپ کے نوٹ پر ایسا ایراد شدہ بد کرنا سو کمال اہل انش
 کی طبیعت پھر ک کر خود بخود لوٹ پوٹ ہو جائے اور جو اب بھی ایسا ہو کہ
 انشا اللہ آپ خود تسلیم فرمادیں واقعی یہ طریقہ جناب نے غرلا نرا لا
 ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ ترقی پر ہے نئی روشنی میں صنائع بدائع و دستکاری
 و اختراعات وغیرہ میں خلائیق نے ایسی دستگاہ ہم پہنچاتی ہے کہ پہلی خلقت
 کی صنعت بالکل گرد ہو گئی حضور نے اپنی نکتہ رسی و دقیقہ سنجی سے امور میں
 میں ہی وہ جدید طریقہ نکالا کہ اس بات پر اگر جناب کو خیرات تکلمین کہا جائے
 تو بجا ہے خیر از ہی امام الشکلیں اگر زندہ ہوتے تو غالباً آپ کی فکر عالی کی داد
 دیتے چونکہ وہ موجود نہیں ہیں عجب نہیں کہ اُنکے مقلدین علم کلام میں جناب
 اپنا میثوا سمجھیں کیا خوب جب آپ نے تھیا رکند اور سب وار خالی نظر آئے تب
 حضور والائے خوارج و کفار کا سہارا میک شیعہ نما مقابلہ کرنا چاہا معلوم
 ہوتا ہے کہ اہل علم کی داب سے آپ کا داب جدا گانہ ہے اور اس طرز
 جدید کے موجود آپ ہی ہیں خیر خشک یا بنیر۔ اگر چہ گندہ مگر ایجا دیندہ۔ پہلے
 تو یہ فرماتے کہ کفار و خوارج نے آپ کے نام پر کوئی فتار ناعہ تصدیق
 کرا دیا ہے کہ جس کی بنا پر آپ طالب جواب ہیں۔ غور تو کیجئے کہ اگر
 ہم نے جواب بھی لکھا تو بھی مشہور ہو گا کہ ایک خارجی یا کافر کا قول
 رو کیا گیا ہے چونکہ روئے خطاب آپ سے داند رین صورت میں

کب پسند کرتا ہوں کہ خدا خواستہ آپ جیسا لائق و متین بہ نظر عامۃ الناس
 کا فروخارجی یا کہ اُن کا مختار بلا معتنا نہ قرار دیا جاوے حضرت سر آنکھا
 یہ خیال بدانتہا حقیر درست نہیں ہے کفار و خوارج کے ساتھ ہمارے
 دلائل کا موازنہ کرنا آپ کو اُس وقت لازم تھا جبکہ حضرات اہلسنت
 کے مقابلہ میں حضور ہماری ایسی پسائی دیکھتے کہ کتب شنیعہ کے مطالب
 کا جواب ہماری جانب سے شائع ہو کر آپ کو سرنگون نہ کرتا شاہ حصار
 نے جو تحفہ میں باب الہیات و نبوت و امامت ملکہ شیعہ کے اصول پر
 الزام وار و فرمایا ہے اُس سے بالاتر آپ صاحب نہیں لکھ سکتے بلکہ
 جمیع مناخرین اُسی کتاب سے استنباط کر کے آج تک بنفابلہ شیعہ گفتگو کرنا
 چلے آئے ہیں جب قواعد عقلی آپ پر لازم تھا کہ کل جوابات تحفہ اور
 بالخصوص ابواب سہ گانہ متذکرہ بالا کا ابطال کر کے اہل نظر کو دکھا دیتے
 کہ وہ دیکھو جسے علمائے شیعہ کی اُن جملہ کتابوں کو جو کہ برداقوال
 شنیعہ مرقوم ہوئیں نہیں بایں عنوان باطل کر دیا کہ کفار و خوارج
 کے مقابلہ میں بھی اُنکی کچھ حقیقت و وقعت باقی نہ رہی یہ عام فریبی یا
 آپ کا حق ہے کہ جواب ندینا اور مزید برآں خوارج و کفار کو
 اپنا پشت پناہ بنا کر دھاوا کر بیٹھنا تعجب ہے کہ طائریاں و پرستہ
 آہنگ بلند پروازی کر کے گنجشک ہال و دُم بربیدہ کی امداد سے
 شاہین تیز برداز کو اوج غزت سے حفیض مذلت میں گرانا
 جیسا ہے جناب والا آپ کو اس قدر آزادی نہیں مل سکتی ذرا اُنکھ
 اٹھا کر اوپر دیکھتے تو آرق و تشنید المطاعن و عجقات الانوار
 و استقصاء الافحام کے قلعہ کی کیسی اونچی اونچی مستحکم دیوار بنائی

گئی ہے۔ پہلا ممکن ہے کہ کوئی پروبال شکستہ اس چار دیواری
 سے باہر جاسکے چارے علمائے متقدمین نے آپ کے فضائل کاملین
 کو زنجیر کلام میں ایسے طریقہ سے جکڑ بند نہیں کیا کہ آپ صاحب
 بدشواری بھی کر دٹ کے سکیں بسم اللہ چار دیواری کتابوں کا جواب
 صحیح ارقام فرما کر اپنے ہی مذہب کے اہل عقل و صاحبان انصاف
 کا سا رشیکٹ دکھائے یہ بھی نہ ہو سکے تو حقیر نے چند اوراق بہ ثبوت
 کذب نفاق شیخین لکھ کر ایک جماعت علمائے اہلسنت کو غرق کجہ ستحیر
 و انگشت بدذاں کیا ہے اسیکو رد فرمائے آخر آپ ہی تو کوئی کام کہتے
 یہ چورقہ تو آپ کی فکر عالی کا نتیجہ تسلیم نہیں کیا جاتا حضور والا یہ
 مضامین تو شاہ صاحب کے طبع زاد ہیں صد مرنہ رد ہو چکے ہیں نگہ
 اپنی ناواقفیت سے جناب نے انہیں مضامین مرد وہ کو زیب قلم فرمایا
 لہذا ہلکویہ استحقاق حاصل ہو گیا کہ آپ کو کشاں کشاں شاہ صاحب
 وغیرہ متکلمین صحتیہ کے جواریں قلعہ بند کر کے اسکے دروازہ پر اپنی تحریر
 صائب و لا جواب کا بایں شرط قفل چرما دیویں کہ تا تحریر جواب تل
 مستقدمین آپ ہی زیر حراست رہیں بس اب آگے آئے۔ کسمائے
 نہیں۔ دیکھتے تو سہی کیسی دھچک جگہ ہے اور کیا جمع گلا ہے کبھی ہ
 صاحب سے ملتے۔ گاہے مولوی حیدر علی صاحب سے ملاقات کیجئے
 مولوی جہانگیر خان صاحب کو دیکھتے کہ شمس الضعیفی کی تاثیر سے کیسے
 بدحواس ہو رہے ہیں صاحب ہدیتہ الشیعہ سے معانقہ فرماتے کہ سترہ
 علیہ السلام کے حقوق جائزہ و واجہ کے شانیں آیات قرآنی کے معنی ہلکے
 اپنے ہم مذہب علما کے دار و گیر سے شکنجہ مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں خدایا

سے پھوٹ پھوٹ کر درہے ہیں بچائے مخاطبِ اول مولوی محمد قاسم
 بھی کسی گوشہ میں رسالہ مذہب و اتفاق مولفہ حقیر لے ہوئے اپنے چوب
 کی ناقابلیت سے سرسراہٹوں سے لکھ چکے ہوتے نظر آئیں گے۔ آپ بھی
 ایک کونے میں بیٹھ کر رہ گئے ہوں چہ کہ اسے حضرات آپ پر کیا ضرورت
 شدید طاری ہوئی تھی کہ بے بنیاد تحریریں کر کے بقولے مع ہم توڑ پھ
 ہیں مگر تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ اپنے ساتھ ہمارا بھی ناسپاں اڑا دیا
 آپ صاحبان کی تحریر کی تقلید سے یہ روز بد نصیب ہوا ہے کہ بیٹھے
 بیٹھائے اڑ کر گئے ہیں آگے۔ دیکھتے کب رہائی ملتی ہے مگر اُمید نہیں
 ہے کہ ابد الہ ہرنگ بھی چھٹکارا ہو سکے کیونکہ برا تعین دیکھ چکے
 ہیں کہ اس قلعہ کا آیا ہوا کبھی باہر نہیں گیا۔ اسلئے کہ نہ جو ابلکہا
 گیا نہ مخلصی ہوئی خیر یا اس ہم ہم آپ کے نہایت شکر گزار ہیں کہ اپنے
 اپنے سوال کا خود ہی تصفیہ فرما کر ہٹاؤ سبکار کر دیا اور خوارج و کفار
 کے مقابلہ میں جو ابد ہوئے سے تحفیف تصدیع کیا۔ کیونکہ جناب نے اپنے
 اعلان کے صفحہ ۸ پر ارقام فرمایا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابدالہر
 یک شیعہ کو کوئی ایسی دلیل نصیب نہ ہوگی اور نگران نہیں کہ بلا مددِ اہست
 و جماعت اُنکو دشمنانِ حضرت امیر کے مقابلہ میں کبھی کامیابی حاصل ہو
 انہی اس تقریر سے صاف ہویدا ہے کہ آپ خواجہ و نواصب کو علاو
 دلائل مشہورہ کے کسی حجتِ خاص سے مجبور فرما سکتے ہیں سبحان اللہ
 چشم مار و شہ دل ماشا و رع این کار ازلو آید و مردانِ جنیں کتہہ دہ
 صحتِ ایمان حضرت امیرِ ستی و شیعہ ایک مذہب رکھتے ہیں اور خوارج
 و لہام و نواصب نام فرجام با وصف دعویٰ ایمان اسلام امیرِ مونا کے عدو جانی

ہیں پس ایسے شخص کے ایمان ثابت کر نہیں کہ جس کے با ایمان بلکہ جاہل یا ان
 ہو جنہیں ہم اور آپ متحدہ العقیدہ ہیں بنا ہوا اپنی فکر عالی سے دلائل میں
 کرنا ہمارے لئے عین موجب فخر و سبابت ہے وہ آپ کے دلائل اہل عقل
 کے نزدیک ہماری توہین و تحقیر کا سبب نہ ہو گی۔ بلکہ بوجہ اتحاد عقیدت
 بہ ایمان حضرت امیر و جملہ اولیاء و نوز فرقوں کی سمجھی جاویں گی۔
 مثلاً اعتراض کیا جاتا ہے کہ کسی سلطان کے ملک پر کوئی غنیم فوج کشی کئے
 اور نجلہ رعایائے سلطانی ایک صوبہ کی رعیت جو کہ اُس غنیم کی ہم سرحد
 مقابلہ کر کے دشمن کو پسپا کر دیوے تو وہ فتح نمایان اُس پادشاہ کے
 تمام رعایا پر محتوی ہو گی یا میں معنی کہ کل رعایا پادشاہ سے ایک نفع
 پر محبت رکھتی ہے ایسے ہی ہم اور آپ جناب امیر کی رعایا ہیں لہذا
 بمقابلہ خوارج آپکا استدلال ہونا ہماری پسپائی و کوتاہ دستی کی حجت
 نہیں ہو سکتا اور بر دے قواعد عقلی پہلے خوارج کے مقابلہ میں آپ
 ہی کو کمر بستہ ہونا چاہئے کیونکہ ما بین خوارج و فرجام و سنیان
 ذی الاحتشام فقط اتنا پردہ ہے کہ جیسے پیاز کا چھلکا ہوتا ہے کیونکہ
 جس نے باعلان اظہار عداوت کیا وہ طایفہ خوارج میں محدود ہوا
 اور جن حضرات نے امیر و کل امیر کو ثلاثہ کرام کی رعایا تصور کر کے
 خانوادہ مقدس کو خلفا کا مطیع و نقاد جانا وہ سنی پاک طیت رہا
 ورنہ درحقیقت دونو گروہ ایک شان کے پہول اور ایک درخت کے
 سیو ہیں اندر یہ خیال خوارج کے سامنے با ثبات ایمان حضرت امیر آپ
 کا صحیح ہونا حق بجانب ہے۔ قاعدہ گائیہ ہے کہ جب کسی سلطنت پر مخالف حملہ
 کرتا ہے۔ تو پہلے وہ رعایا اُس کے روکنے میں کوشش کرتی ہے جو کہ اُس غنیم کی

ہم سرحد ہو۔ چونکہ حضرات اہل سنت کو جو ارج سے نہایت قریب و
 اختصاص ہے اور شیعہ کو بُعد عظیم۔ لہذا اُنکے حملوں کا روکنا آپ کو
 رعایائے وفادار کی معفت میں داخل کرنیوالا ہے۔ بسم اللہ شومی سے
 گروہ منکر کے مقابلہ میں دلائل کاملہ و حجت مائے بالغہ سے جناب امیر
 کے ایمان ثابت کرنے میں اپنے جو ہر ذاتی دکھانے بجز اللہ کے حسب اقدار
 سامی حضرت امیر علیہ السلام کا ایمان بمقابلہ دشمنان قابلیت تسلیم رکھتا
 ہے پس ہر کوئی استحقاق ہو گیا کہ درباب ایمان حضرات ثلاثہ آپ سے
 مستدعی ہوں کہ اسی طرح حضرات خلفائے ایمان پر کوئی تہی دلیل
 لائے اہلسنت سے تو ممکن نہیں کہ حسب اصول خود انکے ایمان ہونا ثابت
 کر سکیں۔ کیونکہ یہ ام اگر اُنکے امکان و احاطہ قدرت سے نہ ہوتا شیعہ
 کے اُن جوابات کا جو کہ بر ذوق تصنیف اقوال علمائے سنیہ لکھتے گئے ہیں
 ضرور ابطال کرتے آپ کو سوائے ازیں کوئی چارہ نہیں ہے کہ حواج
 و نواصب کے رو برو غایت حجاب و ندامت سے سر تسلیم خم کر کے ایک
 عرضداشت باری مضمون پیش کیجئے کہ اے ہمارے دینی بہائو حضرات
 خلفائے ثلاثہ کے بارہ میں اپنے اصول کے موافق ہم بقدر امکان کوشش
 کر کے بہت ہی اینچ پینچ سے شیعہ کے مقابلہ پر آمادہ ہوتے ہیں ماذان
 نبوت پر ہمیش از ہمیش انزام لگا کر بذریعہ کتاب و سنت خطیہ و القبیار
 صاحبان عصمت کی خطائیں ثابت کرنے میں دقیقہ از دقائق فرو گذاشت
 نہیں کرتے مگر وہ لوگ ایک فقرہ سے ہماری تمام محنت ضائع و برباد
 کر کے ایسی مونشاغیاں کرتے ہیں کہ بالآخر ہر کوئی بجز دم بخود ہونے کے
 کوئی چارہ نہیں ملتا تم ہی تو دیکھو کہ شاہ صاحب نے باب مطالعن

میں کسی پرزور تقریر سے خلفاء کی گلو خلاصی چاہی مگر صاحبِ شہیدِ طاعن
 نے ایسا مضبوط ثبوت پیش کیا کہ جس کے اعتبار پر حضراتِ خلفاء کا اقتدار
 کفار کی نظر سے ہی جاتا رہا۔ ہم رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں
 اور بہت سے علماء کے لئے یہی صدہ جاغزہ باعثِ انقطاع سلسلہ
 حیات ہو چکا اور دیکھتے آئندہ کیا ہوگا افسوس ہے کہ ہمارے علماء
 یہی داغِ حسرت لیکر دنیا سے اُٹھ گئے۔ مگر ممکن نہ ہو سکا کہ شیعہ
 کے ایک اعتراض کا بھی جواب ہو جاتا پس ہم اور آپ دونوں
 گروہِ خلفاء کے نام لیوا ہیں خدا را طبیعت پرزور دیکو نام ایسا
 چلتا ہو ا مضمون پیدا کر دو کہ علاوہ دلائلِ قدیمہ کے کوئی دوسری
 دلیل (مگر مسئلہ شیعہ ہو) پیش کر کے اسس ڈوبتی ہوئی کشتی کو نہالنا
 چاہئے۔ کیونکہ انگریزی عمارتِ سی میں فرمانِ آزادی پا کر گروہِ شیعہ
 نے وہ وہ حجتِ تقریریں کی ہیں کہ جن کے اعتبار پر ہم بطورِ مشین
 کوئی یہ کہہ سکتے ہیں کہ عنقریب وہ وقت آئیوالا ہے کہ کل اہلِ اسلام
 دائرہِ تشیع میں داخل ہو جاویں دیکھئے تو یہی کہ آپ کے سرِ مشن
 کی وہ صاحبِ کس حد تک وقعت کرتے ہیں میں یقین کرتا ہوں
 کہ بوجہ اتحادِ عقیدت وہ ضرور آپ سے مروت کریں گے کیونکہ
 حضرت امیرِ کایمان ثابت کرنے میں جو استحقاق کہ بمقابلِ خوارج
 جناب کو حاصل تھا کہ جس پر آپ کم بستگی ظاہر فرما چکے ہیں ہی
 حقِ ثلاثہ کرام کے ایمان ثابت کرنے میں خواجہ بدایہ کو
 ہمارے مقابلہ میں حاصل ہے پھر وہ کیوں کوتاہی کریں گے
 ضرور ہے بشل جناب والا خلفاء کا ایمان ثابت کرنے میں کمر بستہ

ہو جاویں نہایت شکر کا موقع ہے کہ جناب کا سوال آپ ہی کے لئے
 و بال ہو گیا اور ہم بنائیت الہی خوارج کے مقابلہ میں حضور کی ہمت
 سے اہل عقل کے نزدیک قطعی بری ہو گئے احاصل آپ کو لازم ہے کہ
 کفار و خوارج کو پشت پناہ نہ بنائے اگر قدرت ہے تو کچھ اپنا زور
 دکھائے قرآن و صحاح سے خلفا کا ایمان ثابت کیجئے انکے مخالفانہ
 پر مثل شہدائے بدر و احد ختمی مرتبت کی کوئی حدیث مستاتے برد و بطلان
 مضامین مندرجہ حدیث مسلم حضرت علیؑ کے نزدیک جناب شیخین کا سچا اور
 ایماندار ہونا ہم کو تسلیم کرے یا قطعی استغناء دیجئے کہ بروئے روایات و
 احادیث مرویہ مسلم و بخاری اہلسنت ثلاثہ کا ایمان ثابت کر نہیں منسل
 و ناصر ہیں آپ کے بحر کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اپنے کتب کو پس پشت ڈال کر
 خوارج و کفار کے ذریعہ سے ہم کو محجوج کرنا چاہتے ہو یہ یاد رہے کہ ہم کو
 بھی ہر طرح کے ہتھکنڈے یاد ہیں جیسا رنگ آپ لائیں گے انشاء اللہ
 ہم ویسا ہی کر دکھائیں گے۔ مطلب آپ کے نوٹ کا یہ ہے کہ شیعہ خوارج
 کے نزدیک حضرت امیر کا ایمان بلا اثمال اہلسنت بدلیل خاص ثابت
 کریں اور جب کہ شیعہ بہ ثبوت ایمان مرتضوی یہ دلائل مشترکہ شیعہ و
 سنی پیش کریں گے کہ حضرت امیر ایسے وقت میں ایمان لائے جبکہ نبی صلعم
 کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا بحاجت اسلام کفار کے ساتھ مجاہدہ و مقاتلہ
 کیا تب ہجرت آنحضرت کے بستر پر کہ غالب محل خوف تھا استراحت کی
 لاکھوں آدمیوں کے مقابلہ میں سورۃ برأت کی آیات غضب آمیز
 کے سنائے میں کچھ باک نہ فرمایا اپنی ذات کو وقف اسلام کر دیا
 نبی صلعم نے اپنی پارہ جگر اٹھکی نہ وحیت میں دی پس خوارج

یہ باتیں سن کر فوراً شیعوں کا مونہ نہ چنچوڑ کر یہ کہہ اٹھیں گے کہ جب آپ کے مقابلہ میں ہمارے چچا زاد بھائی اسی قسم کے فضائل خلفائے ثلاثہ بیان کرتے ہیں۔ تو آپ سب کو محمول بہ نفاق کر کے رد کر دیتے ہیں کہ ہم کیوں ماننے لگے ہمارے نزدیک ہی یہ ساری باتیں منافقت پر دلالت کرتے ہیں گویا آپ نے ایک دریدہ دہن گردہ کے مرہم تھریسے اپنے ناسور پر مالنے کا انداز چایا۔ سو یہ بخیر خوارج جب ہم سے پوچھیں گے منشاء جواب دیا جاوے گا۔ مگر چونکہ حقیقت الہیہ آپ بجانب خوارج سائل ہوتے ہیں۔ لہذا ان سے کہہ دیجئے کہ اسے ناحق ٹٹا سو اگر اور کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو قرآن پر حوالہ ہمارے نزدیک ہی مستقیم ہے۔ صحابہ کرام سے ایک عالم کمال نے بذریعہ کتاب مستطاب عقاب اللہ تعالیٰ جناب شاہ صاحب کے ان ایرادات کا جواب دیا ہے۔ جو کہ اب ہفتم میں آیات والہ خلافت و امامت حضرت رضوی پر کئے گئے ہیں ہمارے نزدیک تو عالم شیعہ کی تمام تر تحریریں جو کہ برداقوال شاہ صاحب کی گئی ہیں۔ بالائیں منسوخ ہے کہ ہم آج تک ان کا جواب نہیں دے سکے اور نہ آئندہ تا قیامت امید ہے کہ کوئی عالم سنی ان مطالب کا ابطال کر سکے۔ تم اگر کچھ جرات رکھتے ہو تو اس کتاب کا جواب لکھو عجب نہیں کہ تمہاری جہت سے شاہ صاحب کو بھی الزام کذب نویسی سے برأت ہو جائے۔ پس یہی قول فیصل ہے اگر خوارخ نے باطل مضامین مندرجہ کتاب موصوف ہم کو محجوج کر دیا تو بے شبہ بروئے قرآن ہم اثبات خلافت بافضل حضرت امیر سے مقابلہ خوارج کیا آپ کے سامنے ہی عاجز نہیں

اور اگر وہ بھی مثل علمائے سنیہ ساکت و صامت رہے تو پھر آپ ہی
انصاف فرمائیں گے کہ کس کو غلبہ ہے۔ سوائے ازیں رسالہ اشعار الشریعہ
نمبر (۴) جو کہ بابت ماہ دسمبر ۱۳۵۷ء کو بجا ابھی نئی شیعہ لکھنوی میں چھپا
ہے در باب حالات خوارج ملاحظہ طلب ہے۔ لیکن حکم انصاف اٹھا
خیال فرمالینا مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اختلاف دلائل و خصائص
حجت و برہان اُسی مسئلہ میں ہوتا ہے جہیں دو گروہ باہم مختلف ہوں
اور جو امور کہ اتفاق ہوئے ہیں اُن کے دلائل بھی متحد ہوا کرتے
ہیں۔ آپ پہلے کسی اہل علم سے ملاقات کر کے دریافت فرماتے کہ
قاعدہ سلف سے اس وقت تک صحیح مذاہب و اہل عقل میں جاری ہے
یا کیا مثلاً معرض کیا جاتا ہے کہ وجودِ صانع کے دلائل یا توحید کے
اولہ منکرین وجود و توحید حضرت باری کے مقابلہ میں جمیع محدثین
و معتقدین وجود رب العزت کے ایک ہی قسم کے ہونے علیٰ ہذا منہج
سلبہ کے اثبات کے دلائل میں جملہ مذاہب قائلین بہ نبوت کا اتحاد
کھام ہو گا گو کہ بعض مسائل غیر از نبوت میں وہ باہم دیگر اختلاف رکھتے
ہوں۔ بندہ پرورد دلائل متحدہ و متفقہ کو کسی خاص فرقہ کی دلیل کہتا
گو یا زبردستی حقوقِ بشر کہ میں اپنا قبضہ کر لینا ہے جسوقت کہ بجائیت
و طرفداری حضرت امیرِ آپ بنظر اسکات خوارج دلیل پیش کر سکے
ہم آپ سے بعدِ شتر اتفاق رائے کر کے باعلان کہہ دیں گے کہ گویہ
دلیل حضراتِ اہلسنت کی فکرِ عالی کا نتیجہ ہے۔ مگر موصوفہ اتحادِ عقیدت ہم ہی
نفسی کے شریک ہیں۔ آج پہلا دن ہے کہ یہ فقرہ ہی جدید و عجیب آپ کی
شہر میں سنا تھا کیا گیا کہ ہم گروہ شیعہ بمقابلہ کفار تمام و خوارج بدعنوان

بہ نبوت و وحدانیت و نبوت و ایمان حضرت امیر المومنینؑ جداگانہ
 و اتل پیدا کر دیں اس سے صاف ثابت ہے کہ پہلی تمام دلیل جو کہ
 مقدسین المہنت و شیعہ نے بہ نبوت و وحدانیت و نبوت و امامت
 بمقابلہ منکرین پیش کی ہیں وہ سب کی سب آپ کی ہیں اُن سے بہت
 بردار ہو کر ہم دیگر وجہ سے کفار و خوارج کا مقابلہ کریں معجزین
 خطا معاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تحقیقات حضور شاہ صاحب کے
 تحفہ سے ذوق قدم ہی آگے نہیں بڑھی کاش آپ صاحب علم و
 بصیرت ہوتے تو بعد ادا اب عرض کیا جاتا کہ چشم حقیقت میں گواہ
 فرما کر علامہ حلی علیہ الرحمہ کی کتاب الفین کو دیکھئے و ہر دلائل
 مسکت و اجواب سے امیر المومنین علیہ السلام کی امامت کو
 بمقابلہ منکرین ثابت فرما کر ارباب انکار و حسد کو اپنے کلام مجہم
 کی دیوار مستحکم سے ایسا روک دیا ہے کہ جیسے سکندر نے سند معروہ
 سے گروہ یا جوج و ماجوج کو۔ ہائے افسوس آپ نے غما و کلا
 کو ہی نہ دیکھا میں تھا کہہ سکتا ہوں اگر جناب اُسکو ملاحظہ فرما
 تو خوارج و کفار کی حمایت کا خواب میں بھی خیال نہ کرتے خیر کرتے
 مذکورہ کو دیکھ کر اُن سے استخراج و استنباط مطالب کرنا تو ہلکا
 و ایسا ب فہم کا کام ہے آپ کتاب مستطاب شمس سماء البرہان کے
 حصہ دوم ہی کو ملاحظہ فرما کر اپنے نوٹ کی لغویت پرندامت کثر
 ہو جئے جناب مولانا و مقتدا سہیل مشکین دینا المجتہدین امین
 مولوی محمد حسین صاحب لکھنوی ادا م اللہ اقبال نے اولہ نبوت
 و امامت و معاد کو زبان اردو میں بایں شہسکی و اراشکی بیان فرمایا ہے

اگر معاذ غدیر ہزار سال سنگ نما را پر سراسر تو ممکن نہیں کہ ایک
 دلیل سے ہی عہدہ برآ ہو سکے۔ اسکا اصل ہم آپ کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ
 وہ چھین جھپٹ کا زمانہ گزر گیا اب سکہ بنانا ہی نہیں انگریزی عملداری
 میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ ذرا گریبان میں سنہ ڈالتے
 آپ ہمارے گہر سے کیا بچہ نہیں سے چکے۔ خلافت کے ساتھ حضرت امیر
 کے القاب و خطاب تک ضبط کر کے حدیق و فاروق بنا دے گئے ہیں
 اس عہد پر امن و امان میں دن دن مارے نہ لو گئے۔ آمویہ و عباسیہ
 کی عملداری نہ سمجھتے ہم زمین و آسمان ایک کر دیں گے اور مشترک
 دلائل میں تنہا آپ کو قابض نہ ہونے دیں گے اگر آپ ہماری شرکت
 ناپسند فرماتے ہیں۔ بسم اللہ تقسیم کرالینچے دو قرعہ بنائے ایک قرعہ
 میں دو دھانچ و توحید و نبوت و امامت پر اپنے علمائے دلائل
 لکھتے اور دوسرے قرعہ پر ہمارے علمائے بعد تیار سی قرعجات ہم خطاب
 جانچ کرالیں گے۔ قرعوں کے معائنہ سے کثرت و قلت دلائل کا حال
 آپ پر واضح ہو جائیگا بعض فضلاء اہلسنت کا قول ہے کہ اگر
 محقق موسیٰ علیہ الرحمہ کتم عدم سے عالم شہود میں جلوہ گر نہ ہوتے
 تو اہل اسلام کفار کے مقابلہ میں یہ نبوت و وحدانیت و نبوت بالکل
 سیر انداختہ ہو چکے تھے بندہ پرور ہوش کیجئے اور کچھ سوچ
 سمجھ کر کاتے مشترک اعتقادات میں خاص دلائل کبھی نہیں ہو سکتیں
 کفار و مشرکین و ہرید و غیرہ کے مقابلہ میں کل اہل اسلام کے مسائل
 توحید و ابطال شرک و اثبات نبوت آنحضرت و دیگر انبیاء قدیم سے
 تعلق چلے آئے ہیں اسی طرح خوارج و نواصب کے بطلان عقیدت

میں بہ ثبوت ایمان و فضائل و مناقب حضرت مرتضوی و دیگر ائمہ
 علیہم السلام سنی و شیعہ و معتزلہ سب کے سب یکراۓ ہیں اور قرآن و
 حدیث و تاریخ و سیر اہل اسلام سے انکو مجوج کرتے ہیں۔ افسوس ہے
 کہ سوائے تحفہ و نمونہ عجائب قدرت خداوندی آپ نے آنکھ کھول
 کر دنیا میں کوئی کتاب نہیں دیکھی اگر قدما ستیہ کی کتابوں کا رد آپ
 ملاحظہ فرماتے۔ تو شاید ایسے بید ہڑک ہو کر قلم نہ اٹھاتے جناب پر
 واجب ہے کہ پہلے اپنی نوعیت مذہب قائم کیجئے اگر حضور سنی یا
 طہیت ہیں تو علمائے مولو قین سے دستخط کر اگر ایک تحریر یا سال فرما
 کہ عقلاً و نقلاً یہ طریقہ درست ہے کہ امور متفق علیہ میں یہی دلائل ہر
 فرقہ کے مختص ہونی چاہئیں اور اگر سرکار دولت مدار مائل بفرج
 ہیں پھر تو سنی و شیعہ دونوں بالاتفاق آپکی خدمت گزاری کو جو
 ہیں اور اگر خدا م دولت منکر وجود صانع و توحید و نبوت و امامت
 ہیں تو قائلین نبوت و وجود حضرت باری سب یکدل ہو کر افواج
 و لائل و براہین کے ہجوم وارڈ نام سے محار بہ بہرت پور کا سامان
 کر دکھائیں گے۔ غرض کہ آپ جو کچھ ہیں ایک طرفہ و نادیر و زگار
 ہیں۔ مگر اس کی صحت مطلوب ہے زیادہ بجز آرزوئے قدیبوی
 اور کیا عرض کیا جاوے اہل سنت کے معتبر راویاں اور سندی
 کتابوں سے حدیث غدیر کے متعلق مضامین ذیل پیش کر سکتے
 ہیں۔ بصورت عدم ثبوت مبلغ پچیس ہزار روپیہ نذرانہ دینے
 پر مع تبدیل مذہب آمادہ ہیں اور نیز دیگر وجوہ مذہبیت
 ہذا کو ہی علمائے مولو قین اہلسنت کی روایات سے اُسی شرط

پر ثابت کرنے کا وعدہ کرتے ہیں +

حالات متعلقہ حدیث غدیر

- (۱) درباب اعلان خلافت حضرت امیر صحابہ سے آنحضرت کا خوف کرنا
- (۲) ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں بمقام غدیر رشتائیاں کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا۔
- (۳) جناب امیرؑ کی ویدھدی پر گہات المؤمنین کا مبارکباد دینا۔
- (۴) بحکم قرآن آنحضرت کا تبلیغ مولا یت حضرت امیرؑ پر مامور ہونا۔
- (۵) صحابہ حاضرین مجمع غدیر حضرت عمرؓ کا جناب امیرؑ کو خلافت کی تہنیت دینا
- (۶) بعد اعلان خطبہ خلافت مرتضوی خدا کا تکمیل دین کی بشارت دیکر ۱۳ سے رضا مندی ظاہر کرنا
- (۷) بروز غدیر رشتائیاں غیبی الصلوٰۃ و السلام کا حضرت علیؑ کے سر پر عام باندھنا جو دستور دستار بندی کا علمائے بینک پلا آتا ہے
- (۸) مولے کے معنی اس مقام پر ضرور ہے موجب اقوال اہلسنت اوٹے بہ تعریف ہیں۔
- (۹) منکرین خطبہ غدیر پر حضرت کے سامنے عذاب آسمانی نازل ہونا۔
- (۱۰) غدیر میں شعر کا بطور مبارک باد قصائد پڑھنا۔
- (۱۱) بروقت شوریٰ عبدالرحمن وغیرہ ممبران کمیٹی کے روبرو حضرت امیرؑ کا حدیث غدیر کو دلیل لانا۔
- (۱۲) وقوع حدیث غدیر پر اصحاب پنجاب امیرؑ کا استشہاد فرمانا۔

(۱۳) حدیث غدیر کے چھپانے والوں پر ازراض صعب مشای بر صرح جفاکرم غدیر داغ وغیرہ کا لاحق ہونا۔

(۱۴) اپنے دیوان میں حضرت امیر علیہ السلام کا ایسے اشعار بڑھانا کہ جن پر استدلال بخلافت کیا گیا حدیث غدیر کے ذریعہ سے۔

ہر چند کہ معاملہ غدیر کے متعلق بہت باتیں ہیں حقیر نے ان سب کو ایک سالہ میں تفصیل عرض کیا ہے آپ براہ مہربانی ان چودہ بندوں پر نظر فرما کر انصاف فرمائے کہ حدیث موصوف کا جناب امیر کی خلافت سے کس حد تک تعلق ہے غالباً یہ باتیں آپ کو پہلے معلوم نہ ہوئی ایسی جیت سے آپ نے یہ ارقام فرمایا ہے کہ حضرات شیعہ بیان تو کریں کہ حضرت امیر نے کبھی استدلال بخلافت خود بذریعہ حدیث غدیر کیا ہے یا کہ کبھی اسکو پیش فرمایا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ بعد ملاحظہ رسالہ مرتبہ حقیر حالات غدیر پر مطلع ہو کر ضرور شیعہ ہو جائیں گے اگر قضا بطلان ہے بسم اللہ ہمارے رسالہ کو غلط کہہ کر پچھل ہزار روپیہ لیجئے ۛ

دیگر وجوہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے فلاح کا اقتدار اور مذہب اہل سنت کا دفاع ظاہر ہوتا ہے اور نیز حضرت امیر کے علوی مشان کا بھی کچھ بیان ہے۔

(۱) حضرت امیر کا سب سے پہلے بحالت طفولیت ایمان لانا اور آیہ السابقون الاولین سے ہی مراد ہونا۔

(۲) بروز جنگ خندق حضرت علی کی ایک ضرب کا تعین کی عبادت سے افضل ہونا جس میں عبادت شیخین ہی داخل ہے۔

- (۳) کل صحابہ سے باعتبارِ علم و زہد و اتقار و ورع و شجاعت و نجات و فصاحتِ کلام وغیرہ حضرت امیر کا اہم ہونا
- (۴) جمیع صحابہ میں سوائے جناب امیر کے اور کسی کو احکامِ الہی کی قیادت نہ ہونا اور بالخصوص جناب ابوبکر کو
- (۵) حضرت امیر کا خدا و رسول کے نزدیک محبوب ترین خلایق ہونا اور حضرت شیخین کا دوستانِ خدا میں داخل ہونا۔
- (۶) صدیق اکبر و فاروق اعظم کا خطاب پیشگاہِ ختمی مرتبت سے حضرت علیؑ کو ملنا اور جناب عمرؓ کو خطابِ فاروقِ منجانبِ یہود عنایت ہونا۔
- (۷) محبت و عداوت حضرت امیر سے مومن و منافق کا شناخت ہونا۔
- (۸) حضرت ابوبکر کا جناب سیدہ کے گواہوں کی گواہی کا معاملہ فدک میں قبول نہ کرنا
- (۹) دربابِ وراثت انبیا حضرت ابوبکر کا قرآن کے خلاف حدیث بنا کر سیدہ سے فدک کو ضبط کرنا
- (۱۰) جناب سیدہ کا ابوبکر سے غصہ ہو کر تاحیات کلام نہ کرنا۔
- (۱۱) جناب سیدہ کا ہنگامِ وفات ناراضگی سے وصیت کرنا کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نہ آئے
- (۱۲) ہنگامِ وفات خود خلیفہ اول کا سیدہ کے ساتھ سختی کرنے سے تائب ہونا
- (۱۳) بوقتِ بیتِ طبری خلیفہ ابوبکر کے سامنے حضرت علیؑ کا ایسی حجتِ شریعہ اپنی خلافت پر پیش کرنا کہ جسکو خلیفہ صاحب نے لاجواب سمجھ کر تسلیم کر لیا۔
- (۱۴) موجودگی حضرت امیر خلیفہ اول اپنی ذات کو لائقِ منفعتِ خلافت بنانے پر

۱۵) جب بیان جناب عمر حضرت ابو بکر کی خلافت ایک سادہ بھری ہوئی شہادت ہے
۱۶) حضرت عمر کا سیدہ کے گھر پر آئے اور کھڑیاں لیجانا اور تہایت مہیا کی سے یہ کہنا
کہ تمہارا گھر مع حسین کے پھونک دوں گا۔

۱۷) حضرت عمر کا جناب سیدہ کے شکم مبارک پر دروازہ کرنا جس سے محسن معصوم
شکم میں شہید ہو گئے۔

۱۸) حضرت عمر کا سیدہ کی سند فک کو چاک کرنا

۱۹) قتل امام حسین علیہ السلام کی نسبت یزید کا یہ بیان کرنا کہ میں نے اہل بیت پر ظلم
کرنے عمر کا اتباع کیا ہے

۲۰) حتی علی خیر العمل کا حلیفہ دوم کے حکم سے موقوف ہونا

۲۱) الصلوٰۃ خیر من النوم کا اپنی رائے سے جناب عمر کا اذان میں داخل کرنا

۲۲) حضرت عمر کا آنحضرت کی رسالت میں شک کرنا

۲۳) حضرت عمر کا رسول پاک کے ارشاد پر الزام ہدیان لگانا

۲۴) بندہ جو وہ مرتبہ حضرت عمر کی رائے کا مقبول درگاہ حضرت باری ہونا

اور رسالتِ مہتمم کی رائے کا جو کہ برخلاف رائے حضرت عمر تھی خدا کی جہا

سے رو ہونا۔

۲۵) حضرت عمر کو مع دیگر صحابہ ان کے ہم زبان کے آنحضرت کا بوقت نزاع

دوات و قلم اپنے پاس سے اٹھا دینا۔

۲۶) حضرت عمر کا اپنی ذات کو منافق سمجھنا

۲۷) حضرت عمر کو غارِ روق کا خطاب بنیانب یہود عطا ہونا

۲۸) حکمِ خدا و ارشادِ رسول پاک و عہدِ رآمد صحابہ متہ کا حلال ہونا اور حضرت عمر کا

اسکو اپنی رائے سے حرام کرنا۔

۱۲۹) تراویح کا بعد جناب عمر جاری ہونا اور خلیفہ صاحب کا اُس کو اپنی زبان سے بدعت کہنا۔

۱۳۰) جناب عمر کا آم کلثوم و خضر جناب امیر علیہ السلام سے عقد ہونا اور راویان اہل سنت کا غلطی سے اس واقعہ کو بیان کرنا

۱۳۱) بمصلحت خاص حضرت عمر کا بناوٹی طور سے دیوانہ بن کر وفات نبی سے انکار کرنا۔

۱۳۲) جہاد میں آنحضرت کو تنہا چھوڑ کر حضرت ابوبکر و عمر کا فرار کرنا اور وہ فرار حضرت امیرؓ کے نزدیک کفر ہونا۔

۱۳۳) شیخین کا حضرت کو بے عمل و کمین چھوڑ دینا اور انتظام خلافت و دفن نبی پر مقدم کرنا۔

۱۳۴) حضرت ابوبکر و عمر کا بقول جناب عمر حکم مسلم و بخاری شریف حضرت امیرؓ کے نزدیک جھوٹا بدعہد خیانت شمار ہونا۔

۱۳۵) بروئے احادیث مندرجہ بخاری و مسلم جناب ابوبکر و عمر کا منافق ہونا

۱۳۶) حضرت امیر علیہ السلام کا بمقتضا بلہ خلفا بموجب وصیت آنحضرت سکوت کرنا اور انکو خلیفہ ناحق جاننا۔

۱۳۷) حضرات شیخین و اثنائہم کا آنحضرت صلعم کے ارشاد و واجب العمل کی تمیل سے قریب وفات سترابی کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نعوذ ہونا

۱۳۸) احادیث فضائل خلفاء مذہب اہل سنت کا وضعی ہونا امویہ و عباسیہ کا روپیہ دے کر حدیثوں کا بحیث خلفاء ہونا۔

- ۱۳۹) اپنے اصحاب خاص کو آنحضرت کا حوادثِ آمیزہ کی خبر سے کریمہ ارشاد فرمانا کہ بعد ہمارے شیاطین و دشمنان خدا متصرف امور ملت ہونگے
- ۱۴۰) حضرت عثمان کا صحابہ جلیل کو مار کر مدینہ سے نکال دینا
- ۱۴۱) حضرت عثمان پر عائشہ کا لعنت کرنا اور لوگوں کو اس کے قتل پر برا نگیحیہ کرنا
- ۱۴۲) جناب عثمان کا لوگوں سے بجز قرآن و دیگر بھونک دینا
- ۱۴۳) جناب عثمان نے بخلاف فعلِ رسول و سنتِ شیخین حکمِ مردودِ خدا کو مدینہ میں بلا کر خدمت میں دخیل کیا۔
- ۱۴۴) جناب عثمان نے فدک کو تنہا مروان کی جاگیر میں داخل کر دیا۔
- ۱۴۵) بی بی عائشہ و حفصہ کا بحکمِ قرآن ناقص الایمان ہونا۔
- ۱۴۶) عائشہ و حفصہ کا کافرہ عورتوں سے بحکمِ قرآن مشابہ ہونا
- ۱۴۷) عائشہ و حفصہ کا بحکمِ قرآن راہِ راست سے گم ہو جانا
- ۱۴۸) سقۃ رسول میں امامِ حن علیہ السلام کے دفن سے حضرت عائشہ کا مانع ہونا۔
- ۱۴۹) بہ شراکتِ مروان عائشہ کا جنابِ امامِ حن علیہ السلام کے جنازے پر تیر بار اں کرنا۔
- ۱۵۰) حرامی کا حلالی سے اچھا ہونا
- ۱۵۱) عمر ابن العاص و وزیر معاویہ کا حرامی ہونا۔
- ۱۵۲) خالد ابن ولید کا ایک مومن کو قتل کر کے اس کے ذریعہ سے زنا کرنا
- ۱۵۳) اُمّیہ بن ابی سفیان کے طریقہ سے اہل سنت کے مذہب کا مخالف ہونا۔
- ۱۵۴) یزید کا مومن ہونا
- ۱۵۵) حضرت علی کا شراب پی کر نمازیں بہک جانا۔

(۵۶) رسول مقبول کا شراب پینا

(۵۷) ابو حنیفہ کا مرجع ہونا ملکہ شریعت پاک الٹ دینا

(۵۸) خواہر وادرس سے کپڑا لپیٹ کر مباشرت کرنا

(۵۹) تحفہ کے جواب کو دیکھ کر اہل سنت کا دم بخود ہو جانا اور جوابات مذکور کے

ابطال میں قلم نہ اٹھانا۔

(۶۰) شتی الکلام کے جوابوں کو معائنہ کر کے اہل سنت کا سکوت کرنا

(۶۱) آیات مبینات کے جوابوں کا جواب نہ دینا

(۶۲) ہدیۃ النبیۃ کے جواب کا باطل نہ کرنا

(۶۳) مولوی شیخ احمد صاحب تازہ شیعہ کی کتاب انوار الہدیٰ کا جواب نہ ہونا

اور ماہنامہ الہدے سے مؤلفہ مولوی جیاتر خان صاحب کا انوار الہدیٰ کے جواب

واقعی ہونا وغیرہ وغیرہ۔

سید سجاد حسین ولد سید محمد حسین ساکن موضع بہرہ سادو

ڈاک خانہ تہ ضلع مظفرنگر

~~~~~

## ضمیمہ سالہ سچاویہ

حقیقت نے یہ رسالہ جبکہ سچاویہ سے تئیمہ کیا ہے مولوی محمد قاسم صاحب کو مع ایک رقم نقد ادائی ہزار روپیہ دے کر اس دعا کی کہ اگر وہ توجہات مندرجہ رسالہ جو کہ بخاری بمسلم شریف سے کی گئی ہیں آپ سے حضرات شیخین کی پیشانی مبارک سے داغ نفاق اٹھا کر ان کا دینا سے یا ایمان جانا ثابت کر دیا تو میں زر موعود نذر کر کے مذہب اہل سنت اختیار کروں گا۔ چنانچہ فاضل اہل سنت نے اباب جواب عنایت فرمایا جو کہ سرسراہندہ و بے معنی ہے اگر میں اس کو طبع کر کے اہل ملک کے سامنے پیش کروں تو دنیا کا کوئی شخص یہ آسانی کیا بہ شکل ہی اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ بدیں وجہ اس کو چھوڑ کر نیا فعل روپیہ خرچ کرنا اور لوگوں کا ناقابل تجزیہ معاہدہ سے تصنیع وقت کرنا غیر مناسب سمجھا گیا۔ میرے ذمی عزت مخاطب نے ان دلائل سے جو کہ مثبت نفاق ثلثہ حقیقت نے درج رسالہ کی ہیں ایک کا بھی ابطال نہ کیا چند اعتراضات و اہمی جے سرو پاشل عقدا مکتوم و تئیمہ و غیرہ نو کیریز خامہ فرما کر بحیف کے حوالے کر کے اپنی قوم میں متہر کر دیا کہ میں نے دندان شکن اور شکست جواب دے دیا۔

مخاطب جلیل القدر نے نظم و نثر دونوں میں جواب عنایت فرمایا ہے۔ نثر چونکہ ایسا مہمل ہے کہ گویا مجذوبوں کی بڑے ممکن نہیں کہ کوئی سمجھ سکے۔ البتہ نظم میں کسی قدر سہولت و آسانی کو کام میں لایا گیا ہے اس میں سے چند شعر ہرینہ ماطرین کرتا ہولند اہل دانش خوبی نظم پر نظر فرما کر خود فیصلہ فرمائیں گے کہ جس کا نظم اس درجہ پر ہی اس کا نظم کیا کچھ نوز بھرا ہو گا۔ میرے رسالہ میں متوہ کی بحث نہیں بلکہ نفاق شیخین کو تفصیل دکھایا گیا ہے۔ لیکن مخاطب نے مجلات بحث سلسلہ متوہ پر گفتگو کرتے ہوئے نظم میں اپنے بطون کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے

دوسرے سے درجہ بھائی حسین  
اور چوتھے سے بنی کا سا ملا  
مرتبہ کوئی نہ جب اس سے ملے  
اکب بھلا اس سے ملے درجہ حسین  
غیر وغیرہ ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق کے فضائل بیان کرتے ہوئے اس طرح

ایک مرتبہ سے ملے درجہ حسین  
تیسرے سے درجہ شیر خدا  
کیوں محرم میں بھلا غلگین ہوئے  
کیوں بھلا پیٹ ہو سر کو روز و ریں  
وغیرہ وغیرہ ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق کے فضائل بیان کرتے ہوئے اس طرح

بال جو موجود تھا ان کے کہنے  
وہ موزن جو بلال پاک تھے  
اور رہے ہر حال میں یار بنی  
راز دار صاحب عشار بنی  
وغیرہ وغیرہ حضرت صدیق کی وفات اور دفن کی کیفیت اس طرح لکھتے ہیں

راہ نولاس دیا بو بکر نے  
اور کہنے آزاد اپنے مال سے  
ہر طرح سے تھے وہ غم خوار بنی  
مال و جاں سے تھے مددگار بنی  
وغیرہ وغیرہ حضرت صدیق کی وفات اور دفن کی کیفیت اس طرح لکھتے ہیں

حضرت شاہ بخوف سے آہ فرمایا یہ بات  
تم نے ان مائتوں سے کفایا رسول اللہ  
حکم کر ہو ورنہ تو دفن کرنا مجھے تم یا علی  
پھر علی مرتضیٰ نے اس جنازے کو اٹھا  
روضہ اقدس پہ لائے حیدر عالمیغاب  
یار رسول اللہ سے حاضر تھا ریا ر غار  
دوست کو اب دوست کے تم پاس لے آؤ مہمان  
قبر میں صدیق کو جب میں اتروانے لگا  
حضرت پیغمبر حق نے کمالا ایک مات  
دفن اپنے یار کو اس طرح سے یار و کیا

حضرت صدیق کا جدم ہوا وقت وفات  
یا علی تھے ہی نہلایا سے میرے شاہ کو  
روضہ اقدس پہ پہنچا پانچے تم یا علی  
آخر شجب چھپ گیا وہ چاند تہجہ احد  
عسل دیکر اپنے دست پاک سویا و شتاب  
یوں پکارے حیدر کرار شاہ نامدار  
روضہ اظہر سے یہ آواز آئی مومنوں  
اس طرح کرتے روایت ہیں علی شیر خدا  
اسطرح کی اس گھڑی وار دہوئی ایک بات  
یعنی اپنے دوست کو حضرت نے آکر لے لیا

حضرت صدیق کی ڈاڑھی پہ رکھا ہاتھ کو  
اے مے تارے غفارے مالک مرے  
آئی یہ آواز لے کیے نبی مجھے حبیب  
غم نہ کھا امت کا اپنی لے مجھے پیار نبی  
واسطہ صدیق کی ڈاڑھی کا تو دینا اگر  
ایک موقع پر قرآن کی سنت لکھتے ہیں کہ حضرت امیر نے اپنا جمع کیا موان قرآن جٹلئے  
نفر یا اس کی سنت شعبہ یہ عذر کرتے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ شہید آتہ  
جمع کر کے ہر سر کیسہ کیا  
بس ہوئے سکر نہ مانا اسکو جان  
جبکہ ثابت ہر طرح کتمان ہوا  
و غیرہ وغیرہ جبکہ حضرت مجیب کا جواب جو کہ نص ناقابل و دوران صواب تھا  
حقیر کے پاس پہنچا اور دستہ چولاہوں کی جماعت میں یہ عام شہرت ہوئی۔ کہ  
مولوی صاحب نے رسالہ تجاویہ کا جواب دے دیا اسوقت مخاطب باقیمر سے  
کہا گیا کہ صرف چند ورق سیاہ کر کے دے دینا کافی نہ سمجھا جائے گا بلکہ آپ کو  
لازم ہے کہ ایک جلسہ قائم کیجیے جس میں علمائے فریقین کے علاوہ دیگر مذاہب ہنود  
و نصاریٰ کے علمائے عربی داں بھی موجود ہوں تمام علماء ایک جگہ جا بیٹھ کریں  
کہ آیا آپ کی تحریر نے دلائل کفر و نفاق مندرجہ رسالہ حقیر کو بالکل مائل کر کے تلافی  
کا با ایمان دینا سے جانا ثابت کر دیا۔ فاضل مخاطب نے علمائے فریقین کے جمع  
ہونے اور جلسہ جانچنے قائم کرنے سے حتی الامکان بہت، پہلو ہتی کی اور طرح طرح  
عذرات پیش کئے۔ لیکن حقیر نے ہرگز نہ مانا برابر یہی اصرار کرتا رہا کہ اجماع علماء

ہو گا اور بروئے جالنج جو بات صحیح تجویز کی جائے گی اس پر فریقین کا پابند ہونا  
 لازم سمجھا جائے گا۔ فاضل مجیب پچاسے خود جانتے تھے کہ مجھ سے رسالہ سجادہ کے  
 ایک جملہ کا جواب نہیں دیا گیا۔ لہذا اُن کو حلیہ جالنج کے انعقاد سے سخت گریز تھی  
 اور حقیر کو قایم حلیہ پر بدیں وجہ اصرار اور استبداد تھا کہ جن دُھبے جولاہوں نامی  
 و صوبلی، بیللی، جنولی، کھڑے۔ قصائی وغیرہ گنوار لوگوں کی لفظ میں مولوی صاحب  
 کا اقتدار ہے اور اُنکے ہر اس الزام واپی کو جو کہ شیعہ پر مثل و ملی یا محارم و لواطت  
 وغیرہ کا وہ اپنی جماعت میں جھوم جھوم کر مایں کرتے ہیں۔ بقیم قلوب منظور کر کے سمجھ  
 لیتے ہیں کہ فی الواقع مذہب شیعہ ایسا ہی بدکیش ہے جیسا کہ مولوی صاحب فرماتے  
 ہیں۔ وہ عارت ہو جائے اور لوگ سمجھ لیں کہ یہ کوئی وقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ  
 بنیائت الہی ایسا ہی ہو جو لوگ کہ اُن کو عالم کامل جانتے تھے وہ ہی جاہل سمجھنے  
 لگے۔ ناظرین پر انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گا۔ الحاصل میں نے کوشش بلیغ کر کے  
 حلیہ جالنج کے شغل ایک معاہدہ مرتب کر اگر خباب مستطاب علی القاب مولوی رشید  
 صاحب گنگوہی کی خدمت میں جو کہ تمام ہندوستان کے علمائے اہل سنت میں سربرآورد  
 مانے گئے ہیں۔ بذریعہ فاضل مخاطب بھجوا دیا۔ منجملہ اور چند شرائط کے عہد نامہ  
 مذکور میں ایک اہم شرط یہ بھی تھی۔ سجاد حسین دینی حقیر پر لازم ہے کہ پانچ معتبرین  
 علمائے شیعہ سے دستخط کر کے اپنے رسالہ کو حلیہ جالنج میں پیش کرے اگر بروئے  
 جالنج وہ رسالہ ناقابل قرار پا کر بے اعتبار تجویز ہوا۔ تو سجاد حسین کے ساتھ وہ  
 علمائے شیعہ بھی مذہب اہل سنت اختیار کریں گے جو کہ اپنے دستخط کرنے سے اُسکے  
 سریدہ مصدق ہوں گے اگر علمائے شیعہ نے رسالے پر دستخط نہ کئے تو تنہا سجاد حسین  
 کو مذہب اہل سنت اختیار کرنا ہو گا۔ علی ہذا یہی شرط فریق مقابل کے لئے تھی کہ مولوی  
 محقق صاحب پر لازم ہے کہ پانچ معتبرین علمائے اہل سنت سے دستخط کر کے

رسالہ کو جانچ میں پیش کرے اگر میران جانچ کی رائے میں ان کا مرتبہ رسالہ  
مبطل رسالہ سجاد ویر نہ سمجھا گیا تو وہ عالم بھی مذہب شیعہ اختیار کریں گے جو کہ اپنے  
دعوت کر دیں گے اور اگر قبل از جانچ علمائے اہل سنت نے نہ دیکھا تو اس سے انکار کر دیا  
تو صرف محمد قاسم صاحب کو شیعہ ہونا پڑے گا چنانچہ جناب مولوی رشید احمد صاحب  
موصوف الصدور نے معاہدہ مذکور بالتمام پاس فرما کر مزین بذخیرہ خود کر دیا صرف  
اس دفعہ کو نکال ڈالا میں یہ علماء کے غیر مذہب کی شرکت بخیر کی گئی تھی۔

موصوف الصدور نے تحریر فرمایا کہ ہم اسلامی امور میں غیر مذہب والوں کی شرکت  
ناپسند کرتے ہیں بالآخر بعد از قیام و تکمیل معاہدہ بحیثیت نے صاحب کا کلمہ بہادر ضلع مظفر  
سے زبان عرض کر کے اجازت جملہ حاصل کی صاحب بہادر نے تقاضات حسین خان  
صاحب سبانی کی طرہ سے بخیر پور کو انتظام کئے تھے حکم دیا۔ ہم جنوری سنہ ۱۳۹۱ھ اعرابہ تمام  
بہادر سادات ضلع مذکور بالا حقیقہ خانہ پر اجارہ قرار پایا۔

تمام رود اولیہ من اولہ الی آخرہ رسالہ انتصار الشریعہ کھنڈ نمبر ۲ جلد ۱ ماہ نومبر  
سنہ ۱۳۹۱ھ میں درج ہے جس کو یکم وکاست حرف بہ حرف نقل کیا جاتا ہے۔

## نقل رود اولیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## چشم دید حالات مناظرہ بہرہ سادات

چونکہ میں بھی اس مناظرہ میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے اس باعث سے ہم اندر  
وقائع نگاہی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ تفصیلی حالات اس مناظرہ کے اپنے معزز  
ناظرین کو مطلع کریں اگرچہ انتصار الشریعہ کا یہ نمبر اب ماہ نومبر ہے اور یہ

واقعہ ابتدائے ماہ جوزی کا ہے اس لئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ ہم ان حالات کو ماہ جوزی کے نمبر میں لکھتے لیکن چونکہ ہم سے اکثر حضرات مستفسر ہیں اور یہ نمبر بھی ماہ فردری میں شائع ہوتا ہے اس لئے اسی کے صفحات میں ہمیں جگہ کھانا پڑی قبل اسکے کہ ہم جلسہ کی کارروائی لکھیں مناسب سمجھتی ہیں کہ ناظرین کو اس جلسہ کے انعقاد کی بنا سے آگاہ کر دیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب سنی المذہب ساکن سمجھلپڑہ ضلع مظفرنگر جو قوم پرزادوں سے ہیں انھوں نے کچھ دنوں مدرسہ دیوبند میں تحصیل علم کر کے اپنے قریب و جوار کے عوام شیعوں میں وہی تھکے کے مضامین بیان کرنا شروع کئے اور آخر کار نو بت یہ ہوئی کہ ایک جلسہ مقام سمجھلپڑہ میں جس میں زیادہ تر عوام اہل سنت جمع تھے کسی پنجابی شیعہ صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب بحث ہوئی جس میں مولوی صاحب نے کشف الغمہ سے وہی پرانی حدیث پیش کی جو ابن جوزی سنی مذہب کی کتاب مغفوة القفا میں مذکور ہے اور جس عبارت میں یہ روایت مذکور ہے اسے صاحب کشف الغمہ نے نقل فرمایا ہے اور اس روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی حلیفہ اول کو صدیق ظاہر کیا ہے چونکہ خود مولوی محمد قاسم صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو دیکھا بھی نہ تھا اس لئے اپنے ان علماء کی تحریروں پر جنھوں نے غفلت یا تغافل سے روایت مذکور کو روایات علماء اہل تشیع سے ظاہر کیا ہے اعتماد کر کے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ شیعہ کی روایت سے خلیفہ اول کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے نیز بیچ البلاغہ کا خطبہ سعد بلا د غلامی الخ کہ جس سے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے حلیفہ صاحب کی تعریف ثابت کرنا چاہی ہے حالانکہ اس میں معاملہ برعکس ہے، پیش کیا اگرچہ اس جلسہ میں عوام اہل سنت کی کثرت تھی اور بجا و باوڈ اے جاتے تھے لیکن جناب مولوی محمد

صاحب نے بلا خوف و ہراس مولوی محمد قاسم صاحب کو معقول جواب دے کر اور جلسہ برخواست ہوا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اس کے بعد یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ میں نے شیعوں کو قایل کر دیا اور جواب سے بالکل عاجز اور درماندہ ہو گئے ہیں۔ لیکن اس غیر واقع امر کی شہرت سے ممکن تھا کہ عوام میں غلط فہمی پیدا ہو اس لئے سید سجاد حسین صاحب ساکن پٹنہ سادات ضلع مظفر پور نے ازراہ حجت دینی مولوی محمد قاسم صاحب کو بذریعہ ایک رفقہ کے اصلی حالات جیسے مناظرہ کچھ کرتے ہیں کہ آپ ان واقعات کو غلط طور پر کیوں مشہور کرتے ہیں نیز اس رفقہ میں وہ حدیث صحیح مسلم لکھی جس سے امیر المومنین کے نزدیک حضرات نجین کا اہل اوصاف کو عدم انصاف ثابت ہوتا ہے جسے وہ حضرات اپنے کو متصف سمجھتے تھے یہ حدیث اس امر کے اظہار کے لئے لکھی تھی کہ جو وقت امیر المومنین علیہ السلام کے نزدیک موجب روایت صحیح مسلم نجین کا ایسے اوصاف سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ امیر المومنین کے پوتے (امام محمد باقر علیہ السلام) حضرت خلیفہ اول کو صدیق جانتے ہوں اس کے جواب میں مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک دو ورق کا رفقہ لکھا جس میں مناظرے کی بابت تو ایک حرف بھی نہ تحریر فرمایا۔ اس حدیث صحیح مسلم کے متعلق بزعم خود کچھ جواب رقم کیا کہ جبکہ وہیں سید سجاد حسین صاحب نے ایک مبسوط رسالہ تیار کر کے مولوی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہا لیکن مولوی صاحب نے اس کے لینے سے انکار کیا بالآخر جب ان کے ہم مذہب حضرات نے ان پر زور ڈالا تو پٹنہ خرابی ایک عرصہ کے بعد وہ رسالہ لیا اور انہیں حضرات کے اصرار و تاکید سے اس رسالہ کے بظاہر جواب میں اپنے بھی ایک سالہ تحریر فرمایا چونکہ یہ سلسلہ تحریر طویل پڑ گیا تھا اور خیال ہوتا تھا کہ آئندہ بھی ختم ہونگا اور نہ کوئی معقول نتیجہ ظاہر ہو سکے گا اس لئے فریقین



مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب، ہیں یا ہم یہ طے پایا کہ علماء فریقین کا ایک جلسہ مقام بیڑہ سادات منعقد کیا جائے جن میں سے پانچ پانچ علماء ممبران جائے تخت کئے جائیں اور ان کے سامنے تحریرات فریقین پیش کر کے یہ استدعا کی جائے کہ وہ منصفانہ طور پر یا ہم بحث کر کے یہ نتیجہ نکالیں کہ آیا مولوی محمد قاسم صاحب نے سید سجاد حسین صاحب کی تحریر کو درحقیقت من جمیع الوجوہ رد کر دیا ہے یا نہیں در صورت اولیٰ سجاد حسین کو مع علماء دیگر حاضرین جلسہ لازم ہوگا کہ تبدیل مذہب کر کے مذہب حضرات اہلسنت قبول کریں اور مولوی محمد قاسم کو زبرد جانہ ادا کریں اور در صورت ثانیہ پھر قاسم صاحب کو یہ سب باتیں لازم ہونگی فریقین میں بھی طے ہو گیا تھا کہ کچھ ہندو عیسائی جو عربی داں ہوں انہیں ان جائے مقرر ہوں لیکن دیگر حضرات اہلسنت کے نہ قبول کرنے سے یہ امر وقوع پذیر نہ ہو سکا، غرض کہ اس جلسہ کی کارروائی کے متعلق مشورت و پسندیدگی فریقین ایک دستور العمل مرتب ہوا اور پرو و فریق نے اسپر اپنے دستخط ثبت کئے اور ۲۶ جادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۰ھ تاریخ انعقاد جلسہ مقرر ہوئی۔

اب حالات جلسہ سنئے کہ تاریخ جلسہ سے دو تین دن پیشتر علمائے اہل تشیع مختلف مقامات سے تشریف لاکر بیڑہ سادات میں مقیم ہوئے کہ جہاں کے مومنین نے اپنا فخر سمجھ کر ان حضرات کی خاطر دلواضع یہ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اسی طرح علمائے حضرات اہلسنت قبل از تاریخ جلسہ تشریف لڑا ہو کر مقام کمرولی میں فروکش ہوئے کہ جو بیڑہ سادات سے میل ڈیڑھ میل فاصلہ پر ہے لیکن چونکہ وہاں کوئی ایسا مکان مہیا نہیں کیا گیا جس میں علمائے موصوفین یا سائنس مکمل ہو سکیں اس باعث بحر اللام جناب مولوی سید غلام حسین صاحب مترجم

قانون شیعہ) نے علمائے اہل سنت کے پاس دوستانہ طور پر پہلا بھیجا کہ ہمیں  
 تنہایت مسرت ہوگی اگر آپ حضرات اُسی مکان میں تشریف رکھیں جس میں علمائے  
 شیعہ مقیم ہیں (اس لئے کہ اس مکان میں گنجائش بخوبی تھی) یا اُسی کے مثل دوسرے مکان  
 نمائی کرادیا جائے اور اگر یہ منظور نہ ہو تو لکھنؤ کی ہی میں کوئی ایسا مکان ڈال کر دیں  
 جس میں آپ حضرات بفرخ تمام رہ سکیں اور جو کچھ ماہر سے وہ مثل علمائے شیعہ کے  
 آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوگا۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنے علماء کو  
 ان میں سے ایک امر کو بھی قبول نہ کرنے دیا اور ہمیں یہ سن کر نہایت افسوس ہوا کہ  
 حضرات علماء کو بسبب خرابی مکان و نیز طعام کی سخت اذیت ہوئی یہ امر بھی  
 قابل ذکر ہے کہ جو دستور العمل اس جلسے کے لئے بنایا گیا تھا اس میں ایک بھی  
 دفعہ تھی کہ فریقین کو لازم ہوگا کہ جلسہ سے پیشتر باہم اُن کتب کی توثیق کر لیں  
 جو جلسہ میں اپنے اپنے مطالب کی تائید میں پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ بروقت  
 مناظرہ و جانچ تو بین و تصنیف کتب کی بحث نہ پیش ہوئی بنا بریں سبب  
 سجاد حسین صاحب نے ایک فہرست کتب حضرات اہلسنت کی کئی ہفتے پیشتر تیار کر کے  
 کو دیدی تھی لیکن انھوں نے نہ کوئی جواب دیا نہ کتب اہل تشیعہ کی کوئی فہرست  
 پیش کی ماں تاریخ جلسہ سے ایک روز پیشتر علمائے اہل سنت نے سجاد حسین  
 صاحب کو طلب کر کے وہ فہرست پیش کی جو سید صاحب نے مولوی محمد قاسم  
 صاحب کو دی تھی اور دریافت کیا کہ اس فہرست سے آپ کا کیا مقصد ہے  
 سید صاحب نے اصل حقیقت بیان کی جس پر حضرات علماء نے بعض کتب کی نسبت  
 پوچھا کہ یہ کس امر کے ثبوت کے لئے پیش ہوئے سید صاحب نے کہا کہ یہ امر تو آپ کو  
 بروقت جلسہ معلوم ہو جائے گا اس وقت میں نہیں بتا سکتا پھر حضرات علمائے سید  
 صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے یہاں کی کتب صحاح کون کون ہیں جواب دیا

کہ ہمارے یہاں کی کتب کی اصطلاح ہی نہیں ہے اور مجھے عمر بھر میں یہ پہلا  
 موقع اس امر کے سننے کا ملا ہے کہ متبع مذہب میں بھی کتب صحاح ہیں  
 نیز یہ بھی کہ اس کے اگرچہ مناسب تو یہ تھا کہ جس طرح ہماری طرف سے پیشتر سے  
 بہرست کتب داخل کرو گئی تھی تاکہ باطنیان تمام آپ حضرات انکی حالات سے  
 واقفیت حاصل کر کے توثیق یا تضعیف فرما سکیں اسی طرح ہمارے یہاں کی جو  
 کتب عندالبرہن پیش کرنا منظور تھیں ان کی بہرست قبل سے دیدی جاتی تھیں ہم  
 اس وقت بھی اجازت دیتے ہیں کہ آپ کو جن کتب کی توثیق کرانا ہو ان کے  
 ساتھ لکھ دیجئے کہ ہم اپنے علماء موجودین سے توثیق یا تضعیف کرا دیں تاکہ بروقت  
 پہنچانے ان چیزوں کی سیاحت میں تعین اوقات نہ ہو۔ ان حضرات اہلسنت کی طرف سے  
 شروع ہونے والی جلسہ کسی ایک کتاب کا نام بھی نہ ظاہر کیا گیا۔ ۲۶ جمادی الثانیہ  
 ۱۲۸۳ھ جلوسہ (چونکہ روز جمعہ واقع ہوا تھا اس باعث کہ اس وقت سے حضرات علماء  
 اہل سنت نے علمائے اہل تشیع سے کہلا بھیجا کہ آج عیدہ اس وقت سے شروع  
 ہونا چاہئے جبکہ ہم نماز جمعہ وغیرہ سے فارغ ہویں جسکو خوشی منظور کیا گیا  
 بعد زوال وقت موعود پر میر سجاد حسین صاحب مع بعض دیگر سادات کے حضرت  
 علمائے اہل تشیع کے استقبال کے لئے گئے حضرات علماء مع ایک کثیر اپنے ہم مذہب  
 جماعت کے جائے ورود سے باہر تشریف لائے کہ مقام مشاہدہ سے متور نہ رہے بلکہ  
 یہ متوقف ہوئے اور میر سجاد حسین صاحب کے کجا کہ جلسہ اسی ایسے کسانوں مقام  
 پر ہونا چاہئے جہاں ہمارے ساتھ کے سب لوگ نہ یک ہو سکیں۔ جواب دیا  
 کہ اول تو یہ امر دستور العمل کے خلاف ہی اس لئے کہ اس میں یہ مندرج جو کلام  
 علمائے اہل تشیع پچاس پچاس شخصوں فریقین سے کہ جو صاحب سواد و معزز  
 ہونگے شرکاء ہو سکیں دوسرے یہ کہ ایک علمی جلسہ ہے اس میں عوام الناس

کو شریک ہونے سے کیا لطف حاصل ہو سکے گا بلکہ ممکن ہو کہ ان لوگوں کی جہالت کے سبب کوئی برہمی جلسہ میں پیدا ہو لہذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات اپنے ہمراہیوں سے صرف پچاس اشخاص منتخب کر لیں جیسا کہ ہمارے علماء نے کیا ہے حضرات اطمینان فرمیں اس امر کو قبول کر کے چہر اپنے قول پر ہمارا کیا جس کے جواب میں آخر کو یہ صواب ہے لہذا کہ اگر آپ کو نیچے اور خیال ہماری طرف سے ہے تو ہم اپنی طرف کے پچاس اشخاص ہی جلسہ میں شامل نہ کریں گے بلکہ ہماری طرف کے صرف علماء جلسہ میں آئیں گے اور آپ حضرات مع پچاس اشخاص کے تشریف نہیں لیکن حضرات علمائے اسے بھی منظور نہ کیا اور کہا کہ اگر آپ ساتھ کے تمام لوگ شریک ہونگے تو ہم بھی نہ شریک ہونگے۔ اسی اثنا میں مفتی نظار حسین خان صاحب سب انسپکٹر بھی بغرض حفظ و انتظام کے آگئے تھے اور وہ بھی حضرات علماء کو سمجھاتے رہے کہ عوام کا ایسے جلسے میں شریک کرنا خلاف صحت ہے مکن علماء اپنے ہی قول پر چلے رہے اور یاد آخر قریب بغروب آفتاب اپنے محل درود کو تشریف لے گئے۔

انچھ اس واقعہ سے عوام اہل تشیع کو بہت خوشی ہوئی تھا لہذا اس جہت سے کہ دستور اہل کی ایک وفد میں انصراحت تمام یہ سندرج تھا کہ جو فریق تاریخ معین پر اپنے علماء کو شریک نہ کر سکے گا وہ مغلوب سمجھا جائیگا لیکن ہمیں اس جزوی غلبہ سے کچھ اغماط نہ تھا بلکہ تا مسافت ہوتا تھا کہ جس عرض کے لئے اتنی زحمت گوارا کہہ کے آئے ہیں وہ فوت ہوتی ہے حضرات اہل سنت نے اپنے محل درود پر پہنچ کر خود اپنی رائے پر عزم و تامل کیا کچھ اپنے ہم مذہب اشخاص کی افہام و تفہیم سے ایسا اثر ہوا کہ اپنی پیشتر کی رائے واپس لی اور بعد نماز مغرب میدان سجاد حسین صاحب کو بلا کر درشاہ فرمایا کہ اگر کل جلسہ کیا جائے تو ہم صرف پچاس اشخاص کے

ہمراہ حسب اقتضائے دستور اہل شریک جلسہ ہوں گے لیکن آپ نہیں ایک  
 رفقہ متضمن ہماری طلب کا شرکت جلسہ کے لئے کھدیجئے اگرچہ ایک شیعہ صاحب  
 اس رفقہ کی مجیز سے مانع ہوئے اور اسے خلاف مصلحت کہا لیکن سید صاحب نے  
 حضرات علماء کے اصرار سے انکار کا موقع نہ دیکھا اور نیک نیتی سے حسب فرمایش  
 حضرات علماء رفقہ کھدیبا اور واپس آئے اب ۲۷ جمادی الثانیہ روز شنبہ کو پھر  
 علی الصباح جلسہ کا سامان کیا گیا علمائے اہل تشیع جس مکان میں فروکش تھے اس سے  
 پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر ایک سرراہ مکان تھا جس کے بیرونی حصہ کے والان  
 میں فرش کیا گیا تھا اور سامنے والان کے جزمین تھی اس پر منیگر الضب تھا  
 گردقعات گھڑی تھی اہل کاران پولیس اپنی ڈبلوٹی دفن مضبی اس سرگرم تھی  
 ۸ بجے صبح کے حضرات علمائے اہل سنت مع پچاس دیگر اشخاص کے تشریف لائے  
 جبکہ کچھ فاصلہ سے سید سجاد حسین صاحب مع بعض دیگر اہل تشیع کے استقبال کیا  
 اور با احترام .... جلسہ میں لا کر بٹھا با بعدہ علمائے اہل تشیع اپنے محل ورود سے  
 اٹھ کر مقام جلسہ میں تشریف لائے اور علمائے اہل سنت کے محاذات میں ٹھکن ہوئے  
 اسی اثنا میں حاضرین جلسہ کے اسماء کی فہرست بھی لکھی گئی حضرات اہل سنت پچاس  
 اشخاص تھے اور اہل تشیع مع علماء کے پیش کے قریب تھے پولیس کی طرف سے یہ انتظام  
 کیا گیا تھا کہ جو اشخاص شریک جلسہ ہوں بعد کارروائی شروع ہو جانے کے ان کی  
 آمدورفت موقوف ہو جائے چنانچہ مولوی محمد قاسم کے ساتھیوں میں سے جو کئی  
 گاؤں کے پٹواری ہیں چونکہ گھڑی گھڑی جلسہ سے اٹھ کر ہر کارروائی کی ان  
 اشخاص کو جبر کرنے جاتے تھے جو بیرون جلسہ کسی خاص مقام پر مجتمع تھے اس لئے  
 اہل پولیس نے ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا۔ تمام حاضرین جلسہ کی ہم فہرست ہیں  
 نئے سکتے بلکہ صرف علمائے فریقین سے جن کے اسماء معلوم ہو سکے لکھے ہیں۔

## علمائے اہل تشیع

جناب مولوی سید غلام حسین صاحب ترجم  
قانون شیخ - جناب حکیم سید علی انور صاحب  
موتلف ذوالفقار حیدر و کنز مکتوم وغیرہ  
جناب مولوی شیخ فدا حسین صاحب پرنسپل  
مدرسہ عالیہ اسلامیہ کھنؤ جناب مولوی بن بھارت  
صاحب جناب مولوی محمد حسن صاحب جناب مولوی  
محمد حسین صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب  
جناب مولوی غلام حسین صاحب سہا پور  
جناب مولوی محمد حسن صاحب نوگانی  
جناب مولوی محمد حسین صاحب نوگانی

## حضرات علمائے اہلسنت

جناب مولوی حاجی احمد علی صاحب مدرس  
مدرسہ سہا پور جناب مولوی محمود حسن صاحب  
مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی مفتی  
صاحب مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی  
محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ دیوبند  
جناب مولوی احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ  
ضلع مراد آباد جناب مولوی ملا مراد صاحب  
جناب مولوی غلام رسول صاحب پنجابی  
جناب مولوی عبد الحمید صاحب ممبئی جناب  
ابو الحسن مولوی عبد الہی صاحب کھنؤ شیخی محل

بعد تقسیم پان آغاز جلسہ اس طرح ہوا کہ اولاً جناب مولوی غلام حسین صاحب ترجم  
قانون شیخ نے افتتاح جلسہ کے متعلق ایک تقریر کرنا چاہی لیکن قبل کلام شروع  
کرنے کے افسر پولیس نے با د ب عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل از آغاز جلسہ  
اپنے فرض منصبی کو ادا کروں لہذا آپ ابھی توقف فرمایں بعد پولیس افسر نے  
سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم صاحبان سے کہا کہ قبل از آغاز جلسہ آپ دونوں  
حضرات کہ جو بانی جلسہ شمار کئے جاتے ہیں ہمارا اطمینان کرو دیں کہ اس جلسہ میں  
عند اجتماعت کسی قسم کا مذاکرہ و فساد نہ ہوگا سید سجاد حسین صاحب یہ سنکر اکتاہٹ  
ہوئے اور علمائے اہل تشیع و دیگر شیعہ حضرات سے مخاطب ہو کر نہایت مودبانہ  
جہشیت سے دست بستہ ہو کر کہا ”یہ جلسہ حسن اتفاق سے بہ نیک نیتی بغرض  
احقاق حق منعقد ہوا ہے اور حضرات علمائے فریقین نے ایک نئی کام سمجھ کر

اس میں تشریف آوری کی رحمت گوارا فرمائی ہے لہذا میں اپنے حضرات علماء سے خصوصاً اور دیگر متبعہ حاضرین سے عموماً دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات اگر اس جلسہ کا انعقاد چاہتے ہیں تو آپ کو اس امر پر آمادہ ہو جانا چاہئے کہ علماء یا دیگر حضرات اہل سنت کی طرف سے عند البحث کوئی کلمہ خلاف شان یا دشمن بھی کہا جائے تو آپ حضرات اس سے درگزر فرمائیں اور صرف اپنے اس مقصد کی سرانجام دہی پر نظر رکھیں جس کے لئے معویات سفر اختیار کر کے تشریف لائے ہیں اگر آپ حضرات اس امر پر صدق دل سے آمادہ ہوں تو ارشاد فرمائیں تاکہ افسر لوپس کو ہماری جماعت سے پورا اطمینان ہو جائے۔

بعد ختم تقریر حضرات علماء و دیگر اہل تشیع شرکاء جلسہ نے جب استاد سید سجادین صاحب الفاظ اطمینان بخش ارشاد فرمائے بعد ازاں مولوی محمد قاسم صاحب اپنے معمولی اہم اور الفاظ میں علماء و دیگر حضرات اہل سنت سے مخاطب ہو کر تقریر سید سجادین صاحب کا اعادہ کیا اور حضرات اہل سنت نے بھی مثل اہل تشیع کے الفاظ ارشاد فرمائے اس کارروائی سے افسر لوپس کو بظاہر اطمینان ہو گیا بعد اس کے مولوی منفعت علی صاحب نے ایستادہ ہو کر ہر دو فریق سے خطاب کر کے ایک تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا

”یہ جلسہ بہ نیک نیتی و صفائے قلب محض بغرض احتقاق حق برپا ہوا ہے لہذا جملہ حاضرین جلسہ سے اتماس ہے کہ جس قدر تقریر ہو وہ سب مہذب ہو اور حضرات اکابر دین کے اسما و گرامی تکریم زبان پر آئیں اور پھر فریقین (مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجادین صاحب) کے تعلق لفظی اغلاط پر بحث و تعرض نہ کیا جائے اصل مطالب پر نظر رہے۔

اس کے بعد مولوی غلام حسین صاحب مترجم قانون شیخ نے ایک تقریر فرمائی

جس کا نشاء اظہار اتفاق و اتحاد باہمی تھا بعد ازاں جناب مولوی خلیل احمد صاحب  
 نے ایک تقریر کی جس میں قریب قریب انہیں مضامین کا اعادہ کیا گیا تھا جو ان کے  
 قبل مولوی منفعت علی صاحب نے بیان فرمائے تھے اور اس امر پر زیادہ زور  
 دیا کہ کوئی لفظ یا مضمون طرفین سے سخت نہ استعمال کیا جائے اس کے بعد سید  
 سجاد حسین صاحب نے شرکاء جلسہ کو ایسا وہ ہو کر وہ دستور العمل سنایا جو جلسہ کی کارروائی  
 کے لئے فریقین نے مرتب کیا تھا اور جو دستخطی مولوی محمد قاسم صاحب تھا تاکہ  
 یہ پابندی اس کے شرائط و وفات کے کارروائی شروع ہو سکے سجاد حسین صاحب  
 کے متصل مولوی محمد قاسم صاحب بھی کھڑے تھے اور جو نقل دستور العمل کی دستخطی میر  
 سجاد حسین صاحب اُنکے پاس تھی اُسے مقابلہ کے لئے ماتھے میں لئے تھے بعض حضرات  
 کے متعلق حضرات علمائے سنت نے کچھ استفسار فرمایا اور علمائے اہل تشیع نے ان  
 کے مطالب و مفہومات بیان کر دئے اسکے بعد جو گفتگو باہمین علماء فریقین واقع  
 ہوئی اُسے تبیین اسماء کھنڈا کچھ ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ صرف علمائے اہل سنت  
 و علماء فریقین لکھا جاتا ہے ہاں یہ ظاہر کر دینا چاہئے کہ جو کچھ مباحثہ ہوا  
 اسیں علمائے اہل تشیع کی طرف سے زیادہ تر جناب مولوی حکیم سید علی احمد صاحب  
 و جناب مولوی سید زین العابدین صاحب نے تقریر کی اور علمائے حضرات اہل سنت  
 کی طرف سے زیادہ تر جناب مولوی احمد علی صاحب و جناب مولوی منفعت علی  
 صاحب و جناب مولوی خلیل احمد صاحب و جناب مولوی احمد حسن صاحب نے  
 رد و بدل فرمایا تھا الغرض بعد دستور العمل پڑھے جانے کے حضرات علمائے  
 اہل سنت کی طرف سے دریا فت کیا گیا کہ اگر اس عہد نامہ میں کوئی دفعہ سید  
 سجاد حسین صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی ناجزبہ کاری یا جہالت سے ایسی  
 مندرج ہو گئی ہو جو غیر قابل قبول و مکمل ہو تو اُنکے اخراج کے بارے میں آپ



کیا کہتے ہیں۔

علمائے اہل تشیع کی طرف سے جواب ہوا کہ یہ عہد نامہ چونکہ مکمل ہو چکا ہے اب اس میں کسی قسم کی بحث کرنا مناسب نہیں علاوہ ازاں اسکی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جیسا کہ آپ ارشاد کرتے ہیں بلکہ یہ عہد نامہ ملاحظہ کردہ و مقبولہ جناب مولوی رشید احمد صاحب لنگوہوی ہے کہ جنہیں آپ حضرات اس زمانہ میں مکمل و مضمحل سمجھتے ہیں۔

بعد اس کے سید سجاد حسین صاحب نے منشاء عہد نامہ ایک محضرتیار کیا جس کی عبارت یہ تھی۔

”پہ پابندی دستور اعلیٰ اپنے علمائے شیعہ و دیگر شرکاء جلسہ سے تصدیق کر اکر یہ کاغذ پیش کیا جاتا ہے سید سجاد حسین بقلم خود

اقرار علمائے شیعہ مع دیگر شرکاء جلسہ

اگر سید سجاد حسین صاحب کی تحریر بروقت جانچ ایسی ثابت ہو جائے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے رد جواب ابواب نے اسکو جمیع الوجوہ باطل کر دیا ہے تو ہم لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ اپنا مذہب تبدیل کر کے سنی ہو جائیں گے۔ دستخط علمائے شیعہ دستخط دیگر شرکاء جلسہ

جب سید سجاد حسین صاحب نے اس اقرار نامے کو مکمل کر اکر پیش کرنا چاہا تو حضرات علمائے اہلسنت نے علمائے اہل تشیع سے مخاطب ہو کر نہایت منکرانہ طور پر کہا کہ ”اول تو ہم نے تحریرات باہمی مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب کو اس وقت تک نہیں دیکھا ہے تاہنا الصاف و اتجا و اس امر کا متقنی نہیں ہے کہ محض مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کے غلط ثابت ہونے سے ہم لوگ بھی تبدیل مذہب پر مجبور کئے جائیں اسطرح ہم آپ حضرات سے بھی یہ نہیں چاہتے کہ

آپ تحریر سجاد حسین کے غلط و باطل ثابت ہونے پر تبدیل مذہب پر آمادہ ہوں  
 علمائے شیعہ کی طرف سے جواب ہوا کہ آپ حضرات کو تحریرات کا ملاحظہ کرنا مولوی  
 محمد قاسم صاحب کا فرض تھا اور آپ کو بھی لازم تھا کہ بغیر واقفیت حالات نماظرہ  
 و بغیر ملاحظہ کرنے تحریرات فریقین کے اس جلسہ میں نہ شریک ہوتے اور چونکہ مولوی  
 محمد قاسم و سید سجاد حسین صاحبان کی تحریریں ایک ایسے مسئلہ اختلافی کے متعلق ہیں جو  
 اصل الاصول اختلاف اہل سنت و شیعہ ہے (یعنی خلافت) پس ضرور و درصورت  
 ثبوت صحت تحریر احد الفریقین اسکا مذہب اختیار کرنا عین انصاف و حق ثروابی  
 ہے لہذا ہم لوگ مع اپنے دیگر ہم مذہب شرکائے جلسہ کے بطیب خاطر و صدق  
 دل آمادہ ہیں کہ اگر ہم پر یہ ثابت کر دیا گیا کہ تحریر سجاد حسین کو مولوی محمد  
 قاسم کی تحریر نے من جمیع الوجوہ درحقیقت باطل کر دیا ہے تو ہم اسی وقت  
 سے اپنے مذہب کو ترک کر کے آپ کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے اور درصورت  
 اس کے برعکس نتیجہ ظاہر ہونے کے آپ حضرات کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے اور  
 یہی منشاء جلسہ ہذا و معاہدہ مسلمہ فریقین ہے نیز کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ  
 ہم تو سید سجاد حسین صاحب کی تحریر کے اعتقاد پر کہ جنہیں آپ بھی جانتے ہیں کہ  
 کوئی ذی علم شخص نہیں ہیں تبدیل مذہب پر آمادہ ہیں مکن آپ مولوی محمد قاسم  
 صاحب کی تحریر پر اٹھا دہنیں کرتے کہ جو صاحب لیاقت کہے جلتے ہیں اسکا ہمیں  
 یہ بیان کر دینا ضرور ہے کہ معاہدہ فریقین (سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم  
 صاحب) میں ایک یہ بھی دفعہ تھی کہ اگر کسی فریق کے علماء نے بروقت مباحثہ  
 بغرض اپنے ہم مذہب (سید سجاد حسین یا مولوی محمد قاسم صاحب) کی تحریر  
 باطل ثابت ہونے کی تبدیل مذہب کی وعدہ کرنے سے انکار کیا تو وہ فریق مغلوب  
 سمجھا جائے گا۔

پس ناظرین خود نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بموجب اس دفعہ کے غلبہ کس جانب آیا اور حضرات علماء اہل سنت کے تبدیل مذہب کے نہ وعدہ کرنے نے مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کی کیسی وقعت ظاہر کر دی اگرچہ بعد کو حضرات علماء بہت کچھ میں وصال کئے مکن اُن تفرقہ کو دیکھ کر جو بعد کو اُن حضرات نے محض اپنی بات رکھنے کے لئے فرمائی خود اہل فہم نتیجہ نکال لینگے۔

الغرض حضرات اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ اگر بالفرض ہم نے بوجہ یا بندی عہد نامہ تبدیل مذہب فریق غالب کر لیا تو اسی عہد نامہ کی دفعہ ۱۰ کی تعمیل پھر کیونکر ہو سکے گی کہ جس میں یہ مذہب ہے کہ بعد اظہار نتیجہ جانچ دیگر مسائل میں بحث ہوگی جبکہ بعد ظہور نتیجہ جانچ ایک فریق دوسرے کا مذہب اختیار کرے گا تو پھر مسئلہ اختلافی کون باقی رہے گا۔ لہذا تبدیل مذہب کی دفعہ کو جو کہ دفعہ ۱۰ سے متناقض ہے اس دستور اہل سے خارج کر دینا چاہئے۔

علمائے اہل تشیع کی جانب سے جواب ہوا کہ اُن دونوں دفعات میں کچھ تعارض نہیں ہے چونکہ یہ پُر ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو دفعہ ۱۰ کے جمیع اصول سے مکمل ہی واقف نہیں ہوتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اُس کے واپس اُس مذہب کے اصول کے حقائق و وقایق و وثایب منقش ہوتی ہیں اسلئے یہ دفعہ ۱۰ رکھی گئی ہے تاکہ جب ایک فریق دوسرے کا مذہب اختیار کرے تو مناسب یہ ہے کہ مذہب جدید کے جمیع اصول و اختلافی مسائل کو بحث و تحقیق کر کے سمجھ لے تاکہ مکمل الایمان ہو جائے اور اسی لئے اُس دفعہ کی پابندی لازم نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ علمائے فریقین کو اختیار ہوگا کہ بعد اظہار نتیجہ جانچ اگر مناسب سمجھیں تو دیگر مسائل اختلافی میں بحث کریں۔ اس آئینہ میں حضرات اہل سنت سے ایک پنجابی مولوی صاحب اپنی جماعت

سے اٹھ کر جو تاپہن جلسہ سے باہر جا کھڑے ہوئے اور کھڑکی کو دھونو فریق کو مخاطب کر کے ایک خارج از بحث تقریر کرنا شروع کی جس میں سنی و شیعہ حاضرین جلسہ کو بہت کچھ الفاظ نرم و گرم کہے اور کہا کہ صاحبونہ میں سینوں کا طرفدار نہ شیعوں کا بلکہ مجھے دونوں کی حالت پر افسوس ہو رہا ہے اسے اسے بہا میو یہ کیا لغو بحثوں میں پڑے ہو جاؤ اپنے اپنے کام لگو اسلام کی حمایت کرو۔

مولوی صاحب اپنا ہر بہت جوش میں بھرے ہوئے تھے اور بڑا طولانی پکڑ دیتے معلوم ہوتے تھے مگر حضرات علمائے اہلسنت نے انہیں منع کیا جس کے بعد پھر وہ اپنے علماء کی جماعت میں جا کر شامل ہو گئے اور انکی تائید فرمانے لگے بعد ازاں علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم چاہتے ہیں کہ بحث اس منہج سے ہو کہ سید سجاد حسین کی تحریر کا ہم خود جواب دیں مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ ہمیں کمال خوشنودی منظور ہے مگر چونکہ اس وقت کا جلسہ بغرض جانچ تحریر سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم صاحب منعقد ہوا ہے لہذا اولاً آپ یہ لکھ دیں کہ تحریر مولوی محمد قاسم غلط و نامعتبر ہے اسکے بعد پھر جس طرح آپ فرمائیں گے اس عنوان سے ہم بحث کرنے کو موجود ہیں علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اگر یہ نہیں منظور ہے تو مناسب یہ ہے کہ پہلے ہمارے آپ کے جو اصول مذہب ہیں ان میں گفتگو اور بحث کی جائے رازاں بعد فریقین کی تحریر کی جانچ ہو

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جس معاہدے کی تیار یہ جلسہ منعقد ہوا ہے وہ اس امر پر مبنی ہے کہ پہلے تحریرات فریقین کی جانچ کی جائے لہذا پہلے کام ختم کر دیجئے اس کے بعد جب تک آپ کا دل چاہے مستحق خواہ منقولی

جو منظور ہو بحث فرمائے اور جس زمانہ تک یہ بحث ختم نہ ہوگی ہم لوگ یہیں مقیم رہیں گے۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم نے بحیرہ مولوی محمد قاسم صاحب کو نہیں دیکھا ہے بغیر دیکھے ہم کیونکر اسے غلط کھدیں۔

علمائے شیعہ نے کہا کہ اول تو آپ حضرات کو اس جلسہ میں بغیر اس بحیرہ کے ملاحظہ کرنے کے تشریف نہ لانا چاہئے تھا اس لئے کہ یہ جلسہ تو اسی بحیرہ کی جانچ کے لئے منعقد ہوا ہے دوسرے ہم آپ کو مہلت دیتے ہیں کہ اس وقت یا یہاں سے واپس تشریف لے جائیں بجاے خود باطنیان تمام مولوی محمد قاسم صاحب کی بحیرہ کو ملاحظہ فرمائے اسکے بعد اگر آپ اسے صحیح سمجھیں تو تشریف لے کر بروقت جانچ غلط ثابت ہونے کے تبدیل مذہب کا وعدہ فرمائے اور اگر آپ اس بحیرہ کو نامعتبر یا میں تو اسے بضریح ظاہر کر دیں اس کے بعد جس طور سے اور جس مسئلہ میں آپ مناسب سمجھیں بحث فرمائیں۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے استفسار ہوا کہ فریقین کی تحریروں کی جانچ کس طرح ہوگی آیا صرف تسلیم و انکار کا اظہار کر دینا ہوگا یا ان کے دلائل بھی بتائے جائیں گے علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جانچ اس طور سے ہوگی کہ ہم اور آپ باہم ملکر تحیرات فریقین کو دیکھیں گے اور ہم نے ایک طویل الذیل فہرست ان مضامین کی مرتب کی ہے جو بحیرہ سجاد حسین صاحب میں جواب طلب تھی یا ایسی تھی کہ جن کا جواب دینا بحیثیت مجیکے مولوی محمد قاسم صاحب کو ضروری تھا اس فہرست کے موافق آپ حضرات سے دریافت ہوگا کہ ان میں کن کن باتوں کا جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے دیا ہے اور کن کن کا نہیں دیا ہے جن کی نسبت آپ کی جانب سے یہ کہا جائے گا کہ ان کا جواب بحیرہ مولوی محمد قاسم میں موجود ہے تو آپ کو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ درحقیقت یہ جواب صحیح و واقعی ہے

علمائے اہل سنت سے جناب مولوی احمد علی صاحب نے ارشاد کیا کہ چونکہ  
میں تحریرات مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب کو دیکھ چکا ہوں  
اس لئے میں تو تبدیل مذہب کے کاغذ پر دستخط کر دینے کو آمادہ ہوں لیکن  
دیگر علمائے حاضرین نے ابھی تک ہندی بکھا ہے اس لئے وہ دستخط سے انکار کرتے  
ہیں اس پر دیگر علمائے اہلسنت و خود مولوی صاحب نے قبل علمائے شیعہ کے جواب  
دینے کے فرمایا کہ جس وقت ایک شخص کے دستخط کر دینے سے جلسہ کی کارروائی  
ممکن نہیں اس لئے کہ بموجب عہد نامہ کے پانچ پانچ علمائے فریقین ممبرانِ جامع  
ہونا چاہئیں کہ جو تبدیل مذہب کا بھی وعدہ کریں

بعد اسکے از خود علمائے اہلسنت نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ عہد نامہ میں مندرج  
ہے کہ قبل از شروعِ جامع فریقین کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کو اس امر کا  
اطمینان کرا دے کہ در صورت مغلوبیت ہم مع علماء و دیگر حاضرین جلسہ کے  
مذہب فریق غالب اختیار کریں گے لہذا جب جلسہ جامع شروع ہوگا تب ہم  
دستخط تبدیل مذہب کر دیں گے لیکن اس وقت حسبِ نشانہ عہد نامہ دفعہ ۳ منظرہ  
سمجھلیٹھ کے متعلق بحث ہونا چاہئے اور یہ بحث چونکہ خارج از جامع ہے لہذا  
بلا دستخط تبدیل مذہب یہ بحث شروع ہونا چاہئے۔

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ یہ جلسہ واسطے جامع تحریرات سید سجاد حسین  
و مولوی محمد قاسم صاحبان منعقد ہو اسے جیسا کہ اس عبارت سے بھی بخوبی  
واضح و روشن ہوتا ہے جو اس جلسہ کے دستورِ عمل کی پیشانی پر لکھی گئی ہے۔  
اس جلسہ کی کارروائی جب ہی شروع ہو سکتی ہے جب تک مکمل شرائط عہد نامہ  
ہو جائے یعنی فریقین اپنے علماء و دیگر حاضرین جلسہ سے در صورت مغلوبیت  
تبدیل مذہب کا وعدہ کرا دیں اور چونکہ تحریرات سید سجاد حسین صاحب میں منظرہ سمجھلیٹھ

کا ذکر بھی موجود ہے لہذا یہ مناظرہ اس تحریر سے خارج نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ اسکا ایک جزو ہے

بہت قبل وقال کے بعد آخر کو حضرات علمائے اہل سنت اپنی اس درخواست سے باز رہے مگر چونکہ اب بغیر اسکے کوئی چارہ کار باقی نہ تھا کہ یا تو تحریر مولوی محمد قاسم کی عقلی کا اعتراف فرماتے یا اسکی صحت پر دثوق کر کے تبدیل مذہب کا اقرار کرتے اور یہ دونو باتیں منظور نہ تھیں اس باعث سے نہایت افسوس کی بات ہے کہ حضرات علمائے اہل سنت نے اس قسم کا سلسلہ تقریر شروع فرما دیا جسکی بنیت ہم اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گے بلکہ ناظرین خود ہی دریافت کر لیں گے مان اتنا لکھنا ضرور ہے کہ کئی مصلحت اس قسم کے آگئے تھے کہ علمائے اہل تشیع نے اپنے تئیں اور نیز دیگر شرکار حلیہ کو بہت امن پسند اور متحمل مزاج ثابت کرنے کی کوشش کی اور عذا کا شکر ہے کہ اس میں کامیاب بھی ہوئے والا ممکن تھا کہ حلیہ میں ایک قسم کی برہمی پیدا ہو جاتی خاصکہ حضرت قاضی امجد علی امجد ظہورہ کا جب بیوقوف طور پر ذکر کیا گیا تھا۔ المرض جبناظرہ سب سے بیڑہ کی درخواست غیر قابل قبول ثابت ہوئی تو حضرات اہل سنت کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ ہم تبدیل مذہب کا وعدہ کرتے ہیں لیکن آپ کے تبدیل مذہب پر ہمیں کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے اس لئے کہ آپ کے مذہب میں تقیہ جائز ہے پس اگر ابوقت آپ نے تبدیل مذہب کا وعدہ کیا تو ہمیں کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اقرار تقیہ نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے مذہب اہل سنت قبول بھی کر لیا اور تمام عمر اپنے کو سنی ظاہر کرتے رہے تب بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ درحقیقت آپ سنی ہیں اس لئے کہ آپ کے اسلاف سے یہ ہوتا آیا ہے کہ اپنے تئیں سنی ظاہر کرتے تھے اور باطن میں شیعہ تھے۔

علمائے شیعہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ آپ نے تقیہ کا جو نام لیا تو یہ بھی

آپ کو خیال کرنا چاہئے تھا کہ لقیۃ ہمارے مذہب میں کن اوقات میں جائز ہے یہ محل لقیۃ کا نہیں ہے اس لئے کہ ہمیں آپ سے اپنی جان و مال کا کچھ خوف نہیں ہے آپ ہمارے حاکم نہیں ہیں نہ ہم ایسی حالت میں ہیں کہ آپ حضرات سے ہمیں کسی قسم کا خوف ہو اور اگر آپ کو ایسا ہی اصرار رہا تو ہم یہ ثابت کر دیں گے کہ لقیۃ آپ کے مذہب میں بھی ہے نہ صرف آیات و احادیث سے بلکہ سیرت سلف اور ائمہ علماء کے اقوال سے جو آپ کے اکابر و معتبرین سے ہیں۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ صوفیت میں بوجہ آپ کے کہنے کے لقیۃ دو نو مذہبوں میں ہے تو ایک فریق کو دوسرے فریق کے تبدیل مذہب پر کسی طرح اطمینان ہو ہی نہیں سکتا لہذا پر ضرور ہے کہ عبدنامہ سے ایسی دفعہ کو خارج کر دیا جائے کہ جس کا وقوع بنا برآپ کے قول کے بھی دشوار ہے۔  
یعنی تبدیل مذہب

علمائے شیعہ نے فرمایا کہ اس دفعہ کا وقوع پذیر ہونا آپ دشوار بیان کرتے ہیں ہمارے نزدیک تو کوئی بھی دشوار نہیں ہے۔

علماء اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ پھر صورت اطمینان کیا ہو سکتی ہے علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ طرفین ایک تحریر اس امر کی لکھیں کہ ہم دہ صورت مخلومت مذہب غالب اختیار کریں گے یا معاہدہ مسلمہ فریقین پر ہم اور آپ یہ لکھیں کہ ہم اس معاہدہ کے از جزئیات کل پابند رہیں گے۔

علمائے اہل سنت کی جماعت سے کہا گیا کہ آپ کی تحریر کا ہمیں اعتبار نہیں ہے اسی اثنا میں مولوی محمد حلیل صاحب نے فرمایا کہ آپ، امام غائب کا رقبہ نہ لگا دیجئے تو ہمیں اطمینان ہو۔

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ امام عصر ارواحاً الفدا کا ذکر اس موقع پر سے



اور ایسے الفاظ نامالایم سے کرنا اس سے آپ کا مقصود بجز تقریض و برہمی جلسہ کے اور کچھ نہیں ہے اور سرسراؤ عہود و موافقت کے مخالف ہے جو طبعاً قبل از شروع جلسہ ہو چکے ہیں۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے مولوی احمد علی صاحب وغیرہ نے فرمایا کہ درحقیقت کلام نامناسب تھا لیکن معاف فرمائے

اس کے بعد تھوڑے عرصہ تک حضرات علمائے اہل سنت میں آہستہ الفاظ میں کچھ شور مچا اور بعد اتفاق و تراضی باہمی کے علمائے شیعہ سے فرمایا کہ ہماری اطمینان کی یہ صورت ہے کہ آپ ہم کو ایک تحریر اس مضمون کی لکھیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ در صورت مغالبت تبدیل مذہب کریں گے اور یہی طریقہ ہمارے ماں اطمینان دلانے اور اقرار کرنا ہو علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ میں یہ تحریر منظور و قبول ہے لیکن اس میں سے لفظ انحصار و یعنی ہی، نکال دینا چاہئے کہ جو خارج از بحث اور غیر ضروری ہے۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ لفظ کسی طرح خارج نہیں ہو سکتی علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ایک غیر ضروری اور خارج از بحث لفظ کے عدم خارج پر ایسا اصرار کرنا بہت ہی تعجب خیز امر ہے۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم ایسے سبب نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ ایک غیر ضروری لفظ کی بابت اصرار کرتے ہوں بلکہ اس لفظ سے ہمارا ایک مطلب ہی علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ خود آپ کے ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ آپ کا کیا مطلب ہے پس ہم ایسے غافل نہیں ہیں کہ آپ کے اس مطلب پر یہ پہنچیں ہوں۔ لہذا یہ کہہ کر ہو سکتا ہے کہ آپ کی مطلب براری کے لئے ہم ایسی تحریر لکھیں کہ جو خارج از بحث بھی ہے۔

علمائے اہل سنت سے ارشاد ہوا کہ پھر کیا صورت اطمینان کی ہو۔

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ سب سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرفین سے عطفیہ اقرار تبدیل مذہب کا ہو جائے۔

علمائے اہلسنت کی جانب سے ارشاد ہوا کہ حلف کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ بہت سے لوگ جھوٹے حلف اٹھایا کرتے ہیں

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ عام حلفوں کی ذکر نہیں آپ کو ہمارے حلف کا اعتبار سے کہتے ہیں

علمائے سنیہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ ہمیں آپ کے بھی حلف کا اعتبار نہیں ہے حضرات ناظرین آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس حملہ کا شیعہ حاضرین پر کیا اثر پڑا ہوگا۔ لیکن خوشی کی بات ہو کہ حضرات علمائے شیعہ نے اس مقام پر بھی تحمل سے کام کیا اور کوئی جواب ترکی تیر کی ندیا بلکہ یہ تک بھی نہیں کہا کہ جن لوگوں کی صرف ایک تحریر پر بھی چند منٹ پیشتر اظہارِ اطمینان کیا گیا تھا اب ان کے حلف پر بھی نہ اعتبار کرنے کا کیا سبب ہے۔ اس لئے کہ تمام حاضرین جلسہ پر بخوبی واضح ہو گیا تھا کہ حضرات علمائے اہلسنت کا کیا مقصود ہوا اور ایسے ارشادات کہ جو متاقت بھی ہوتے تھے کھلے فرمائے جاتے تھے الغرض چونکہ ظہرین کا وقت بھی آگیا تھا اس لئے جلسہ ختم کر دیا گیا حضرات علمائے اہلسنت نے جاتے وقت علمائے اہل تشیع سے مصافحہ کرنا چاہا علمائے شیعہ نے بکمال خندہ پیشانی و مباسطت مصافحہ و معافیہ کیا افسر پولیس کے استفسار پر مولوی محمد قاسم و سید سجاد حسین صاحبان نے کہا کہ کل جلسہ صبح سے ہو گا علمائے اہلسنت کے تشریف لیجانے کے بعد علمائے اہل تشیع بھی اپنے محل و دود پر تشریف لیگئے۔ دوسرے روز یعنی ۲۸ ماہِ جمادی الثانیہ کو پھر حضرات علمائے اہلسنت بظاہر بغرض شرکت جلسہ تشریف لائے سید سجاد حسین صاحب بغرض استقبال گئے لیکن چونکہ آج حضرات اہلسنت کی طرف عوام الناس کی کثرت

۲۶ ویں سے بھی المضاعف تھی اسلئے افسر لوپس نے پھر نہایت کی اور کہا کہ آج چونکہ مجھے بلوہ کا خوف ہے لہذا سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم اپنے اپنے گروہ سے کئی سی اقتدار میں سے میرے سامنے اس امر کی ضمانت کرائیں کہ آج اس بستی میں مابین شیعہ و سنی کوئی فساد ہو تو ہم اُسکے ذمہ دار ہیں اور بغیر اس کے میں جلسہ کی اجازت نہیں دیتا سید سجاد حسین صاحب نے اسے منظور کیا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے انکار کیا اور تمام تک کسی شخص کو ضمانت کے لئے نہ پیش کیا اس جہت سے دوبارہ جلسہ نہ ہو سکا حالانکہ معاہدہ مرتبہ مسلمہ فریقین میں ایک یہ بھی وضع تھی کہ اگر سرکاری طور سے اس جلسہ کے انعقاد میں ممانعت کی جائے تو فریقین کو چاہئے کہ ان کے ذمی ثروت و معزز اشخاص پورے طور سے حکام کا اطمینان کرا دیں ہر چند بنا براس وضع کے سید سجاد حسین صاحب مولوی محمد قاسم سے بہت اصرار کرتے رہے کہ جس طرح میں اپنے معززین ہم مذہب کی ضمانت کرانے پر آمادہ ہوں آپ کو بھی اسی طرح آمادگی کرنی چاہئے لیکن کوئی معقول جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے نہ دیا بلکہ ۲۹ مارچ جب مولوی منہاج علی صاحب ہمراہ چند اپنے ہم مذہب طلبہ کی علمائے اہل تشیع سے ملاقات کرنے آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ دیگر حضرات علماء اپنے اپنے وطن کو تشریف بھی لے گئے اور خود مولوی صاحب بھی جاتے ہیں۔ علمائے اہل سنت کی تشریف لیجانے کے بعد علمائے اہل تشیع بھی مقام ککرولی میں جناب سید ابوالحسن صاحب قبلہ کے یہاں ایک روز مہمان رہ کر رخصت ہوئے۔

۱۔ حضرات ناظرین انصاف فرمائے کہ تمام معاہدے میں اہم اور ضروری اور قاطع معاملہ تبدیل مذہب کی وضع تھی اسی سے اہلسنت کو انکار ہوا۔ حالانکہ معاہدہ جلسہ پاس کردہ مولوی رشید احمد صاحب تھا جن کے ارشاد کو تمام



کا وثیقہ روسا دسات باہرہ یا دیگر عمائد سندھ و ستان سے انشاد اللہ تعالیٰ  
 لکھا دوں گا جس کو وہ بعد کا بیابی یہ آسانی حاصل کر سکیں گے جس کسی کو  
 حوصلہ ہو وہ میدان میں آئے ورنہ نڈا نہ کو منافق سمجھتا ہے۔  
 (راقم سید سجاد حسین)

## منت استثمار

عجاز داودی { کتب مناظرہ میں ایک جدید لطیف اور قابل دید ہضافہ حمید خباب  
 (امیر علیہ السلام کی خلافت کو جو شیعہ سنی کے درمیان موعزت الازار  
 نزاعی مسئلہ ہے۔ فقہی ثابت کیا ہے۔ کتاب منتخب جس کا نام اعجاز داودی ہے دراصل  
 اس رسالہ کا جواب ہے جو مطرۃ الکواکب کے نام سے موسوم ہے اور جو بقول اُس کے مصنف  
 مولوی غلیل احمد کے الہامی کتاب ہو لیکن آفرین اور صد آفرین ہے مولوی سید سجاد حسین صاحب  
 کو جنہوں نے مطرۃ کی چوٹی کے مقامات کا اس عربی سے اور انتہائے تہذیب سے روکیا ہے کہ  
 بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے جس شیعہ علی کے گھر میں یہ کتاب ہوگی سچ کہتے ہیں یہیں تو  
 یقیناً خس ہوگا قیمت ایک دو پیسہ

مشعل ہدایت { مولوی سید سجاد حسین صاحب مصنف تصویر غالب و مغلوب کو ریاست  
 رامپور تشریف لیجانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک صاحب ملاقات ہوئی  
 جن کو ایک مصنف مزاج سنی کہنا چاہئے انھوں نے مولوی صاحب موصوف سے ۹ سوال کئے جن  
 کے جوابات مع ان سوالات کے قلمبند کئے گئے ہیں قیمت فی جلد ۴ /

مطبعہ کوسف و لا سے طلب کیجئے





## فیض عام رحمہ ار دو حسینہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد میں ایک تاجر تھا اس نے ایک کنیز جنابا نام علیہ السلام کی نذر گزاری اس کا نام حسنیہ تھا ستماہ حسنیہ ایک عرصہ تک خدمت یا برکت امام جعفر صادق علیہ السلام میں ہی اور تعلیم و تربیت پائی جنابا نام شہید ہو گئے تو چونکہ یہاں

محبان اہل بیت میں سمجھا جاتا تھا اس کا مال و اسباب بھی لٹ گیا اور یہ فقیر ہو گیا وہ کنیز بھرا اسکے پاس آئی اور اپنے آقا سے کہا کہ محبوں ناروں رشید کے پاس بچلو اور بعض ایک لاکھ روپیہ کے فروخت کر ڈالو اس کے آقا نے کہا کہ میں ایک لاکھ روپیہ کیونکر کہہ سکتا ہوں ستماہ حسنیہ نے کہا کہ تم یہ کہنا کہ جعفر علما اور فضلاء تیرے عہد میں ہیں ان کا مجھ سے مقابلہ اور بحث۔ مذہب کی تحقیق کے لئے کرایا جائے اگر میں غالب آؤں تو مجھ کو زحمت ایک لاکھ روپیہ دینا ورنہ خیر چنانچہ قاضی ابراہیم وغیرہ اور ستماہ حسنیہ سے جو کچھ بحث اور جواب و سوال ہوئے ہیں وہ اس تھیں میں مندرج ہیں قطع ۲۲+۱۸ قیمت ۵ ر

## اعجاز داودی

کتاب مناظر ۵ میں ایک جدید لطیف اور قابل دید اضافہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خلافت کو جو شیعہ سنی کے درمیان معرکہ آلا نزاعی مسئلہ ہے اسی ثابت کیا ہے اس کتاب مستطاب کا نام

اعجاز داودی ہے۔ یہ کتاب لاجواب درہل اس رسالہ کا جواب ہے جو مطرقہ الکرامۃ کے نام سے موسوم ہے اور جو بقول اس کے مصنف غلیل حد کے اہامی کتاب ہے لیکن حد آفرین ہے مولوی سید سجاد حسین صاحب کو جنہوں نے مطرقہ کی چوٹی کے مقامات کا اس خوبی اور علمیت اور تہمت کے تہذیب سے رو کیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو ہی چاہتا ہے جس نتیجہ علی کے گھر میں یہ کتاب ہوگی۔ سچ کہتے ہیں ہمیں تو یقیناً افسوس ہوگا۔ قیمت (محد)

ام الممۃ فی جواب  
امہات الامۃ  
اس کتاب کو تصنیف کرنے کی یوں ضرورت محسوس ہوئی کہ جناب شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب حرم دہلوی نے ایک رسالہ



موسم بہ اہیات الامہ مکھ کر شائع کیا تھا جس سے اسلامی دنیا میں تنہک پڑ گیا اور مسلمانوں کی طرف سے اسی قدر ستور و عوقا غلبہ ہوا کہ بالآخر ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس میں یہ کتاب ایک جم غفیر کے سامنے جلادی گئی۔ ام لائمہ ان تمام دریدہ و مہنوں کا جواب ہے جو جناب  
 النساد فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا کی سیرت کے متعلق کی گئیں تھیں اس کے مصنف عالی  
 ب قاضی محمد حسن صاحب وفا بیتنا پوری سب رجسٹرڈ و میرا گنج ہیں جس قدر لغو اعتراضات  
 لائیمہ خاتون جناب سیدہ علیہا السلام کی پاک اور بے لوث غادات اخلاق اور خصایل  
 خلق کئے گئے تھے ان سب کا قطع قطع کر دیا ہے۔ نیز جناب عائشہ کی لائف کے متعلق وہاں  
 نظر ڈالی ہے یہ کتاب اپنی شان میں بے نظیر اور قابل ملاحظہ ہے قیمت ۸

## کتاب اسلام

ابندائے اسلام سے بیکر شہادت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ  
 ایک اردو زبان میں ایک مختصر تاریخ جس کو آغا محمد رحیم صاحب  
 میر آب پاشی جہون و کشمیر قید قلم پر لائے ہیں نہایت آب و تاب سے  
 ولایتی کاغذ پر چھپ کر تیار ہے اس کتاب کی بے بڑی خوبی یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے بڑے  
 بڑے واقعات میں عمدگی اور خوبصورتی سے خلاصہ کئے گئے ہیں کہ بے ساختہ داد دینے کو بھی چاہتا ہے  
 قیمت اس خوبی پر صرف ۵

## نور ایمان

یہ رسالہ دو طالب علموں کا مناظرہ ہے مجملہ ان کے ایک کا نام علی بن  
 اور دوسرے کا نام محمد بن الدین ہے یہ دونوں طالب علم ایک کالج میں  
 تعلیم پاتے تھے ایک دن نماز پڑھنے پر گفتگو شروع ہوئی آخر کار  
 علی رضائے بادل و منقول و منقول قائل کیا اور محمد بن الدین صاحب نہایت حقہ کی طرف رجوع ہوئے  
 اور طریق باطل کو ترک کیا۔ مناظرہ قابل دید ہے ضخامت ۱۰۰ صفحہ قیمت فی جلد ۲

المشتر صغیر حسن شمس مالک مطبع یوسفی دلی





